ہمارا ادب

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمارا ادب

اولیاء نمبر ـ ۴

نگران

بلونت ٹھاکر

مدیر

محمد احمد اندرابی

معاون

محمد اشرف ٹاک

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ناشر ـــــ سیکرٹری جموں وکشمیر کلچرل اکادمی

مطبوعہ ـــــ جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرز، جامع مسجد، دہلی 6

قیمت ـــــ

کتابت ـــــ محمد عباس، محمد انور لولابی، عبدالسلام بٹ

75 00

خط و کتابت کا پتہ:

محمد احمد اندرابی

ایڈیٹر "شیرازہ"

جموں وکشمیر کلچرل اکادمی

لال منڈی سرینگر

سرورق:

احمد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فہرست

حرفِ آغاز	محمد احمد اندرابی	۴
حضرت جلال الدین بخاریؒ	تنہا نظامی	
ـــــ مخدوم جہانیاں جہانگشت		۵
حضرت شیخ نور الدین ولیؒ	مرغوب بانہالی	۳۶
حضرت بابا نصر الدین ریشیؒ	غلام نبی آتش	۶۴
حضرت خواجہ میرم بزازؒ	محمد صدیق نیاز مند	۷۵
حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ	مرغوب بانہالی	۹۴
حضرت حاجی سید محمد مراد بخاریؒ	تنہا نظامی	۱۰۸
حضرت مولوی شیخ احمد چاگلیؒ	محمد صدیق نیاز مند	۱۵۱
حضرت سید محمد امین اویسیؒ	مرغوب بانہالی	۱۶۱
حضرت حافظ ملا محمد بصیرؒ	شوکت حسین کینگ	۱۷۷
حضرت خواجہ عبد الصبورؒ	غلام رسول شولا	۱۸۷
حضرت خواجہ عبد الرحیم قادریؒ	غلام نبی کینگ	۱۹۲
حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ	غلام رسول جان	۱۹۸
صوبہ جموں کے اولیائے کرام	منشور بانہالی	۲۱۷

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حرفِ آغاز

"ہمارا ادب" کے اولیاء نمبر کی چوتھی جلد اگرچہ قدرے تاخیر سے پیش کی جا رہی ہے لیکن ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے قلمکاروں نے مواد کی عدم دستیابی کے باوجود ہم سے بھرپور تعاون کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم یہ جلد قارئین کی خدمت میں پیش کر سکے۔

پہلی تین جلدوں کی طرح اس بار بھی نہ صرف وادی سے تعلق رکھنے والے بلکہ پوری ریاست کے اہلِ قلم حضرات سے بزرگانِ دین کے متعلق مضامین لکھنے کی استدعا کی گئی لیکن جو مضامین ہمیں موصول ہوئے ان میں سے ہم صرف درجن بھر ہی اس جلد میں شاملِ اشاعت کر سکے۔ شاید اسی لئے مضامین تسلسل اور کرونولوجیکل طریقے سے شائع نہیں ہو پائے۔

یہ بتانا ضروری لگتا ہے کہ ایسے مضامین جن میں صرف کشف و کرامات کو لے کر ہی بہت کچھ رقم کیا گیا تھا، شامل نہیں کئے گئے اس سلسلے میں ہم اپنے قلمی معاونین کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے کیونکہ ہمارے سرکاری و نیم سرکاری اداروں یا نجی کتب خانوں میں جو بھی تذکرے وغیرہ موجود ہیں ان میں اگرچہ کئی ایک بزرگوں کے بارے میں تفصیلاً انکے حالاتِ زندگی کے علاوہ انکی دینی خدمات وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے لیکن اکثر بزرگوں کے بارے میں بہت کم یہی آدھ صفحے یا چند سطور پر ہی اکتفا کیا گیا ہے اور اس "مواد" کو بنیاد بنا کر اگر مضامین لکھے جائیں تو ظاہر ہے کہ ان میں کشف و کرامات کو ہی جگہ ملے گی۔

ہمیں اس بات کا بھرپور احساس ہے کہ مضمون نگار حضرات کو علمی و ادبی اداروں یا نجی کتب خانوں سے زیادہ مواد فراہم نہیں ہو رہا ہے اور مواد کی عدم دستیابی اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں مانع ہو رہی ہے گو کہ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ کم از کم اولیاء نمبر کی مزید ایک جلد ترتیب دینے کی سعادت حاصل کریں لیکن شرط مواد کی دستیابی ہے۔

اس جلد میں شامل مضامین کے بارے میں ہمیں آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا تاکہ انکی روشنی میں اگر خدا نے چاہا، آئندہ جلدیں ترتیب دی جا سکیں۔

سرینگر، یکم جولائی ۱۹۹۷ء — محمد احمد اندرابی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یکم جولائی ۱۹۹۷ء

تنہا نظامی

حضرت جلال الدّین بُخاری
مخدوم جہانیان جہانگشتؒ

ساتویں صدی ہجری کا زمانہ تھا جب آلِ رسولؐ کا ایک بڑا گروہ جو کہ وسط ایشیائی ریاستوں کی سرسبز وادیوں میں سکونت پذیر تھا نے تمام تر آرام و آسائش ترک کر کے رختِ سفر باندھا تاکہ مختلف اطراف میں جا کر اپنے جدِّ پر انوارؐ کے لائے ہوئے دینِ مبین کی ترویج و اشاعت میں اپنا مقدور بھر حصّہ ادا کر سکے۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں میر سید حسینؒ میر سُرخ جلال الدّین بخاریؒ اور بہت سارے ساداتِ کرام بھی شاملِ ہیں جن کی تعداد سینکڑوں میں بتائی جاتی ہے۔ ان سادات حضرات نے معدودے چند بزرگان کے برصغیر میں آکر یہیں پر مستقل سکونت اختیار کی۔

میر سُرخ سیّد جلال الدّین بُخاریؒ کے خاندان کو بُخارا میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ یہ خاندان علم و فضل کے علاوہ زہد و تقویٰ کے لئے بھی مشہور تھا۔ حضرتِ میر سُرخؒ سادات حُسینی میں سے تھے۔ آپ بُخارا سے ہجرت کر کے مُلتان تشریف لائے۔ "اخبار الاخیار" میں درج ہے کہ آپ بُخارا سے بھکر (پاکستانی پنجاب کے ایک شہر) آئے۔ بھکر میں جب آپ مقیم تھے تو ایک رات حضرت سرورِ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

* کریری پٹن۔ ضلع بارہمولہ کشمیر

روز عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور پر نورؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سید بدرالدین کی صاحبزادی سے عقد کرلیں۔ ساتھ ہی ساتھ سید بدرالدین کو بھی اسکی بشارت ملی یہ بشارت پاکر انہوں نے صدر الدین خطیبؒ کی صاحبزادی سے عقد کیا اور اس کے بعد آپ ملتان تشریف لے گئے۔ "تحفۃ الکرام" میں رقم ہے کہ بھکر میں ان کے ساتھ اُن کے دو بیٹے بھی تھے جو بخارا سے آپ کے ساتھ آئے تھے ایک کا نام میر سید علیؒ اور دوسرے کا نام میر سید جعفرؒ تھا۔ "خزینۃ الاصفیاء" میں درج ہے کہ یہ دونوں بھائی بھکر سے واپس بخارا چلے گئے۔

ملتان میں حضرت سید جلال الدین بخاریؒ نے ایک نئی زندگی شروع کی۔ ان دنوں شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کی خانقاہ اطراف و اکناف میں دُور دُور تک مشہور تھی۔ یہ خانقاہ برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ کا پیغام پہنچانے میں نمایاں تھی۔ چنانچہ سید جلال الدین بخاریؒ جب ملتان آتے تو اسی خانقاہ میں مقیم ہوتے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرکے عبادت، ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہوگئے اور جلد ہی "سیاحِ معرفت" مشہور ہوتے۔ حضرت ذکریا ملتانیؒ نے ان کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا۔ آپ تیس سال اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ملتان میں سخت گرمی تھی، لُو چل رہی تھی۔ حضرت سیدؒ کو موسم کی بے رحمی دیکھ کر بخارا کی برف باری اور ٹھنڈی ہوائیں یاد آئیں۔ آپ کے پیرومرشد حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کو صفائے باطن سے آن کا حال معلوم ہوا۔ اُنہوں نے اُسی وقت اپنے ایک خادم کو مسجد میں بھیجا اور اُنکو ہدایت فرمائی کہ صفیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لپیٹ کر مسجد کے صحن میں جھاڑ دیں۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ اتنے میں بادل نمودار ہوئے۔ خوب بارش ہوئی اور اولے گرے لیکن مسجد کے باہر نہ بارش ہی ہوئی اور نہ اولے گرے

ظہر کا وقت ہوا تو حضرت شیخ ملتانی مسجد میں آئے۔ حضرت سیدؒ کو دیکھ کر مسکرائے اور اُن سے پوچھا "کہیئے سیّد کہ ملتان کے اولے بہتر ہیں یا بخارا کی برف؟" اُنہوں نے دست بستہ عرض کیا "اس صورت میں ملتان کے اولے سو درجہ بہتر ہیں"۔ اپنے مرشد کی ہدایت کے موافق اُن کے وصال کے بعد شیخ صدرالدین عارفؒ کی اجازت و حکم سے سیّد جلال الدین میر سرخؒ ملتان کی سکونت ترک کر کے اُوچہ[1] جو کہ ملتان کے نزدیک ہی ایک اور شہر تھا مستقل طور سکونت پذیر ہوئے

حضرت سید جلال الدّین سُرخؒ یہاں آکر رشد و ہدایت کے منبع بن چکے تھے۔ ریاضت کا سلسلہ بھی جاری و ساری تھا کہ ربِّ کائنات کی طرف سے بلاوا آیا اور آپ ۹۵ سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاوّل ۶۹۰ ھ ۲۰ مئی ۱۲۹۱ء کو رحلت کر گئے اِنا لِلّٰہِ وَاِنا اِلیہِ راجِعون۔ حضرت کا مزارِ پُرانوار اُوچہ میں ہی ہے اور آج

---

[1] اُوچہ اُس زمانے میں ایک بارونق شہر تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اُوچہ تشریف لائے اور وہیں رہنے لگے۔ یہاں کے ایک بزرگ شیخ صفی الدّین گازرونیؒ جو مشہور و معروف صوفیٔ صافی حضرتِ خواجہ ابواسحٰق گازرونیؒ کے بھانجے اور مرید تھے اُن کو علم حدیث پر بڑا عبور تھا صفی گازرونیؒ نے اُوچہ میں ایک خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا۔ ناصرالدّین قباچہ نے اُوچہ شہر کو بہت ترقی دی۔ وہ اُوچہ اور ملتان کا گورنر تھا۔ اس کے زمانہ میں اوچہ میں علم و ادب کے چشمے جاری تھے شعر و ادب کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں علماء و فضلاء شعراء اور حکماء کثیر تعداد میں اُوچہ میں ناصر الدّین قباچہ کی داد و دہش اور انعام و اکرام سے مالا مال ہوتے تھے۔ اُوچہ درس و تدریس کا بھی ایک مرکز تھا۔ مدرسہ گازرونی کے علاوہ مدرسہ فیروزی اہم تھا جس میں طلباء کافی تعداد میں تھے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تک رجوع گاہِ خاص و عام بنا ہوا ہے۔

حضرت میر سرخ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ فرزند تھے لیکن ان میں سب سے بڑے سیّد میر احمد کبیر بخاری آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت میر احمد کبیر بہت بڑے صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ خوفِ خدائی کی وجہ سے کبھی بستر پر نہیں سوتے تھے۔ سردی اور گرمی میں کوئی کپڑا اوڑھ لیتے تھے اور اسی پر اکتفا کرتے۔ ہر روز قرآن شریف دو بار ختم کرتے ایک دن میں اور ایک رات میں، نماز میں یا قرآن شریف تلاوت کرتے وقت عموماً اشکبار رہتے۔

حضرت سیّد کبیر کے بہت سارے مرید اور خلفاء تھے۔ انہوں نے اُوچہ میں ایک خانقاہ قائم کی جو ان کے نام پر احمد کبیر سہروردی کی خانقاہ کے نام سے مشہور ہوتی۔ اس وقت اُوچہ میں دو خانقاہیں اور بھی تھیں۔ ایک خانقاہ حضرت جمال خنداں رو کی اور دوسری گازرونی کی۔ ان تینوں خانقاہوں سے حقیقت و معرفت کے چشمے اُبلتے تھے۔

اگرچہ اُوچہ و مُلتان کے شاہی درباروں میں جاہ و جلال اور شان و شوکت کے نظارے دکھائی دیتے تھے تو خانقاہوں میں بے تاج و بے سریر بادشاہ شمعِ ہدایت بن کر اصلاحِ باطن میں مصروفِ کار تھے۔ اُن کا دبدبہ اور اُن کی شان سلاطینِ وقت کو اُن کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کرتی تھی۔

اُوچہ و ملتان کا یہ مذہبی و روحانی نقشہ پیش کرنے کے بعد ہم اس خاندانِ سیادت کے مہرِ درخشاں کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ آفتابِ روحانیت ہیں میر سید جلال الدین حُسینی مخدوم جہانیاں جہانگشت بُخاری۔ آپ حضرت شیخ سید احمد کبیر صاحب بخاری کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

حضرت سید مخدوم جہانیاں بخاری ۱۴ شعبان ۷۰۰ھ ۱۹ جنوری ۱۳۰۸ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو جمعرات کو اُوچہ میں پیدا ہوئے۔ میر سیّد احمد کبیر نے اپنے فرزند کو شیخ جمال الدّین خندا رُوؒ کی خدمت اقدس میں لیکر اُن کے قدموں میں ڈالا اور اُن سے بچے کے حق میں دُعا فرمانے کی درخواست کی۔ حضرت خنداں رُوؒ نے دعاءِ خیر فرمانے کے بعد کہا " یہ بچہ دنیا میں بزرگی اور عظمت کا مالک ہوگا۔ اسکی بزرگی شہرہ آفاق ہوگی۔ بزرگوں میں اس کی حیثیت ویسی ہوگی جیسی راتوں میں شبِ برات کی ہے"

حضرتِ جمالِ خنداں رُوؒ ایک بلند پایہ مفسر و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قدآور اور باکمال درویش تھے۔ وہ حضرتِ صدرالدین عارفؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرتِ صدرالدّین عارفؒ کو اپنے والد بزرگوار حضرت ذکریا مُلتانیؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ جمال خنداں رُوؒ کی بطور خاص تعلیم و تربیت ہونی چاہیئے۔

یہی حضرت یعنی جمال خنداں رُوؒ ایک دفعہ اپنی خانقاہ میں اپنے معتقدین کے ہجوم میں درس و تدریس میں محو تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو اسرارِ حقیقت اور اور آدابِ طریقت کے رموز بیان فرما رہے تھے کہ ایک بزرگ ایک سات سالہ بچے کو ساتھ لیکر حاضر ہوئے۔ باپ بیٹا سلام کرکے محفلِ درس میں شامل ہو گئے رموزِ معرفت بیان فرمانے کے بعد جب حضرتِ جمالِ خنداں رُوؒ نے محفل میں بیٹھے لوگوں پر ایک بھرپور نظر ڈالی اور اُٹھ کر سبوں میں کھجوریں تقسیم کیں کیوں کہ انہیں عادت تھی کہ مہمانوں میں گھر میں موجود کھانے کی کسی بھی چیز سے اُن کی خاطر تواضع فرماتے تھے۔ چنانچہ حاضرین کھجوریں ادب سے کھانے لگے۔ کھجوریں کھاتے گئے اور گٹھلیاں ایک طرف پھینکتے گئے۔ اس سات سالہ بچے کے حصے میں جو کھجوریں آئیں وہ اُس نے گٹھلیوں کے سمیت کھائیں۔ حضرتِ خنداں رُوؒ نے جب یہ دیکھا تو اُنہوں نے مُسکرا کر لڑکے کو مخاطب کرکے پوچھا ــــ کیا وجہ ہے کہ تم نے کھجور گٹھلیوں کے سمیت کھائے ہیں؟"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس بچے نے ادب و احترام کے ساتھ جواباً عرض کیا۔ "جو چیز آپ کے دست مبارک سے ملے وہ تبرک ہے۔ جو کھجور آپ نے دیں بھلا اُن کی گٹھلی میں کیسے پھینکتا یہ تو سراسر بے ادبی تھی۔" بچے کا جواب سُن کر حاضرین مجلس سوچ میں پڑ گئے کہ اس کم سن کو یہ ادب کس نے سکھایا۔ لیکن جمال خندان رؒو کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انہوں نے کمسن لڑکے کو پاس بُلایا، اور سر پر ہاتھ پھیر کر اور پیشانی پر بوسہ دیکر بہت سی دُعائیں دیں اور ساتھ ہی پیش گوئی فرمائی کہ "تم وہ صاحب زادے ہو جو اپنے خاندان اور مشائخ کے خاندان کا نام روشن کریگا۔"

حضرت خندان رؒو کی اس بچے کے حق میں کی گئی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی جو علوم ظاہری و باطنی سے فارغ التحصیل ہو کر ولی زمان اور سردار کاملان ہوا۔ اُنہوں نے اپنے چشمۂ فیض سے ایک عالم کو سیراب کیا اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کہلائے۔

آٹھویں صدی ہجری میں برصغیر ہند و ستان میں کئی انقلابات وجود پذیر ہوئے۔ علاؤالدین خلجی نے اپنے چچا جلال الدین خلجی کو تہہ تیغ کر کے دہلی کے تخت پر قبضہ جمایا۔ خلجی سلطنت کے زوال کے بعد خاندانِ تغلق کے عروج کا زمانہ بھی اسی صدی کا واقعہ ہے لیکن علاؤالدین خلجی کے زمانے کا ایک اور اہم واقعہ حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاری کی ولادتِ باسعادت ہے۔ حضرت کا نام نامی آپ کے دادا کے نام پر جلال الدینؒ رکھا گیا اور اُن کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ مخدوم جہانیاں اور جہاں گشت اُن کے القاب ہیں[1]۔

---

[1] مخدوم جہانیاں کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک سال عید کی شب کو آپؒ حضرت شیخ ذکریا ملتانیؒ کے مزارِ مقدس پر یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ صبح کے وقت حضرت پیرؒ نے عیدی مانگی تو مزار مبارک سے جواب ملا "مخدوم جہانیاں ہو۔" پھر آپ حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ کے مزار پر حاضر ہوتے۔ وہاں بھی عیدی مانگی تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ "مخدوم جہانیاں ہو۔" آخر میں جب آپ نے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرتِ جہانگشت نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت میر سید احمد کبیر بخاریؒ سے حاصل کی۔ پھر سات سال کی عمر میں جب اپنے والد صاحب نے انہیں حضرتِ شیخ کمال الدینؒ محدث خنداں روؒ اور اُوچھ کے قاضی شیخ بہاؤالدینؒ کے پاس جو کہ بلند پایہ محدثین میں سے تھے لے گئے تو آپ نے اُن کے پاس اکتساب علم کیا۔ شیخ فخرالدین گازرونیؒ اور مولانا شمس الدین اُوچہ اُن کے ہم درس رہے۔ شیخ بہاؤالدین سے ہدایہ اور بزودی پڑھ رہے تھے کہ اُن کا انتقال ہوگیا اور اُن کی وفات کی وجہ سے سبق ادھورا ہی رہ گیا اور حضرتِ مخدومؒ اب مزید تعلیم کی غرض سے ملتان چلے گئے۔ جہاں ان دنوں حضرت صدرالدین عارفؒ کے فرزند حضرتِ شیخ رکن الدین ابوالفتح اپنے والد کی جگہ سجادہ نشین تھے۔ چوں کہ حضرت شیخ کا خاندان حضرت سیدؒ کے والد اور دادا کے ارادت مندوں میں سے تھا یہی وجہ تھی کہ جب حضرتِ مخدوم جہانیاںؒ ملتان پہنچے تو حضرتِ ابوالفتح انہیں دیکھ کر بہت ہی خوش ہوتے۔ جناب میرؒ کا تعارف اپنے ارادت مند سامعین سے ان الفاظ میں کرایا۔ "حضرتِ شیخ جلال الدین بخاریؒ کا پوتا ہم سے ملاقات کرنے کی غرض سے نہیں آیا ہے بلکہ آپ تحصیل علم کے لئے آتے ہیں۔"

حضرتِ شیخ کی آپ پر شفقت اور مہربانی کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ انہیں خانقاہ کے بجائے مدرسے میں ٹھہرایا اور خانقاہ کے بجائے اُن کے کھانے کا انتظام گھر سے کیا۔ اچار، روٹیاں اور آشام کا ایک پیالہ روزانہ انہیں ملتا

کے مزارِ شریف پر حاضری دی تو اُن سے بھی عبدی مانگی وہاں پر بھی وہی جواب ملا، "مخدوم جہانیاں ہو" مزارت پر حاضری کے بعد جب آپ واپس ہوتے تو راستے میں جو کوئی بھی ملتا تو یہی کہہ کر حضرتِ میرؒ کی طرف اشارہ کر کے کہتا کہ یہ مخدوم جہانیاں ہیں۔ جہاں گشت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں نے دنیا میں سیر و سیاحت فرمائی۔ اسلامی ممالک میں گھوم پھر کر بہت سے صوفیائے کرام اور علمائے عظام سے فیوض و برکات حاصل کیں اس طرح سے آپ ان دونوں القاب سے مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ پکارے جانے لگے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تھا۔ آشام کا پیالہ میووں کے ساتھ گھی، یا دودھ کے ساتھ تیار کیا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت شیخ نے آپؒ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور اُن کی تعلیم کے لیئے شیخ موسیٰ اور مولانا مجدالدین کو مقرر کیا جن سے حضرت مخدومؒ نے "ہدایہ" اور "بزودی" پڑھی اور اُن کے مفمرات کو بخوبی سمجھا۔ ملتان میں ایک سال قیام پذیر رہنے کے بعد حضرت شیخ ابوالفتحؒ نے انہیں اپنی خاص کشتی کے ذریعے آوچہ واپس روانہ کیا۔ اس کے بعد حضرت مخدومؒ نے تَسِیرُوْ فِی الاَرْضِ فَنظر کی تعمیل میں جب ارضِ ربِ کائنات کی سیر و سیاحت شروع کی۔ اُنہوں نے دورانِ سیاحت بھی حصولِ علم کا سلسلہ جاری رکھا۔ مدینہ منورہ میں شیخ مدینہ عبداللہ مطہریؒ اور مکہ معظمہ میں شیخ مکہ عبداللہ یافعیؒ سے مختلف علوم ظاہری و باطنی حاصل کیئے آپ نے شوکار میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ شیخ شرف الدین محمود تستریؒ سے "عوارف المعارف" کا درس لیا۔ اس طرح آپ نے صرف و نحو کی خوب واقفیت حاصل کی۔ آپ نے قرآن کریم کی ساتوں قرائتیں سیکھیں۔ عربی زبان پر اتنا دسترس حاصل کیا کہ عربی بلا تکلف بولتے تھے۔

علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد آپ نے علوم باطنی کی طرف پوری توجہ دی چونکہ آپ کے والد میر سیدؒ حضرت احمد کبیر بخاریؒ اور دادا میر سید جلال الدین بخاری سرخؒ سہروردیہ سلسلہ سے وابستہ تھے۔ سہروردی سلسلہ کی ابتداء حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے ہوتی لیکن برصغیر میں اس سلسلہ کو روشناس کرانے، اسے پھیلانے اور مستحکم بنانے میں حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ کی بابرکت ذات کو بہت بڑا دخل ہے اُن کے وصال کے بعد اُن کے صاحب زادے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ نے بحیثیت سجادہ نشین اپنے فرائض منصبی بحسن و خوبی سرانجام دیئے۔ حضرت عارفؒ کے بعد اُن کے صاحب زادے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ کے زمانہ سجادگی میں سلسلہ سہروردیہ بامِ عروج پر پہنچا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرتِ میرؒ نے سہروردی سلسلہ میں بیعت اپنے والد محترمؒ سے کی اور سہرا اپنے چچا حضرت میر سیّد صدر الدّین بخاریؒ المعروف محمد غوث سے خرقہ پہنا۔

حضرت مخدومؒ نے خود فرمایا ہے کہ ہم نے بیئس[22] بزرگوں سے خرقہ پہنایا ہے ان بیئس[20] بزرگوں میں سات بزرگ سہروردی سلسلہ کے ہیں جن کے اسماءِ گرامی ہیں:

- میر سیّد احمد کبیر بخاری سہروردیؒ۔ آپ حضرتِ مخدومؒ کے والد گرامی اور حضرتِ شیخ صدر الدّین عارف کے خلیفہ ہیں۔
- حضرتِ شیخ رکن الدّین ابوالفتحؒ جو حضرتِ شیخ صدر الدّین عارفؒ کے فرزند خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔
- شیخ قوام الدین (بذریعہ خط) آپ حضرت شیخ رکن الدّین ابوالفتح کے خلیفہ ہیں
- حضرتِ عبداللہ یافعیؒ۔ مکہ معظمہ کے شیخ مکہ۔
- حضرت عبداللہ مطہریؒ۔ مدینہ منورہ کے شیخ مدینہ
- شیخ شرف الدّین محمود شاہ جو حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ کے خلیفہ ہیں
- حضرتِ شیخ نجم الدّین کبریٰؒ (رویا میں)

ان کے علاوہ تیرہ مشایخ اور ہیں جن سے کہ حضرتِ میرؒ نے خرقہ خلافت پہنا۔ ان حضرات کے نام یوں بیان کئے گئے ہیں:

- حضرتِ میر سیّد محمد بخاریؒ • حضرتِ شیخ نظام الدین اولیاؒ (رویا میں) • حضرتِ شیخ قطب الدین منورؒ (بذریعہ خط) • حضرتِ شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ • حضرتِ شیخ ابواسحٰق گازرونیؒ • حضرتِ فقیہہ بھالؒ قطب عدنی • حضرتِ شیخ امام الدّینؒ • حضرتِ شیخ حمید حسینیؒ • حضرت مکہ کبیر زینؒ • شیخ نجم الدّین اصفہانیؒ • حضرت سلیمان علیہ السّلام

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رو یا ہیں) • حضرت اوحد الدین حسینیؒ اور حضرت شیخ نور الدین ہراتیؒ

✿ — سیر و سیاحت :

جیسا کہ اوپر درج کیا گیا کہ "تسیروفی الارض" پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت میرؒ نے بہت سیر و سیاحت فرمائی "خزینتہ الاصفیاء" میں آیا ہے کہ، آپؒ نے مصر، شام، بلخ، بخارا، خراسان وغیرہ ممالک کا سفر کیا اور بہت سے نامور مشایخ سے فائدے اور نعمتیں حاصل کیں۔ کئی دفعہ حج بیت اللہ کو گئے ان میں سے بعض حج اکبر تھے۔

سیر و سیاحت کے کچھ واقعات کا ذکر کرنا یہاں نامناسب نہ ہوگا تاکہ حضرت میرؒ کے سیاحتی پہلو کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے میں آسانی ہو۔

"اخبار الاخیار"[1] میں آیا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہدِ حکومت میں آپؒ شیخ الاسلام کے منصب پر فایز ہوئے اور آپ کے لئے سیوستان اور اس کے مضافات کی مسند خانقاہِ محمدی مخصوص ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سب کچھ ترک کر کے کعبہ شریف کا سفر اختیار کیا۔"

حضرت جہانگشت بخاریؒ نے شیخ الاسلام کے اس جلیل القدر عہدہ

---

[1] یاد رہے کہ شیخ الاسلام کا عہدہ بہت اہمیت کا حامل تھا۔ فقرا اور درویشوں کو جو وضائف ملتے تھے۔ اُن کے متعلق احکامات جاری کرنا اور یہ ان کی دیکھ بال کہ وضائف صحیح اور جایز طور پر خرچ ہوتے ہیں یا نہیں ـــــ یہ سب امور شیخ الاسلام کے فرائض میں شامل تھے۔ شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ مِل کر مذہبی امور کی حفاظت کیا کرتے تھے اور اجراءِ احکام شرعی پر زور دیتے تھے۔ شیخ الاسلام کا عہدہ باوقار تو تھا ہی اس کے علاوہ با اثر بھی سمجھا جاتا تھا۔ کفر، الحاد، شرک اور بدعت کا انسداد اسی محکمے کے ذریعہ ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس عہدے کو امورِ سلطنت میں ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے کیوں استعفیٰ دیا۔ اور سفر کیوں اختیار کیا۔ اِس کے متعلق حضرت میرؒ خود "الدار المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم" میں فرماتے ہیں۔ "سلطان محمد تغلق نے مجھ کو شیخ الاسلام بنایا ہم خانقاہ میرے تصرف میں کردیں۔ (شیخ رکن الدین ابوالفتح) مجھ کو خواب میں دکھائی دیے کہا تو حج کو چلا جا، تو غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے کہا۔ جلد روانہ ہو جا کیا تیاری کرتا ہے۔ شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے۔ میں نے مخدوم والد سے اجازت چاہی اور روانہ ہوگیا۔ میرے پاس کوئی وسیلہ (یعنی خرچ کے لیے روپیہ) نہ تھا[1]

- مکہ معظمہ میں قیام کے دوران حضرت میرؒ کا ذریعہ معاش کتابت تھا۔ بہت سارے مشائخ و محدثین سے فیضیاب ہوتے۔ خاص طور آپ کے استاد شیخ مکہ عبداللہ یافعیؒ آپ پر بہت ہی مہربان رہے

- مدینہ منورہ میں حضرت مخدومؒ نے دو سال قیام فرمایا۔ اس قیام کے دوران آپ نے عبداللہ مطریؒ سے "عوارف المعارف" کا وہ نسخہ پڑھا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مطالعہ میں رہا تھا۔ ایک دفعہ مسجد نبویؐ میں امامت کرنے کا شرف بھی حضرت میر مخدومؒ کو حاصل ہوا۔

- عدن پہنچ کر آپ فقیہہ بصال قطب عدن سے ملے۔ حضرت مخدومؒ فرماتے ہیں کہ وہ بیمار تھے اور چند دن بعد وفات پائی۔ اُن کی وفات کی تیسری رات میں نے شیخ رکن الدینؒ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھ کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ فقیہہ بصال

1: غور طلب بات یہ ہے کہ شیخ الاسلام ہو کر بھی جب اُنہوں نے عزم سفر کیا تو اُن کی جیب میں روپیہ پیسہ نہ تھا۔ ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تھا۔ اُس کے گھر والے اُسے واپس لے آئے وہ لوٹ آیا، وہ زاد راہ مجھ کو دیا۔ میں پیادہ تھا، گھوڑا دیا لیکن میں نے وہ گھوڑا مولانا نظام الدین کڑہ کو دیدیا۔ وہ مدقوق تھے۔ شہر میں لوٹ آئے۔ اور دعا کو پیادہ گیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو تیسرا دن ہے یہ خرقہ فقیہ بصال کے چھوٹے بیٹے کو پہنا دینا۔

• عدن سے آپ یمن تشریف لے گئے وہاں ایک پہاڑ پر پہنچے تو ایک غار دیکھا۔ اذان کی آواز سُن کر جب آپ اس غار کے اندر چلے گئے تو ایک بڑی جماعت کو نماز پڑھتے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے ملے تو پوچھنے پر اُس نے جواب میں بتایا کہ جو لوگ یہاں نماز پڑھنے آتے ہیں وہ سب کے سب ابدال ہیں۔ حضرت میرؒ نے جب اس شخص سے پوچھا۔ تم شہر میں کیوں نہیں رہتے تاکہ لوگ تم سے فائدہ اُٹھائیں تو اُس شخص نے جواب دیا کہ "میرے پاس ایک موذی کُتا ہے اس کو میں نے قید کر لیا ہے تاکہ وہ کسی کو کاٹ نہ کھائے جب یہ نیک ہو جائے گا تو اس کو آبادی میں لے جاؤں گا۔"

حضرت مخدومؒ اُس کے جواب سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت سمجھ گئے کہ موذی کُتے سے اُس کی مراد اس کا نفس ہے۔ اُس شخص نے اپنے نفس کو بُرا کہا۔ لوگوں کو بُرا نہیں کہا کہ لوگ بُرے ہیں اس لئے اس نے خلوت اختیار کر لی ہے۔

• مدائن، بلخ، خراسان، نیشاپور، بصرہ، کوفہ، بحرین، سمرقند اور تبریز کی بھی آپ نے سیاحت کی۔

• گازرون میں حضرت میرؒ نے ابو اسحٰق گازرونیؒ کے مزار پر حاضری دی اور شیخ امام الدینؒ سے بھی ملے۔ اُنہوں نے اپنے بھائی شیخ امام الدین گازرونیؒ کا سجادہ، مقراض، عصا غرض یہ کہ تمام امانتیں حضرت میرؒ کو دیں۔

• شیراز میں حضرات مخدومؒ سے لوگ سبق پڑھتے تھے۔ اولوالامر کے متعلق حضرتؒ نے ایسی باتیں بیان فرمائیں کہ جب بادشاہ نے سنا تو بہت خوش ہوا وہ آپؒ سے ملنے چلا آیا اور چاندی کی طشت میں سونے اور چاندی کے سکے آپ کو نذر کئے جو حضرتؒ نے قبول فرمانے کے بعد متاجوں میں تقسیم کر دیئے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت میر صاحب بیرونی ممالک سے تشریف لائے تو برصغیر میں بھی سیر و سیاحت فرمائی۔ مختلف اوقات میں مختلف مقامات اپنی آمد سے زینت بخشی۔ دہلی کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ سکھر اور الور بھی گئے۔ (پاکستانی پنجاب کے ایک قصبہ ٹھٹہ پہنچ کر حضرت مخدوم رح نے فیروز شاہ تغلق سے باغیوں کو معافی دلائی۔ جون پور حضرت میر مخدوم رح دو مرتبہ تشریف لے گئے۔

ملتان تو آپ کئی مرتبہ گئے۔ ملتان میں حضرت کی تعلیم بھی ہوئی ملتان میں حضرت بہاؤ الدین ذکریا اور حضرت شیخ صدر الدین عارف رح کے مزارات پر اکثر حاضری دیتے رہے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رح کا مزار پرُ انوار بھی ملتان میں ہی ہے۔ ملتان آپ حضرت رح کے پیرانِ عظام کا وطن ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رح نے جہاں افغانستان ایران، ترکی، عراق، سعودی عربیہ اور شام و لبنان، تاشقند و کاشغر، چین اور دوسرے ممالک کی سیر و سیاحت فرمائی وہاں کشمیر بھی اُن کی تشریف آوری اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوا ہے۔

بانیِ مسلمانی حضرت میر سید علی ہمدانی رح کے واردِ کشمیر ہونے سے کوئی چونتیس سال پہلے یعنے سلطان علاؤ الدین کے دورِ حکومت میں ایک بہت ہی بلند پایہ سید علی نژاد وارد کشمیر ہوئے اور زمانہ تھا ۷۴۸ھ یا بعض مورخین کے مطابق ۷۴۸ھ کے آس پاس کا۔ آپ نے کچھ عرصہ یہاں مختلف علاقہ جات کا دورہ کیا اور واپس اپنے وطن چلے گئے۔ زیادہ عرصہ یعنے چھ سے آٹھ مہینے کچھ ماہ بارہمولہ میں قیام فرمایا۔ کشمیر میں ان حضرات کا قیام اگرچہ سالوں کے بدلے مہینوں کا قلیل عرصہ ہے لیکن آپ کی کشمیر میں تشریف آوری بڑی اہمیت کی حامل ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس کی دو وجوہات ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ کی آمد پر آپ کا استقبال اسطرح ہوا کہ تاریخ کشمیر میں ایک مثالی واقعہ کی حیثیت سے دہرایا جارہا ہے۔ اس خوش آمدید کی ایک خاص بات یہ تھی کہ جہاں جگہ جگہ لاکھوں کی تعداد میں عام کشمیری اُن کے استقبال کے لئے نکلے وہاں عام رعایا کے ساتھ ساتھ کشمیر کے بادشاہ علاؤ الدین اور ایک عارفہ و کاملہ عورت جو کہ للہ دید کے نام سے پورے ملک میں مشہور ہے بھی شاملِ استقبال تھی للہ عارفہ اُسی زمانے میں بحالت مخدومی عریان و گریان صحرا نورد تھی۔ بکمال انکساری و عقیدت جب بمقام ہیرہ پورہ شوپیان میں برگزیدہ ہستی کے پیش ہوئی تو اُنہوں نے عارفہ کو بابت تشفی قلب دلاسہ دیا اور حضرت میر سید حسین سمنانیؒ کے کشمیر آنے اور اُس کے دِل ریشہ کے مرہم کرنے کی بشارت دی۔ دوم یہ کہ کشمیر میں خاص طور سے رائج تین اہم روحانی سلسلوں یعنے قادری، کبروی اور سہروردی میں آخر الذکر سلسلہ کے امام اعظم یہی بزرگ مانے جاتے ہیں۔ اور یہ بزرگ ہیں میر سیّد جلال الدّین حسین مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاریؒ۔ کشمیر میں سلسلہ سہروردیہ کے پیروکاروں کا ایک اچھی خاصی تعداد والا قافلہ چل نکلا۔ اور آگے چل کر جب حضرت میر سید جمال الدّین بخاریؒ وارد کشمیر ہوئے تو کشمیر کے مشہور و معروف ترین صوفی بزرگ سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ کشمیریؒ باطنی حکم کے تحت آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور سہروردی سلسلہ کا مشن زور و شور سے آگے بڑھنے لگا۔ یاد رہے کہ اپنے آپ کو مخدومی کہلانے والے دراصل سہروردی سلسلہ کے ہی پیروکار ہیں ورنہ مخدومی بجائے خود کوئی روحانی سلسلہ نہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں حاضری کے بعد جناب حضرت مخدومؒ جب واپس تشریف لائے تو اپنے وطن اُوچہ میں رہکر رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین، درس و تدریس اور عبادات و ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہوئے۔

حضرت مخدومؒ کی ازدواجی زندگی اور اولاد حضرت کو یادِ محبوب سے غافل نہ کر سکی۔ حضرت کی رفیقۂ حیات (جو آپ کے چچا حضرت میر سیّد صدرالدّین محمد غوث بخاریؒ کی صاحبزادی تھی) خود ایک عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ تہجد پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھیں۔ شرح کبیر چہل اسم کا ورد ان کا معمول تھا۔ "عوارف المعارف" کا درس دیتی تھیں۔

آپ کا روحانی درجہ کیا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے عیاں ہے کہ ایک دن بی بی صاحبہؒ عبادت میں مشغول تھیں کہ یکایک بے ہوش ہو گئیں اور سجدہ میں گر گئیں۔ ہوش آنے پر جب ان سے تجدید وضو کرنے کو کہا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا۔

مجھے وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں با وضو ہوں میں بیہوش کب ہوئی تھی۔ میں تو مشاہدہ حق میں محو تھی۔ میں نے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اس لئے (دل نے) سجدہ کیا۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی حیات ظاہری میں برصغیر میں تین روحانی سلسلے صلاح و فلاح و اصلاح میں مشغول تھے:۔

- سلسلہ چشتیہ:۔ اس سلسلے کی خانقاہیں اجمیر، دہلی، بدایوں ناگپور، اجودھن اور ہانسی میں تھیں۔
- سہروردیہ:۔ اس سلسلہ کی خانقاہیں ملتان اور اوچہ میں تھیں
- فردوسیہ:۔ اس کی چند خانقاہیں بہار میں تھیں۔ ان تینوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سلسلوں کے طریقِ کار اور نظریات میں فرق تھا۔

سلسلہ چشتیہ سے جو بزرگ وابستہ تھے وہ سلاطین، امراء، وزرا سے تعلقات رکھنا قطعی پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ کوئی جاگیر یا خطاب قبول نہیں کرتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ وہ فقیر بد قسمت ہے جو بادشاہ یا امیر کے در پر جبیں سائی کرے اور وہ بادشاہ اور امیر یقیناً خوش قسمت ہے جو فقیر کے دروازے پر پہنچے۔ سلطان اور امراء کے ساتھ ہم نشینی کو وہ روحانی سعادت کے منافی سمجھتے تھے۔

سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ سلاطین اور اُمراء سے میل جول رکھتے تھے۔ اور سیاسی معاملات میں دلچسپی لینا بھی اُن کے نزدیک بُرا نہ تھا۔ ممکن ہے کہ یہ طریقہ اس لئے اپنایا گیا ہو کہ اس طرح سے اُنہیں امراء و سلاطین کی رہنمائی اور غریب و مظلوموں کی دستگیری مراد رہی ہو۔

سلسلہ فردوسیہ کے افراد کا اس سلسلے میں کوئی خاص ضابطہ نہ تھا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ وہ جاگیر اور شاہی عطیات سے پرہیز کرتے تھے۔

تصورِ ولایت اور خانقاہی نظام پر سب سلسلے متفق تھے اور یہی دو چیزیں تصوف کے بنیادی اصولوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

حضرتِ مخدوم جہانیاںؒ اگرچہ سلسلہ سہروردیہ سے وابستہ تھے لیکن وہ غوث الاعظم حضرتِ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ حضرتِ شیخ رکن الدین ابوالفتح سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ ایک دن وہ دہلیز سے نیچے اُتر رہے تھے۔ اس خیال سے کہ کہیں اُن کو اُترنے میں تکلف نہ ہو آپ یعنی حضرتِ مخدومؒ زمین پر لیٹ گئے تاکہ آپ کے پیر و مرشد حضرتِ ابوالفتح اپنا پاؤں آپ کے سینے پر رکھ دیں۔ حضرت شیخ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ دیکھا تو بہت خوش ہو گئے اور حضرتِ مخدومؒ سے فرمایا "تم نے معرفت اور ولایت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے" اس کے بعد انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنا سینہ آپ کے سینے سے لگایا اور نعمتِ معرفت آپ کو منتقل کی۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے حضرت خواجہ گیسو درازؒ سے بھی بہت قریبی تعلقات تھے۔ جب آپ دہلی جاتے تو حضرت گیسو درازؒ سے ملتے تھے۔ آپ حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب دہلی جاتے تو بہار کی طرف منہ کرتے۔ سینہ ملتے اور پھر فرماتے کہ بہار کی طرف سے عشق و محبت کی بُو آ رہی ہے۔

حضرتِ شاہِ ہمدان میر سید علیؒ جب جب ایران سے ہندوستان کے کسی علاقے میں بھی تشریف لاتے تو اُوچہ سے آتے یا واپس جاتے کیوں کہ میر سید علی ہمدانیؒ حضرتِ میر مخدوم جہانیاں جہانگشت سے از حد متاثر تھے اور مراسم الفت کافی گہرے تھے۔

حضرت مخدومؒ ایک صاحبِ نسبت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالمِ باعمل بھی تھے۔ حضرت کے علوم و معارف کا اندازہ اُن کے ملفوظات سے ہوتا ہے۔ حضرت میرؒ کے ملفوظات تصوّف کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ عام طور لوگ آپ کی صرف ایک ہی کتاب "خزینہ جلالی" سے واقف ہیں۔ اس لئے صرف اسی کا تذکرہ کرتے آتے ہیں لیکن اصل میں آپ کی تصانیف و تالیفات اور تراجم پر مشتمل کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہاں پر ہم آپ کی چند ایک مشہور تصانیف کا ذکر کرتے ہیں:۔

- سراج الہدایہ
- مقربنامہ
- خزانہ جلالی
- جواہر جلالی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مظہر جلالی ۔ مناقب مخدوم جہانیاں (آپ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ بعد میں ترتیب دیا گیا۔ اعمال و اشغال فوائد (آپ کے اوراد و اقوال کا مجموعہ ہے۔ اسکو حضرت جعفر بدر عالم بن جلال الدین مقصود عالم نے ترتیب دیا ہے) ان ملفوظات میں علم اور علماء، توبہ، ذکر الاذکار، واجبات نماز، ذکواۃ، سخاوت، اعتکاف، مناقب اولیاء و مشایخ، توحید، عزیمت و رخصت اور شریعت وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ سب کتب اکثر قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں

حضرت مخدوم نے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا ہے اس کے علاوہ آپ نے قطب الدین دمشقی کے تصوف کے مشہور رسالہ مکیہ کا فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔

"اربعین صوفیاء" اور اسرار العارفین و سیر الطالبین" آپ کے علمی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔

حضرت مخدوم جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت پابند تھے۔ عبادت، ریاضت اور مجاہدات میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ ترک و تجرید میں اپنی مثال آپ تھے۔ دن رات نماز پڑھا کرتے، ذکر جہر بہت کرتے تھے۔ انکساری آپ میں حد درجہ تھی۔ حضرت مخدوم جب کسی شخص کو اپنے سلسلے میں داخل کرتے تو فرمایا کرتے تھے۔ "میں تو صرف وکیل ہوں"

حضرت میر تحمل، بردباری، استقامت، قناعت، توکل اور سخاوت کا مجسمہ تھے۔ فتوحات میں سے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے جو کچھ ہاتھ آتا اسی دن خرچ کرتے تھے۔ اکثر قرض لینے کی نوبت آتی۔ آپ کا لباس انتہائی سادہ ہوتا تھا اور اتباع سنت میں نعلین پہنا کرتے تھے۔

حضرت کو عربی فارسی زبانوں پر پورا عبور تھا اور ہندی و سندی زبانوں سے بھی بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔ انہیں عربی اور فارسی کے ہزاروں اشعار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

زبانی یاد تھے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ معیاری اور نایاب کتب کا ایک بیش بہا خزانہ تھا۔ درس و تدریس حضرتؒ کا محبوب مشغلہ تھا۔ خاص مریدوں کے لئے تہجد کا وقت مقرر تھا۔ عام طور پر فجر کے بعد آپ کا درس شروع ہوا کرتا تھا۔ حضرت مخدومؒ "تفسیر کشاف" کے بجائے "تفسیر مدارک" کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ کو فقہ میں مجتہدانہ حیثیت حاصل تھی۔ صرف و نحو اور لغت پر خاص طور سے زور دیتے تھے۔ آپ طلباء کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اپنے پاس سے اُن کو کتابیں دیتے تھے۔ غریب طلباء کی مالی امداد بھی فرماتے تھے۔ آپ قرآنِ حکیم، تفسیر مدارک، صحاحِ ستہ، مشارق الانوار شرح کبیر چہل رسم، مشکوٰۃ المصابیح، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ، کتاب متفق، عقاید نسفی، فقہ اکبر اور عوارف المعارف کا درس دیتے تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اوراد بھی حضرتِ مخدومؒ کے در میں شامل تھے۔

حضرتؒ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، بذل و ایثار، سخاوت، ریاضت عبادت اور مجاہدات کو دیکھ کر عوام و خواص (شاہ و گدا، امیر و فقیر) سب بارِ عقیدت سے پشت خم تھے۔ یہی سب کچھ دیکھ کر شہنشاہِ ہند سلطان محمد تغلق نے حضرتِ مخدومؒ کو شیخ الاسلام کے عہدے پر فایز کر کے چالیس خانقاہیں آپ کے تصرف میں دیں لیکن حضرت میرؒ کی دنیاوی جاہ و حشمت سے بیزار و بے نیاز طبیعت نے اس عہدہ کا بار زیادہ دن اُٹھانا پسند نہ فرمایا اور آپؒ اپنے مرشد کی بشارت اور اشارت پر مستعفی ہو گئے۔ خانہ کعبہ کی زیارت کے شوق اور دیارِ حبیبؐ میں حاضر ہونے کے ذوق نے انکو رختِ سفر باندھنے پر مجبور کر دیا۔

فیروز شاہِ تغلق کے عہدِ سلطنت میں حضرتِ مخدومؒ متعدد بار اُوچہ سے دہلی تشریف لائے۔ قارئین کرام کے لئے یہ بتانا مناسب ہوگا کہ سلطان فیروز شاہِ تغلق سے اچھے مراسم تھے۔ "فتوحاتِ فیروز شاہی" میں بادشاہ نے خود لکھا ہے کہ خدا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی مہربانی سے میرے دل میں فقراء و مساکین کی خاطرداری اور اُن کی تالیفِ قلوب کا جذبہ پیدا ہوا۔ جہاں کہیں کوئی فقیر یا گوشہ نشین ملتا ہے میں اس کی ملاقات کے لئے جاتا ہوں اور دُعا کے ذریعہ اس کی مدد حاصل کرتا ہوں چونکہ وہی امیر سب سے بہتر ہے جو فقیر کے دروازے پر جاتا ہے اور فضیلت حاصل کرتا ہے۔"

چنانچہ حضرت میر مخدومؒ جب بھی اس کے دورِ سلطنت میں دہلی تشریف لے گئے تو بادشاہ آپؒ کا شاندار استقبال کرتا۔ فیروز شاہ تغلق کا یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی حضرتؒ فیروز آباد کے قریب پہنچتے تو وہ بڑی عقیدت اور بڑے تزک و احتشام سے استقبال کرتا۔ حضرتؒ کبھی تو کوشک معظم کے اندر شفا خانے میں قیام فرماتے اور کبھی خان مرحوم کے خطیرے میں۔

واپسی پر فیروز شاہ تغلق حضرت میرؒ کی اس طرح تعظیم کرتا کہ جب آپ رخصت ہوتے تو سلطان جام خانہ کے اوپر اس وقت تک کھڑا رہتا جب تک آپ حضرت محل تک نہ پہنچتے جب آپ نظروں سے اوجھل ہو جاتے تب سلطان بیٹھ جاتا۔ سلطان فیروز تغلق کے وزیر خان جہاں کا ایک واقعہ حضرت میرؒ کی عظمت و بزرگی کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس لئے یہاں پر تحریر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وزیر موصوف نے ایک شخص کے بیٹے کو قید کر دیا تھا۔ اُس کے رشتہ دار حضرت میر مخدوم جہاں نیاںؒ کے پاس آتے اور عرض کیا کہ حضور خاں جہاں سے سفارش فرمائیں کہ وہ اس کو رہا کر دے چونکہ مجبوراً لوگوں کی دستگیری کرنا درویشوں کا شعار رہا ہے اس لئے حضرت میرؒ سفارش کرنے کے لئے آمادہ ہوتے۔

خان جہاں کے پاس جب حضرتِ مخدومؒ تشریف لے گئے لیکن اس مرتبہ بھی ملاقات نہ ہوئی خدائے تعالیٰ کو شاید استقامت کا امتحان لینا منظور تھا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

استقامت کے متعلق کہا گیا ہے کہ استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے۔ چنانچہ حضرت تیسری، چوتھی اور پانچویں بار خان جہاں کے پاس گئے لیکن خان جہاں نے ملاقات کا موقعہ نہ دیا۔ اس طرح حضرت مخدومؒ اُس کے پاس اُنیس مرتبہ تشریف لے گئے لیکن بنا ملاقات کئے واپس لوٹے لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری جب کہ آپ اور ہم جیسے لوگ دوسری یا زیادہ سے زیادہ تیسری بار ملنے والے کے رویے برتاؤ پر سایل کو بھی نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالتے۔ لیکن حضرت مخدوم رح نے ایسا نہ کیا وہ چاہتے تو روحانی طور بھی مسئلہ چٹیلوں میں چل کر ڈالتے۔ چنانچہ جب حضرت میرؒ بیس ویں مرتبہ خان جہاں کے پاس گئے تو خان جہاں نے یہ کہلا بھیجا کہ بار بار آپ کیوں آتے ہیں؟ جبکہ میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا کیا آپ کے لئے یہ اشارہ کافی نہیں تھا کہ آپ اتنی بار آئے اور میں آپ سے نہیں ملا۔

اس پر حضرت مخدومؒ نے خان جہاں کو کہلا بھیجا کہ اے عزیز میں بار بار اس لئے آتا ہوں مجھ کو اتنا ثواب ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مظلوم کو تیرے ہاتھ سے چھڑاؤں تاکہ تو بھی ثواب کے درجہ کو پہنچے۔ خانِ جہان پر حضرت مخدومؒ کے پیغام کا بے حد اثر ہوا۔ ایک والہانہ کیفیت طاری ہوئی اور وہ ننگے سر اور گلے میں رسی ڈالے ہوئے حضرتِ میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کے بعد معافی کا خواستگار ہوا۔ معتقد اور مرید ہوا۔ فریادی کے بیٹے کو رہا کر دیا۔ اسکو خلعت اور گھوڑا دیا اور حضرت میرؒ کو نذرانہ پیش کیا۔ حضرت نے نذرانہ قبول فرمایا اور فریادی کے بیٹے کو عطا کیا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرتِ مخدومؒ دوسروں کے کام میں کتنا کچھ برداشت کرتے تھے اوروں کی مصیبت اپنے سر کس طرح لیتے تھے اس کے برعکس حضرت میرؒ کا ایک ذاتی واقعہ بھی ہم رقم کر رہے ہیں اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت میرؒ کے اپنے ذاتی کاموں میں بے نیازی کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجیے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اُوچ میں محکمہ آبپاشی والوں نے پانی بند ہونے پر کوئی توجہ نہ دی جس سے کہ شہر کے باغات وسبزہ زار عین بہار میں نذرِ خزاں ہونے لگے۔ اس میں زیادہ تر حضرتؒ کے اپنے باغات متاثر ہوتے تھے۔ عوام کے زبردست اصرار پر کہ پانی کی بحالی کے لئے سفارش ہو۔ تو حضرت میر علیہ رحمہ نے گورنر کے نام ایک دوسری خط تحریر فرمایا جسکی عبارت کچھ اس طرح ہے۔ "اہالیانِ اُوچہ ذی قعدہ کو محرم تصوّر کر بیٹھے ہیں کہ بنو فاطمہؓ (یعنی سادات اُوچہ) کو پانی بند کیا گیا ہے۔ اگر میرا باغ اس دنیا میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے خشک ہو جاتا ہے تو کوئی پروا نہیں کہ میں آلِ حسینؓ ہوں اور تشنگی میری میراث ہے۔"

حضرت شیخ میر مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ کے مرید اور خلفاء کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ "ثمرات القدس" کے مطابق حضرتِ مخدوم جہانیاں کے ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھیاسی (۱۷۰۲۸۶) مرید و خلفاء تھے۔ آپ کے چند ممتاز اور نامور خلفاء میں سے قابل ذکر ہیں۔

- آپ کے صاحب زادے حضرت سیّد صدر الدین بخاری راجو قتالؒ
- حضرت شیخ اخی راجگیریؒ • حضرت شیخ علم الدّین ترمذیؒ •
- حضرت مولانا سراج الدّینؒ • حضرت سیّد جہاں گیر سمنانیؒ •
- حضرتِ سیّد شرف الدّین مشہدیؒ (یہ حضرت جناب سیّدؒ کے داماد بھی تھے)
- حضرتِ تاج الدین بھکری • حضرت سکندر بن مسعودؒ •
- حضرتِ سید محمود شیرازیؒ • حضرتِ علاؤ الدین علیؒ • حضرتِ شرف الدینؒ

اور حضرت مولانا عطاءؒ الن سب اصحاب نے حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سلسلے کو دور دراز علاقوں میں پھیلایا اور حضرت میرؒ کے پیغام کو عوام و خواص تک بحسن و خوبی پہنچایا۔

حضرت داود دمشکوانیؒ "اسرار الابرار" میں ان خلفاء کی تعداد یوں تحریر فرماتے ہیں۔

- فتویٰ دہندگان علماء دین = ۱۰۰۲۲ ، بزرگان اہل ارشاد ۱۲،۵۵ ، ابدال = ۱۹۰۰ ، جن کا مصلّی ہوا کے بر دوش تھا = ۷۰۰ اغواث = ۱۰۲۹ ، صوفیاء کرام = ۲۶۰۰ ، اہل وجد = ۱۰۰۰۰ اصحاب اہل اسرار = ۱۲۰۳۵ ، سالکین = ۱۰۴۰ ، مست الست = ۴۵ ، دشت نوردان از خود رفت = ۱۹۹ متفرق بحرف توحید = ۶۰۰ ، بے نیاز از خلق = ۱۰ ، گوشہ نشین ۱۰ ، طارقین لذات = ۵۲۵ ۔

معتبر اصحاب کی یہ مستند تفصیل اس بات کی آئینہ دار ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ اولیاء کرام میں کس درجہ ممتاز و یکتا تھا۔

آسمانِ معرفت کے اس بدرِ کامل کے تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تھی جن کے اسمائے گرامی یوں ہیں۔

- حضرت میر سیّد محمود بخاریؒ المعروف حضرت ناصر الدین بخاریؒ
- حضرت میر سید عبداللہ بخاریؒ
- حضرت میر سیّد محمد بخاریؒ المعروف میر سید علی اکبر بخاریؒ
- تینوں جید عالم اور عالی مرتبہ بزرگان تھے۔ تینوں حضرات صاحب کشف و کرامات تھے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرتِ سید السادات کی ایک صاحب زادی بھی تھیں جن کا نکاح
حضرت سید شرف الدین مشہدیؒ کے ساتھ ہوا تھا۔

❀ — طریقِ بیعت :

"خزینۃ الجلالی" میں تحریر ہے کہ جب کوئی شخص حضرتِ مخدوم رحؒ کی خدمت میں مرید بننے کی نیت سے حاضر ہوتا تو حضرتِ میرؒ فرماتے تھے :-

"میں اس قابل نہیں کہ کسی کو اپنا مرید بناؤں البتہ ہم آپس میں اُخوت اور برادرانہ رشتہ قایم کریں گے تاکہ ہم قیامت کے روز عذابِ خداوندی سے ایک دوسرے کی وساطت سے بچ جائیں کیونکہ جنابِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

- کثرت سے اپنے لئے دینی بھائی بناتے جاؤ کیوں کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے بعید ہے کہ کسی مومن کو اپنے بھائیوں کے سامنے عذاب دیدے

یہ فرما کر آپ طالب کے ہاتھ کو اپنے دستِ مبارک میں لیتے اور فرماتے۔ کیا تو نے مجھے اپنی برادری میں لیا؟" طالب جب "جی ہاں" کہتا تو فرماتے۔

"آؤ اب ہم دونوں بھائی توبہ کریں"۔ اس کے بعد تین بار خود بھی کلماتِ ذیل پڑھتے اور مرید سے بھی پڑھواتے ۔

أستغفر اللهَ الذي لا إله إلّا هو الحيّ القيوم و أتوب إليه"

"میں اُس اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں جس کا کوئی شریک و ساجھے دار نہیں۔ جو زندہ بھی ہے اور قائم رہنے والا بھی اور میں اس کی طرف لوٹ آیا ہوں"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور اس کے بعد فرماتے :-

اللّٰھُمَّ اَشْرِحْ صَدْرَہٗ

(اے خدا اسکے دل کو وسعت عطا فرما)

پھر اپنا مقدس ہاتھ طالب کے سینے پر رکھتے تھے اور مقراض سے اس کی پیشانی کے چند ایک بال اور دائیں بائیں جانب کے کاٹتے تھے اور یہ دُعا پڑھتے جاتے تھے :- اَللّٰھُمَّ اَقْصِرْ اَمَلَہٗ وَاحْفَظْہُ عَنِ الْمَعَاصِی۔

(اے خدا اس کی خواہشات کم کر دے اور گناہوں سے بچاؤ)

بال کاٹ چکنے کے بعد یہ دُعا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَی التَّوْبَۃِ وَاحْفَظْنَا عَنِ الْمَعْصِیَۃِ وَاحْفَظْہُ مِنْکَ وَبِحَقِّ الشَّیْخِ الْکَبِیْرِ بَھَاءِ الْحَقِّ وَالدِّیْنِ وَالشَّیْخِ الْعَارِفِ صَدْرِ الْحَقِّ وَالدِّیْنِ وَالشَّیْخِ قُطْبِ الْعَالَمِ رُکْنِ الْحَقِّ وَالدِّیْنِ۔

اس دُعا کے بعد اگر کلاہ پاس ہوتی تو طالب کے سر پر رکھدیتے اور فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ لِوَجْہِ تِبَاجِ الْکَرَامَۃِ وَالسَّعَادَۃِ وَاحْفَظْہُ عَنِ الْمَعَاصِی وَثَبِّتْہُ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔

اس کے بعد مختلف استعداد و اہلیت کے مُطابق وصیت فرماتے۔ کسی کو قرآنِ پاک، کسی کو علمِ فقہ سیکھنے کی تلقین فرماتے۔ کسی کو ذکر میں مشغول ہونے کا حکم دیتے۔ کسی کو اوراد شیخ کبیر پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ اور آخر میں طالب کے منہ میں شیرینی ڈالکر یہ دُعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْہُ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ۔

حضرت میرؒ درویشوں کو تاکید فرماتے تھے کہ :-

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

• :- شریعت کی جانکاری حاصل کرو۔
•- بدعت سے بچو اور سنت پر عمل پیرا رہو
•- جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔ ایسی صورت میں وہ مقربین میں سے ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص نفس کے لئے زیارت کرتا ہے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے۔

"سراج الہدایہ" میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے روایت ہے کہ:

• حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے اندر بنائی ہوئی مسجدیں قیامت کے روز کشتیوں کی صورت میں لائی جائیں گی۔ یہ کشتیاں سونے کی بنی ہوں گی۔ لعل و جواہرات سے جڑی ہوئی۔ فرشتے کشتی بان ہوں گے۔ امام کشتی کے اندر سامنے، مؤذن کناروں پر، مسجدوں کے بنانیوالے کشتیوں کے اندر اور ایمان دار نمازی کشتی کے دائیں بائیں بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب لوگ اس سفینہ نور میں پلِ صراط پر سے اس طرح گذریں گی گویا بجلی چمک اٹھی ہو

• - "جو ذکر کیا جائے۔ وہ اللہ کے دوستی کے لئے ہو نفس کے لئے نہ ہو"

خزینۂ جلالی میں جناب سید السادات فرماتے ہیں۔

جو دِل کثرت گناہ کی وجہ سے زنگ آلود ہو جاتے۔ محبانِ خدا کی نظروں میں ایسا دل زمینِ مردہ کی مانند ہے۔ اگرچہ زمین کو موت نہیں آتی لیکن ایک ایسا قطعۂ زمین جس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں اور جس سے فائدہ مند نباتات پیدا نہ ہوتے ہوں، زمین مردہ کہلاتی ہے اور بالکل اسی طرح گنہگار اور غفلت سے بھرا ہوا دل بھی خواہشات اور وساوس کا گہوارہ بن کر نہ خود نفع کما سکتا ہے اور نہ اوروں کے لئے فایدہ بخش ہو سکتا ہے۔ ؎

؎ : خزینۂ جلالی از حضرت مخدوم جہانیاںؒ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مجاہدہ نفس کو لذائذ سے روکتا ہے۔ سماع اُس شخص کے لئے مباح ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ شریعت و طریقت عین شریعت ہے۔ بغیر شریعت کی پابندی کے طریقت کوئی چیز نہیں۔ • کپڑے کو نجاست سے اور بدن کو معصیت سے محفوظ رکھنا شریعت ہے اور دل کو کدورتِ بشریت سے محفوظ رکھنا طریقت[1] ہے۔ اور فراخدلی سے دل کو محفوظ رکھنا حقیقت[2] ہے

• عالم بغیر عمل کے جاہل ہے اور جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ شیطان کا مسخرہ ہے۔

• تین طرح کے لوگوں سے دور رہنا چاہیئے۔ بہتر ہے اول جابر سے جو حق سے غافل ہو اور جبر و معصیت میں مبتلا ہو۔ دوم ایسے عالم سے جو حصولِ دنیا کے لئے علم حاصل کرے۔

• سیوم کمبل پوش جاہل سے جو دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ حضرت میر رہؒ نے صالحین کے لئے دس شرائط رقم کی ہیں:۔

• روزہ رکھنا • رات کو قیام کرنا • موت کو یاد کرنا • جنازے کے ساتھ جانا • قبرستان جانے کو لازم جاننا • یتیموں کی سرپرستی کرنا • بیماروں کی عیادت کرنا۔ صدقہ دینا • سخاوت کرنا • اہل خیر سے محبت، ذکر کرنا۔

---

[1] [2] جناب سیدؒ "خوبیتہ الجلالیؒ" میں طریقت و حقیقت کا بیان ایک جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

الطریقۃ الاخذ بالتقوی و مایقربک الی المولی و اما الحقیقۃ فھو وصول المقصود و مشاھدۃ نور التجلی:۔

• یعنی طریقت یہ ہے کہ آدمی پرہیز گاری اختیار کرے اور وہ رویہ اپنائے جو مولائے حقیقی کی کی طرف لیجائے اور حقیقت سے مراد ہے سالک کا منزل مقصود تک رسائی حاصل کرنا اور نورِ حق کی جلوہ گری کا مشاہدہ کرنا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خلوت اختیار کرنا مسنون فعل ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں خلوت فرمائی ہے۔ سالک اگر خلوت اختیار کرے تو اس کا ثمرہ ولایت ملتا ہے

سلوک کی چار منزلیں ہیں۔

پہلی ناسوت ۔ دوسری ملکوت ۔ تیسری جبروت اور چوتھی لاہوت ہے

ناسوت حیوانات کا عالم ہے، ملکوت فرشتوں کا عالم، جبروت روح کا عالم اور لاہوت بے نشان عالم یعنی لامکان۔

حضرت میرؒ خط کے جواب کو سلام کے جواب کی طرح واجب سمجھتے تھے۔ آپ کے مکتوب بھی آپ کی رشد و ہدایت، درس و تدریس اور تعلیم و تلقین کے آئینہ دار ہیں اور یہ تعلیمات شریعت و طریقت کا گنجینہ بے بہا ہیں

ایک خط بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

" طالب کو چاہیئے کہ عبادت نہ تو دوزخ کے خوف سے کرے اور نہ حور و قصور اور جنّت کی امید اور لالچ سے، درویش مولا کا ہوتا ہے۔ اگر دو عالم کی بلائیں اس کو گھیر لیں تب بھی وہ راضی رہے نہ گِلہ کرے اور نہ شکایت اور نا ہی خلق پر اس کا اظہار کرے۔ اگر دنیا کی کوئی چیز اس کے ہاتھ آئے تو اسکو خدا کی راہ میں خرچ کرے اور خود فقر و فاقہ کرے، تحمّل اور برداشت سے کام لے۔ عبادت میں مشغول رہے اور خداوندِ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ کیوں کہ اولیاء اللہ کی صفت ادب، ترک اور محبت ہے۔"

کشف و کرامات

اگر چہ بقول حضرتِ مخدوم جہانیاںؒ کرامات ولی کے لئے بہت بڑی بات نہیں اور جن کے خلفاء میں سینکڑوں بر ہوا اسکر دوں اغواث اور اہل اسرار ہوں جو بذات خود ان کی کرامتیں ہیں پھر بھی ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جہاں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہم نے حضرت مخدومؒ کے حیاتِ بابرکات کے مشتے از خروارے کے مصداق چند ایک کرامات کا ذکر یہاں پر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

○ — روایت ہے کہ ایک سال دہلی میں بارش نہ ہوئی۔ قحط کے آثار رونما ہونے لگے اور لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ اتفاق سے حضرت میرؒ ان دنوں دہلی میں تشریف فرما تھے۔ اہلِ دلی حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور پر سب حال روشن ہے۔ اس سال بارش نہیں ہوئی ہے اگر یہی حال رہا تو قحط سالی کا اندیشہ ہے۔ مخلوق بھوکوں مرے گی۔ حضورؒ دعا کریں کہ بارش آجائے

حضرت میرؒ نے دعا کے لئے ابھی ہاتھ اٹھاتے ہی تھے کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش ہونا شروع ہو گئی۔ کئی روز جب مسلسل بارش ہوتی رہی تو لوگ پھر پریشان ہو گئے۔ پھر حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور کی دعا سے خوب بارشیں ہوئی لیکن زیادہ بارش سے بھی کھیتی کو خطرہ ہے۔ حضرت نے پھر ایک بار دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ دعا مانگی تو بارش رک گئی۔

●

○ — حضرت سید السادات کا قیام جب شہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے مدینہ منورہ میں تھا یہ اسی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ کے اہلِ سادات نے حضرت میرؒ کے نسب سیادت پر حرف زنی کی۔ حضرت میرؒ نے بحث و دلایل کے بغیر ان کے ساتھ ایک بات کی۔ وہ یہ کہ چلو ہم سب لوگ روضۂ مطہر پر چل کر اس بات کا فیصلہ کراتے ہیں۔ آپ سب لوگ اور میں یکے بعد دیگرے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام گذار ہوں گے جس کے سلام کا جواب یا ولدی کے ساتھ آئے تو وہی سید ہوگا۔ متفقہ فیصلے کے بعد ان میں سے سب لوگوں نے سلام گذاری لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی جواب سلام نہ ملا۔ مگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جب آخر پر حضرت سید جلال الدین حسینیؒ نے حضور اقدسؐ میں "السلام علیکم یا جدی" عرض کیا۔ تو روضۂ پُر انوار سے جواب آیا۔ "وعلیکم السلام یا ولدی"
مدینہ کے اہلِ سادات نے حضرت سید سے معافی مانگی اور سب کے سب آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔

○ — ایک سال ماہِ صیام میں اوچہ کی جامع مسجد میں حضرت نے اعتکاف فرمایا ایک دن اوچہ کا حاکم جس کا نام سومرہ تھا جامع مسجد میں آیا۔ جو لوگ جامع مسجد میں جمع ہو گئے تھے۔ اُس نے ان سب کو وہاں سے باہر نکال دیا۔ حضرت میرؒ کو سومرہ کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ آپ نے سخت لہجے میں سومرہ سے فرمایا۔ "سومرہ یہ تو نے کیا کیا؟ کیا تو دیوانہ ہے کہ تو درویشوں کو ناحق تنگ کرتا ہے۔"
حضرت میرؒ کے اتنا کہتے ہی سومرہ واقعی دیوانہ ہو گیا۔ اُس کی ماں نے سومرہ کا بہت علاج کرایا۔ لیکن اُس کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی۔ آخر کار اُس کی ماں سومرہ کو لیکر حضرت میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُسے معاف کرنے کی اس کے حق میں دُعا فرمانے کی درخواست کی۔

حضرت میرؒ نے سومرہ کی ماں سے فرمایا۔ "تم یہ کرو کہ سومرہ کو پہلے غسل کراؤ۔ اس کے کپڑے تبدیل کرو۔ پھر اس کو حضرت جمال خنداں رویؒ کے مزارِ مبارک پر لے جاؤ۔ اور اس کے بعد اسے میرے پاس لے آنا۔
سومرہ کی ماں نے ایسا ہی کیا۔ جناب میرؒ نے اُس کی خطا معاف فرمائی تو وہ بالکل اُسی وقت بالکل اچھا ہو گیا۔ سومرہ حضرتؒ کے قدموں میں میں سر رکھ کر اُن سے معافی کا طلب گار ہوا اور اس کے بعد وہ اُن تمام درویشوں سے معافی کا خواستگار ہوا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

⭕ ۔ ایک دن حضرتِ مخدومؒ بیٹھے ہوتے تھے کہ یکایک شور وغل برپا ہوا۔ پتہ چلا کہ کہیں آگ لگی ہے۔ اتنے میں لوگ سراسیمگی کی حالت میں بھاگے ہوتے حضرتِ میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت آگ لگی ہوئی ہے حضور دعا فرمائیں۔

حضرت مخدوم نے مُٹھی بھر مٹی لی۔ پھر غوث الاعظم پیرانِ پیر حضرتِ شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کا اسمِ مُبارک بلند آواز سے لیا۔ اس کے بعد ہاتھ میں اُٹھائی ہوئی مٹی کو آگ کی طرف پھینک دیا۔ مٹی کا پھینکنا تھا کہ آگ ایک دم نہ صرف بجھ گئی بلکہ سرد ہو گئی۔

حضرتِ مخدوم جہانیاںؒ اپنی عمر شریف کے آخری ایّام میں حضرت شرف الدّین احمد یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے یادِ ایزدی سے فارغ ہوکر مکتوبات کا بغور مطالعہ فرماتے تھے اور اُن کے مضمرات اور متعلقات پر غور و فکر فرماتے تھے۔ اِس دوران ایک شخص نے آکر حضرتِ میرؒ سے دریافت کیا کہ عالم ضعیفی میں کیا مشغل رہتا ہے۔ حضرتؒ نے در جواب فرمایا۔ "شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں۔" پھر اس شخص نے پوچھا۔ شیخ احمد یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کیسے ہیں؟ حضرت میرؒ نے جواب دیا۔ "بعض مقامات ہماری سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔" یہ بات دراصل اس بلند پایہ عالم دین محدث و مفسر اور صاحب ولایت شان والے بزرگ کی کسر نفسی تھی جو کہ صوفیاء کرام اور اولیاء عظام کا شیوہ رہا ہے۔

کچھ عرصہ اور گذرنے کے بعد حضرتِ مخدوم جہانیاںؒ چند ایام بیمار رہے عید الضحیٰ کا دن تھا۔ حضرت میرؒ نے نماز دوگانہ ادا کی۔ اس کے بعد طبیعت یکایک زیادہ خراب ہوئی۔ ۱۰ ذی الحج ۷۸۵ھ کو آفتاب غروب ہونے کے ساتھ ہی یہ آفتاب علم و معرفت بھی اہلِ دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ

ہمارے ماضی بعید اور ماضی قریب میں روئے زمین کے مختلف خطوں پر وقتاً فوقتاً ایسے دوستانِ خدا، مردانِ باصفا اور مُبلغین بے ریا پیدا ہوئے ہیں۔ جن کے انفرادی کردار نے اپنے اپنے معاشرے اور اپنی اپنی بستی کے اجتماعی شعور پر کچھ ایسے دوررس اثرات ڈالے ہیں اور انمٹ نقوش مرتب کرنے کی امتیازی کامیابیاں حاصل کی ہیں جو اثرات و نقوش صرف اُنکے انفرادی ایثار کا حصہ ہوسکتے تھے۔ کیونکہ اپنے چراغِ وفا میں نمود و نمائش والے علم و دین کو تیل کی طرح جلانے کا حوصلہ خاصانِ بارگاہ کے سوا خود بلند بانگ عالموں اور دینداروں کو بھی میسر نہیں ہوتا۔ اور یوں اُن خاصانِ بارگاہ اور مقبولانِ ازلی کا طرۂ امتیاز اُنکی لاکھ کوشش اخفاء کے باوجود اہلِ نظر بہت جلد بھانپ لیتے ہیں خصوصاً اِس حوالے سے کہ بندگانِ خدا کی حقیقی فلاح و بہبود اور نجات و رستگاری ڈھونڈھنے کی تڑپ نے اُن کو ذاتی مفادات کا گرویدہ بنائے رکھنے والے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نفس سے بعض صورتوں میں برسہا برس تک اور بعض صورتوں میں ہمیشہ کیلئے کنارہ کشی اختیار کرنے کی اعلیٰ مقصدیت والی دیوانگی عطا کی ہوتی ہے۔ نتیجتاً و عملاً شمع کی طرح جل کر شبستانِ احباب کو روشن کرنے کے علاوہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی خلوص و ایثار کی ایسی ایسی مثالیں قائم کر گئے ہیں کہ نوکِ زبان پر اُن کا نام آتے ہی بقدرِ حسیّت سامع کا دل و دماغ روشن ہو اُٹھتا ہے۔ کشمیر کی ایسی ہی ممتاز محبوبیت والی اور عہد آفریں روحانیت والی شخصیات میں مقامی سطح پر اُن صدیقی سوز و نے دوستِ خدا اور ایک ادیسی شان والے عاشقِ رسولؐ میں حضرت شیخ نورالدین ولی کا نام نامی سرفہرست ہے جن کو اپنے مُرشد حضرت میر محمد ہمدانیؒ (فرزندِ ارجمند حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ) خطِ ارشاد مرحمت فرماتے وقت نہ صرف برادرِ مکرم کہہ کر یاد کرتے ہیں بلکہ اس تعارفی مقالہ کا عنوان بنائے گئے خاص نام یعنی شیخ نُورالدین ریشی الکشمیری نام سے بھی اولاً وہی انہیں موسوم کرتے ہیں۔ یوں تو کشمیریوں کے اس خاص معمارِ اخلاق اور مشاطۂ ثقافتِ اسلامی کو ایک ایسے عظیم المرتبت پیشرو کا درجہ حاصل ہے جن کے دو سو سال بعد بھی اور بارہ سو سال بعد بھی "شیخ" ماقبل حروف والے عظیم شیخین کشمیری (خادمانِ دینِ مبین کی حیثیت سے) پُورے عالمِ اسلام سے دادِ تحسین حاصل کر لیتے ہیں۔ مثلاً شیخ شیخان حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ کے خلیفۂ خاص حضرتِ ایشان شیخ یعقوب صرفیؒ جو برصغیر کے لاہور اور دہلی جیسے صدر مقامات پر اعلیٰ قدر و منزلت پانے کے علاوہ ماجکستان اور اوزبکستان کے تاشقند و بُخارا جیسے مراکزِ ادب و ثقافت پر بھی خاص توقیر و پذیرائی پاکر ایشان یعنے اُستادِ محترم کا درجہ پا لیتے ہیں۔ فیضی اور ابوالفضل کو علمی طور مرعوب کرنے والے یہی حضرتِ ایشانؒ عالمِ اسلامی کی رگوں میں شعورِ توحید کا نیا خُون دوڑانے والے اُن عہد ساز مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خاص شیخ الحدیث بن جاتے ہیں، ہاں اُن کے مربی واستاد بن جاتے ہیں جن کی عظمت وعہد سازی کو ماضی قریب کے ایک اور عظیم فرزندِ کشمیر شیخ محمد اقبال (جو خود عالمی سطح پر ایک مثالی نابغۂ روزگار کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں) نے اس خاص شاگردِ صرفی یعنی حضرتِ شیخ احمد سرہندیؒ کی عظمت وعہد سازی کو اپنا خراجِ عقیدت یوں پیش کیا ہے ؎

گردن نہ جھکی اُسکی جہانگیر کے آگے　　جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ آزار

حضرت ایشانؒ کی طرح بحیثیت شیخ الحدیث پورے عالمِ اسلام کی سطح پر پہچانے جانے والے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ ثم دیوبندی ثم ضیغم لولابی جیسے عظیم معاصر شیخ محمد اقبالؒ سے کون واقف نہیں۔ ایسے تمام بلند قامت شیخین کی عظمت اور کارنامے اپنے عظیم پیشرو حضرت نورالدین ریشیؒ المعروف شیخ العالمؒ کے مقابلے میں عالمانہ اور مجتہدانہ اعتبار سے اُس شیخ الاسلامی جیسے عہدۂ خاص کی ذیل میں درج کرنے کے قابل ہیں، جسکی حیثیت اور حدِ اختیار کی ایک مختصر مگر فکر انگیز نشاندہی ڈاکٹر صوفی محی الدین نے اپنی مشہور کتاب کشیر کے صفحات ۱۶۲، ۱۶۴ اور ۶۰۵ پر بحُسن وخوبی کی ہے اور جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ البتہ حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کی عظمت اور کارناموں کی نوعیت قدرے مختلف ہے کیونکہ آپ کا شیخ الاسلام کے بجائے شیخ العالم کہلایا جانا اُس خاص واعظانہ شعری انداز اور پُرتاثیر مُبلغانہ ریاضت ونفس کُشی کا ماحاصل ہے جس کا سلسلہ حضرت شیخ حلاج منصورؒ ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ، حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندؒ، حضرت شیخ سعدیؒ، حضرت مولانا رومیؒ، حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ اور حضرت شیخ محمود شبستریؒ جیسے اُن عارفانِ باللہ اور سالکانِ باصفا سے زیادہ ملتا جلتا ہے جنہوں نے اپنی اپنی مادری زبانوں میں شعر کو تبلیغِ دین کا خاص

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وسیلۂ اظہار بنا کر ایک عالمگیر زباندانی اور صدائے عرفانی کا شعور بیدار کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کا سلسلہ شیخیت اویسی الاصل ہونے کے باوجود انہی حضرات کے قبیلۂ خاص سے تعلق رکھتا ہے اور جن دوستوں نے وقتی اُبال کے تحت شیخ مبارک اور شیخ ابوالفضل جیسے "شیخوں" کو اُن کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جوڑنے کی حماقت کی ہے اُنہیں تائیب ہو کر مولانا رومیؒ کے اس ارشادِ گرامی کو پلے باندھنا چاہیئے ؎

اے بسا ابلیس کادم روے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

حضرت شیخ نورالدینؒ جیسی باکمال روحانی شخصیت کو پہچاننے یا دوسروں کے ساتھ تقابل میں لانے سے پہلے دل و ذہن کو غسلِ صحت کرانا اور ان مبادیات کو ملحوظِ نظر بنانا لازمی ہے جنہیں آدابِ معرفت کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ یہ اُنہی آداب کی آگہی کا فیضان تھا کہ عصرِ خواص نے جہاں اُنکے عرصۂ حیات میں ہی انہیں شیخ العالم قرار دیکر (بعض عُلماءِ سوء کے مقابلے میں امتیاز حاصل ہونے کا) ایک زیرلب اشارہ بہم پہنچایا ہے وہاں انہوں نے سالِ وصال کے حوالے سے بھی معاصر عارفوں میں اُنکے امتیاز کو شمس العارفین قرار دیکر واضح تر بنایا ہے ضرورت پڑی تو اِس نکتے کو شیخ موصوف کا سالِ ولادت اور سالِ وفات زیرِ بحث لاتے وقت بھی اُٹھایا جائے گا۔

○ **شجرہ نسب:** عظیم شاعروں، دانشوروں اور صوفیوں نے اپنے خاندانی سلسلے اور سوانحی واقعات قلمبند کرنے سے اکثر بے نیازی برتی ہے۔ لیکن اِن سب میں شامل ہونے کے باوصف حضرت شیخؒ نے یہ ایک بے نیازی نہیں اپنائی بلکہ خاص معاشرتی تقاضوں اور سماجی عوامل کے تقاضوں کو بخوبی ملحوظ رکھکر بلند بانگ ڈھنگ سے اپنا شجرۂ نسب پیش کرتے ہوئے پوری

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سات پشتوں تک اپنے اسلاف کے نام گِنائے ہیں۔ اِس خاص ضمن میں آپکے لہجے کی بلند آہنگی اور اُس لہجے کے پس پردہ کارفرما رہے ہوئے مذکورہ سماجی عوامل کو نشاندہی ہیں لانے سے پہلے وہ شجرہ پیش کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے جو کلام شاعر کی داخلی شہادت جیسے بہترین ماخذ سے یوں برآمد ہوتا ہے کہ کشتواڑ کے سنز اور سنگھ کہلائے جانے والے جو راجپوت بطور سین مقامی سطح پر معروف رہے ہیں وہ شہمیریوں سے پہلے کشمیر کو طوائف الملوکی کا شکار بنانے والے آخری ہندو راجگان کے سلسلہ (راجہ سہدیو اور اُدیان دیو) تک پہنچ کر ختم ہو گیا ان کے ہی ایک رشتہ دار نے ایک بُزرگ مہاسین کشتواڑی کی نسبت سے سین کو سنگھ سے بدل دیا جبکہ عوامی سطح پر سین قبیلے کے ایک رشتہ دار سلسلے کو سنز نام سے جانا جاتا تھا کیونکہ انہیں قلعوں کی نگرانی کا خاص منصب تفویض ہوتا رہا تھا۔ عشرت کاشمیری نے اپنی تاریخِ کشتواڑ میں تبدیلی کا ذکر یوں کیا ہے "شنگرام سنگھ کشتواڑ کا پہلا راجہ ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ سین کی جگہ سنگھ استعمال کرنا شروع کیا" (ص ۳۸)۔ موتی لال ساقی نے حضرتِ شیخ کے جدِ اعلیٰ اوگرا سنز کا تعلق سورج ونشی خاندان کے ساتھ ظاہر کرنے کے علاوہ اُسکے ایک چچا کا تعلق راجہ سہدیو کے دربار سے ہونے کا امکان بھی ظاہر کیا ہے اور اُس کا نام بھی زنگاسنز لکھا ہے جو بقول ساقی وہ ترک حملہ آور ذُلچو کے ہاتھوں مارا گیا۔ تاہم اسکی نسل آگے بڑھی اور حضرت شیخ تک پہنچی (دیکھئے اکیڈمی کا نندہ ریوش ص ۶) لیکن ساقی صاحب کا یہ متوازی شجرہ حضرت شیخ کے خود فراہم کردہ شجرہ کے ساتھ میل نہیں کھاتا ہے۔ کیونکہ وہ یوں مرتب ہوگا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ساقی صاحب کا مرتب کردہ شجرہ نسب

۱

زنگاشنز

۲

ہُنرشنز

۳

گرزاشنز

۴

سلرشنز

۵

نُنداشنز

عہد حاضر کے اِس شجرے کی ذیل میں بیان کی گئیں کئی اور باتیں بھی محلِ نظر ہیں البتہ پہلے ہم اس کے مقابلے میں اصلی اور دُرست ترین شجرے کو نظر میں رکھیں گے وہ ہے:

خود حضرت شیخؒ کا مرتب کردہ شجرہ نسب

۱

اوگراشنز

۲

درپتاشنز

۳

زنگاشنز

۴

سُنہرشنز

۵

گرزاشنز

۶

سلرشنز

۷

نُنداشنز المعروف نُندہ ریشی

(شیخ نورالدین ریشیؒ)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اب اِس ضمن میں کلام شیخ العالمؒ کی بلند آہنگی کا تھوڑا سا اندازہ اِس کے ترجمے سے بھی لگائیے ازاں بعد اس لہجے کے سماجی عوامل کو محسوس کیجئے۔ کہا ہے ؎

جد میون بگن ووٗن اوگرا سنز اوسو

(معتبر ذرائع کا کہنا ہے کہ میرے جدِ اعلیٰ کا نام اوگرا سنز تھا)

سنت پتہ روٗدُس درپتا شنز

(اسکی پُشت سے جو بیٹا صاحب اولاد ہوا وہ درپتا شنز تھا)

درپتا شنزس سمے ییلہِ ووتو

(جب درپتا شنز کی وفات کا وقت آن پہنچا)

پوٗت پتھ روٗدس زنگا سنز

(تو اُسکی ایک ہی نرینہ اولاد رہی جس کا نام زنگا سنز تھا)

زنگا سنز ییلہ ژُن اندر موٗرو

(زنگا شنز جب لڑائی میں کام آیا)

پتھ تس روٗدُس شہنر سنز

(تو اُس کا وارث سہنر سنز نام کا بیٹا بنا)

سہنر سنزس سنت کم ووٗپتو

(سہنر شنز کے ہاں بیٹے کئی پیدا ہوئے لیکن)

اکھ سنز روٗدُس گرزا سنز

(گرزا سنز نام کا ایک بیٹا بچا)

گرزا شنزس سلر تہٕ شُلوٗ

(گرزا سنز کے ۲ دو بیٹے تھے ایک سلر سنز دوسرا سلو شنز)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سلرن ئۂ چھس نُندا سنز

(اور سلر سنز کا ہی بیٹا میں نُندا سنز ہوں)

تفصیلاً شجرہ مرتب کرنے کے بعد حضرت شیخ کی جو بلند آہنگی آپکے لہجے کو بہت معنی خیز بناتی ہے، وہ ہے ٥

ءِسنزی چھُم مول تے سنزی چھُم موجی

(سنز (راجپوت) ہی میرا باپ اور اسی معزز رہے ہوتے خاندان سے میری ماں کا تعلق ہے۔)

کل تھاو، کول میون چھُی سنزی ہو

(پس اے باتیں بنانے والے پورے ہوش وحواس سے سُن کہ میرا قبیلہ اور خاندان راجپوتوں سے تعلق رکھتا ہے۔)

یعنی اگر ایسا نہ ہوتا تو نہ جانے تم زبان درازی سے کام لیکر مجھے اور میرے باپ کو اسلام قبول کرنے پر کس کس قسم کے طعنے دیتے۔ اصل میں سلطان صدر الدین رینچن شاہ کے عہد سے سلطان سکندر کے عہد تک بڑے پیمانے کی تبدیلی مذہب (MASS CONVERSION) اور ہمہ گیر تحوّلِ معاشرہ (ALROUND SOCIAL TARANSFORMATION) کِسی زور زبردستی اور جبر واکراہ کے بغیر وقوع پذیر ہوتے دیکھ کر قدامت پرست اور مختلف دھرمی آستانوں کے اجارہ دار ایسے غیر مسلموں کو بہت بُرا بھلا کہتے اور مختلف الزام تراشیوں سے ان کی کِردار کشی کرتے جو دل سے اسلام کے شیدائی بن کر نیا مذہب قبول کرتے۔

(۲) شجرۂ نسب : جن لوگوں کو نو مسلموں کے جوشِ ایمانی کا کچھ اندازہ ہوگا اور تفہیم دین کے لئے اُنکی دلی خواہش و ذاتی کاوش کا کچھ اندازہ ہوگا وہی اپنی ولادت سے صرف چند برس پہلے مسلمان ہو گئے ہوتے والدین کے اُس فرزندار جمند کے ناز توارث

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور اعتمادِ عقیدہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں جنکی روحانیت کو پروان چڑھانے کے لئے
ایک سے زیادہ قِرانِ السعدین تاریخِ کشمیر کے حصے میں آ گئے تھے۔ یا بالفاظِ دیگر
جیسے عظیم المرتبت مبلغ دین حضرت سیّد حسین سمنانی رح اور اُن سے فیضِ ایمان
پانے والی عظیم عارفہ کشمیر لل دید اُنکے والدین کی پیشگی تربیت کے لئے مامور ہو گئے
تھے اور اُس یکتائے روزگار سعادتمند نومولود کی اوّلین روحانی تربیت بھی ان ہی
دو بزرگوں کی نگہداشت میں ہونے کے بعد اُسکی تکمیل تربیت کے لئے ان سے
بُلند تر دو روحانی شخصیتیں حضرت میر سیّد علی ہمدانی رح اور ان کے فرزند میر سیّد محمد ہمدانی رح
کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔

کشمیر میں شیخ العالم رح سے پہلے اس طرح کا ہدف بننے والوں میں سے دو بڑی
مثالیں کوتہ رانی اور شری کنٹھ کی تھی جہاں اجارہ داروں کی مُہم طعنہ زنی بڑی کارگر
رہی تھی چنانچہ اوّل الذکر سلطان صدر الدین رینچن شاہ کی وفات کے بعد اسکی تاب
نہ لا کر ہندو مت میں واپس آگئی اور موخر الذکر کچھ دیر کیلئے کشمیر چھوڑ کر سمرقند بھاگ
گیا۔ اِسکے بھاگنے کا سبب تاریخ واقعات کشمیر میں یوں بیان کیا گیا ہے " شیخ
سلیمان ہندوؤں کے ایک بڑے طائفہ (برہمن طائفہ) سے تعلق رکھتا تھا اور شری کنٹھ
نام رکھتا تھا۔ خداداد عقل اور جذبے نے اُس کو اسلام قبول کروایا بلکہ چھپے چوری
مدرسہ اسلام میں جا کر حافظِ قرآن بن گیا۔ لیکن اپنی قوم کے خوف (خوفِ حملہ وطعنہ زنی)
سے اُنکے اطلاع پانے سے پہلے ہی سمرقند بھاگ گیا اور اسلامی علوم میں بڑی مہارت
حاصل کر لی۔ ——— (ص۔۴۰) یاد رہے کہ یہ وہی شیخ سلیمان ہیں جن کو حضرت شاہ
ہمدان رح نے نہ صرف اعلیٰ تعلیمی عہدہ سونپا تھا بلکہ اُنکے قابل بیٹے یعنی شیخ احمد خوشخوان
کو بھی اوّلین اسلامی کالج میں اعلیٰ ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ یہی آزمودہ حربہ سلطان
سکندر کے عہد میں دو خاص با اثر نو مسلموں پر بھی آزمایا گیا لیکن یہاں نہ کوئی دینِ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اسلام ترک کرنے پر آمادہ ہوا اور نہ کوئی کشمیر سے بھاگنے پر بلکہ اس کے بالکل برعکس ایک نے (قبولِ اسلام کے بعد) سہہ بھٹ سے ملک سیف الدین بن جانے کے بعد اُن کے خلاف برابر کا جوابی حملہ کر کے ان کی ناک میں دم کر دیا جبکہ دوسرے نے نُند اسنز سے شیخ نورالدین بن جانے کے بعد گاؤں گاؤں محلہ محلہ گھوم پھر کر انہیں اسلام کی برکتیں سمجھانے کا مشفقانہ بیڑا اُٹھایا۔ وہ اور باتوں کے علاوہ انہیں ذات پات کے غیر انسانی سلوک سے باز رکھنے کی پُر شفقت کوشش کرتے رہے مثلاً ایسے ایسے "شرکی" تخلیق کرتے رہے جو اپنی زبان میں ہونے کے ناطے بھی اور نورانی و قرآنی اثر کے ناطے بھی سخت سے سخت دل کشمیریوں کے دلوں میں اُتر جاتے تھے۔ یوں گویا سادات کے شروع کئے ہوئے تبلیغی مشن کیلئے شیخ نورالدینؒ کا وسیلہ اظہار اللہ کی کھلی اور بروقت مدد کا درجہ پاتا رہا چنانچہ چند معترضین کے بغیر بیشتر طعنہ زن یکے بعد دیگرے شیخ العالمؒ کے ہمنوا بنتے گئے۔ شیخ نورالدینؒ کا ہم مرشد اور ہم عصر ملک سیف الدین اتنی تبلیغی زحمت کیونکر برداشت کرتا کیونکہ وہ میر سیّد محمد ہمدانیؒ کا سُسر بن سکنے کا ہی فخر نہ رکھتا تھا بلکہ سلطان سکندر جیسے پابندِ شریعت بادشاہ کا وزیر اعظم اور فوجی سربراہ بن سکنے کا شرف بھی اپنی خداداد قابلیت سے حاصل کر چکا تھا اور وہ ہر دین دشمن کاوائی کو نقصِ امن کی نگاہ سے دیکھ کر فوری سرکوبی سے نہ ہچکچاتا تھا۔ پھر وہ اپنی اپنی اجارہ داریاں قائم رکھنے کے لئے ذات پات کی وکالت کرنے والوں کے طعنے کیونکر برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے شیخ نورالدین کی طبع افہام و استدلال کے لئے اپنے آپ کو مکلّف نہ سمجھا۔ اُس نے طعنہ زنوں کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیکر اُنکا قافیہ تنگ کر دیا تھا جس کی تفصیل مختلف تاویلات کے ساتھ تاریخوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ البتہ اسی پس منظر میں سراپا شفقت حضرت شیخ العالمؒ نے قرآنی تعلیمات کو اپنے لئے اور اپنے ہم زبانوں کے لئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حرز جان بنانے کی کوشش کرتے ہوئے خاندانی تکبر اور ذات پات کے ہر تصور

کی بیخ کنی کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔ مثلاً ایک "شرک" میں کہتے ہیں ؎

حضرت بابہ آدم مولو

(حضرت باوا آدمؑ ہم سب کا مشترکہ ابوالآباء ہے)

ماجہ حواؑ تتی آرام

(اسی کی عظمت کے زیرِ سایہ حضرت اُم حوا کو راحت نصیب ہوئی)

ادہ کتہِ ووہ پُد ڈونب تہِ زُژ ولو

(اس واضع عقیدہ اور نظریہ کے ہوتے ہوئے پھر کہاں گنجائش رہتی ہے کسی ذات

پات کے نظریئے کی۔)

کو بس ہم کول کیا دِیہ پام

(اس عظیم عقیدے کی رُو سے ہم سب ایک ہی قبیلے کے فرد ہیں اسلئے کسی کو

نیچ سمجھنا عقل کا دیوالیہ پن ہے)

دوسرے "شرک" میں "پدرم سلطان بود" والے نظریئے کے تحت خاندانی

برتری جتلانے والوں کو بڑی شفقت سے دعوٰت چھوڑنے کا مشورہ یوں

دیتے ہیں ؎

کول مولگی رنگن تہِ سنگن

(خاندانیت کا زعم ذہنی اور روحانی برتری ڈھونڈھنے والوں کو ساتھ دینے

والی شے نہیں)

کول موہنگن لیکھنے آو

(قبیلے اور خاندان کا نام کسی کے ماتھے پر لکھا نہیں ہے اور نہ لکھنے کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چیز ہے۔)

کوٗل موا شُد لگی انگن

(قبیلے کا نام جپنے سے کسی کے دُکھتے اعضایا دکھتی رگوں کا مداوا ہرگز نہیں ہوسکتا)

گارن عمل ترٛتہ کوٗل کتہِ آو؟

(آخرت میں تو قبیلے کا زُعم بالکل ہی بیکار چیز ہوگی کیونکہ وہاں اعمال کو دیکھیں گے پس کہاں سے آئی خاندانیت؟)

بہرحال سات پشتوں تک اپنا شجرۂ نسب اتنی بلند آہنگی سے بیان کرنے کا مقصد اُس وقت کے تغیر پذیر کشمیری سماج کے تناظر میں دیکھنے کی دعوت دینے والے ترجمانِ قرآن مبین حضرت شیخ نورالدین ؒ حسب ونسب کی بڑائی جتلانے کے اور ذات پات کے نام پر تنفر یا تفرقے پھیلانے کے اُتنے ہی کٹر مخالف رہے ہیں جتنے وہ توحید پرست ہونے کے ناطے شرک اور بدعات کے کٹر مخالف رہے ہیں۔ ذات پات کی بیخ کنی کرنے کے کتی اور تبلیغی اظہارات اُن کے عارفانہ کلام میں غور کرنے سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً بہ "شرک" ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

ذات گرٛ شتھ کیا چھےٗ سُودا؟

(اے ذات پات کے پُجاری کیا فائدہ ہے تمہیں لوگوں سے اُنکی ذات پوچھنے میں)

ذات گرٛ شتھ کیا مُدعا چھےٗ؟

(مجھ پر تمہارے اس حماقت بھرے استفسار کا مُدعا واضح نہیں ہو پایا)

ترٛتہ نو تھو تے قبیلہ جُدا

(ذرا ہوش کے ناخن لے جہاں تجھے حساب دینے کے لئے جانا ہے وہاں نسب کی بنیاد پر تیرا قبیلہ الگ نہیں رکھا جائے گا۔)

سارنے خالق خدا چھےٗ

(سب کا خالق خدا ہے)

 CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نسبی لحاظ سے آخرت میں کوئی انتخاب عمل میں نہ آنے کی بات سمجھانے والے حضرت شیخ العالمؒ وہاں اچھے اعمال اور بُرے اعمال کی بنیاد پر اصحاب یمین (جن کو دائیں ہاتھ میں اپنا اپنا نامۂ اعمال دیا جائے گا) اور اصحابِ شمال (جن کو بائیں ہاتھ میں اپنا اپنا نامۂ اعمال تھمایا جائے گا) کا انتخاب عمل میں آنے کی ہیبتناک گھڑی یاد دلاتے ہیں یہ کہہ کر ؎

رِتی رِتی یا متھن بیوٗن کُن ژارن　　　بے چھِم لگہِ نا کارن ستی

ندامت دیکھیئے کہتے ہیں جس گھڑی وہاں اچھوں اچھوں کو مرتبہ وار چُن لیا جائے گا مجھے اندیشہ ہے کہ میں اچھے اعمال کی کمی کے باعث کہیں اُس وقت بُروں کے ساتھ اُٹھایا جاؤں گا۔ نسبی رعونت والوں کی ذہنی جاروب کشی اور اصلاح کرنے والے شیخ نورالدینؒ ذات پات کی بیخ کنی کو اپنی عارفانہ شاعری کا ایک مستقل موضوع بنا کر زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں کو اُس اسلامی اصولِ تقویٰ کا گرویدہ بنلاتے گئے جس کی واضح نشاندہی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ یعنی "تم میں بڑا وہ ہے جس کے دل میں خوفِ خدا اور زیادہ نیکی کا جذبہ ہو" کہہ کر کی گئی ہے۔ قرآنی باتیں عربی سے لے کر میٹھی کشمیری میں منتقل کر کے اپنے ہم زبانوں کو سنانے والے شیخ العالمؒ کشمیر کا سب سے بڑا سماجی انقلاب بپا کرنے میں نہایت اہم رول انجام دے سکے ہیں۔ نسبی رعونت والوں کے لئے ان کے اصلاحی پیغام کی تان ایسے الفاظ پر بھی ٹوٹتی دکھائی دیتی ہے ؎

ذات چھُے دپان ذات کُس شُنی

(ذاتِ باری تمہیں (قرآن میں) یہ بات بخوبی سمجھاتا ہے کہ جو بھی ابنِ آدم ذات پات کی بات سنے گا اور مانے گا)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

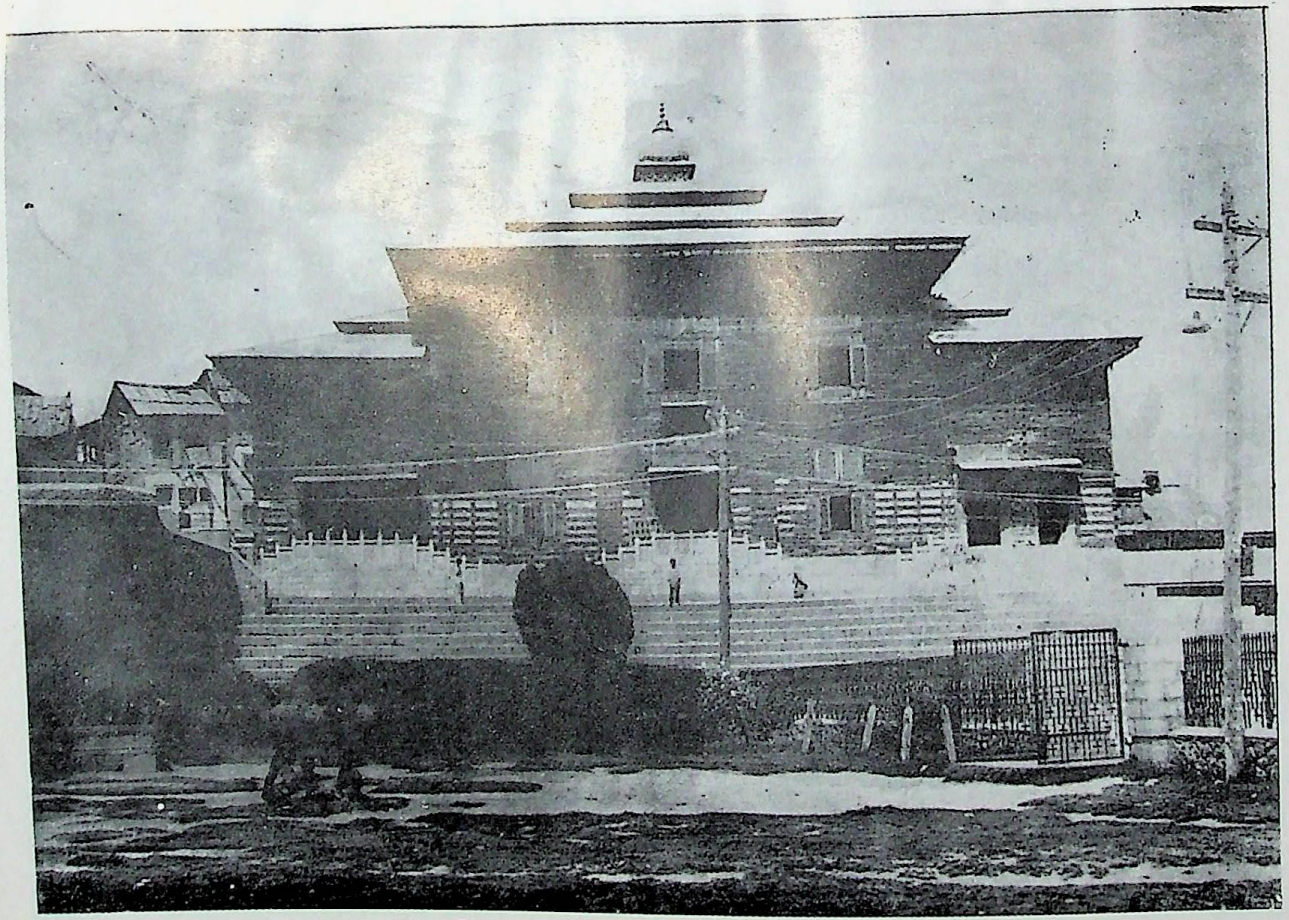

آستانۂ عالیہ کے جوار میں سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کی بنا کردہ خانقاہ کی ایک یادگار تصویر جو ۱۹۹۵ء میں نذر آتش ہوئی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آستانۂ عالیہ کی ایک یادگار تصویر جہاں حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ اپنے دس خلفاء کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تس عقل تے بو دٲنی مو

(جان لو شعوب و قبائل کو صرف پہچان کا ذریعہ قرار دینے والے اللہ کی نظر میں) وہ عقل اور سمجھ سے عاری ہے)

اُلگ ذات چھنے نکس کَنی!

(اِس دُنیا میں (ایک اللہ کے بندے اور ایک آدم کی اولاد ہونے کے ناطے) ہر کسی کی ایک ہی انسانی ذات ہے)

پُلگ ذات کانسہِ کُنی مو

(البتہ اس دنیا آخرت میں نیک اور بُرے اعمال کے اعتبار سے کوئی فرد کسی ایک ذات کا نہیں ہو سکتا کیونکہ لوگوں کے اعمال کے مراتب و مدارج وہاں بالکل الگ الگ ہوں گے)

یوٗد بوٗ ے آسی اِسلا منی

(اگر تجھ پر اُخوتِ اسلامی کا نکتہ روشن ہو جائے تو (ق بِالمومِنِین اِخوانا کی بدولت))

تِہ کھوتہ ذٲژ کانژھ پژنی مو

(اُس صورت میں تجھ سے روشن ذات والی کوئی مخلوق نہیں ہو سکتی)

یہ ہیں اپنے شجرۂ نسب اور اُس وقت کے کشمیر پر حاوی نظریۂ ذات پات سے متعلق حضرت شیخ العالم رح کے آفاقی اور عالمگیر خیالات جن میں سے بیشتر دقیانوسی حسب و نسب کی رعونت پر اترانے والوں کا توڑ کرنے کے لئے شاعرانہ فصاحت کے ساتھ کہے گئے ہیں۔

کشمیر کے سارے دستیاب تذکروں کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی سمجھ آجاتی ہے کہ حضرت شیخ نورالدین رح کے حالات اور کارناموں پر تیار کی گئی جو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سب سے قریب العصر اور اہم دستاویز سلطان زین العابدین بڈشاہ (۸۲۳ھ تا ۱۴۲۰ء / ۸۷۴ھ / ۱۴۷۰ء) کے ملک الشعرا ملا احمد کشمیری کی "مراۃ الاولیاء" نامی کتاب کی شکل میں معرضِ وجود میں آگئی تھی۔ اس کی عدم دستیابی کے سبب اس موضوع سے متعلق تین بنیادی اہمیت کے ماخذ ہیں۔ ۱۔ حضرت شیخ حمزہؒ کے خلیفہ بابا داؤد خاکیؒ کا منظوم ریشی نامہ المعروف قصیدۂ لامیہ۔ ۲۔ حضرت خاکیؒ کے خلیفہ بابا نصیب الدین غازی کشمیریؒ کا نثر و نظم پر مشتمل نور نامہ المعروف کتاب مناقب۔ ۳۔ بابا نصیبؒ کے خلیفہ بابا داؤد مشکواتیؒ کا نثر و نظم پر مشتمل "اسرار الابرار" نامی تذکرۂ اولیا۔ شاید بیشتر محققین اس بات سے بخوبی واقف ہونگے کہ بابا داؤد خاکیؒ (۹۲۸ھ / ۱۵۲۱ء - ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء) کا ریشی نامہ اصل میں شیخ نور الدینؒ کے حالات و کرامات نظم کرنے کے برعکس بابا موصوف کے ایک ہم عصر ولی بابا ہردی ریشیؒ کے حالات و کرامات نظم کرنے کے لئے مخصوص رہا ہے۔ اور ان کا تعلق حضرت شیخ نور الدینؒ کے سلسلۂ ریشیان سے ہونے کے ناطے صرف تمہیداً شیخ العالمؒ کا مختصر توصیفی ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اس شعر سے آغاز کلام کرنے کی غرض سے بحیثیتِ بانیٔ سلسلہ انکو یوں پیش کرتے ہوئے ؎

شیخ نور الدین ریشیؒ پیر جمع ریشیاں
زاہدے خوش بود و با حق داشت بسیار اشتغال

ظاہر ہے کہ یوں بابا خاکیؒ نے شیخ موصوف سے متعلق تفاصیل بہم نہ کر کے اولین دستیاب ماخذ پیش کرنے کا موقعہ کھو دیا ہے۔ البتہ یہ بات قرین قیاس لگتی ہے کہ انہوں نے ہی اس امر کی تلافی کے لئے اپنے خلیفۂ خاص بابا نصیبؒ کو ایک مفصل نور نامہ لکھنے کی تحریک دی ہوگی اور یوں حضرت شیخ العالمؒ پر تحقیق و تحسین کاری کا شوق رکھنے والوں کے لئے اولین دستیاب ماخذ کی فضیلت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بابا نصیب الدینؒ کے نورنامہ کے حصے میں آگئی ہے۔ ریشی نامہ یا قصیدۃ الامیہ ۹۸۸ھ میں لکھے جانے کے مقابلے میں ابوالفقرا بابا نصیبؒ (۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء تا ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء) کا نورنامہ تقریباً پچیس سال بعد ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۰ء کے آس پاس مکمل ہوگیا ہے۔ بابا نصیبؒ کے مرید خاص بابا داؤد مشکواتی کا "اسرارالابرار" نامی تذکرۂ ریشیان نورنامہ کے تیئیس ۲۳ سال بعد ۱۰۴۸ھ/۱۶۵۳ء کے آس پاس مکمل ہوگیا اسلئے آخر الذکر دو تذکروں کے درمیان زیادہ بُعد زمانی حائل نہیں پھر بھی ان دو میں ماخذوں کی حیثیت سے شیخ العالمؒ کا سالِ ولادت درج کرنے میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے جس سے ایک اور اہم واقعہ سے متعلق یعنے خود امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ جیسے معمار ثقافت کشمیر کے ساتھ اس اہم روحانیت پرور فرزند کشمیر کی ملاقات کا واقعہ مختلف مباحث کی لپیٹ میں آنے کی گنجائش پیدا ہوگئی ہے۔ چنانچہ بابا نصیبؒ نے جہاں شیخ العالمؒ کا سالِ ولادت ۷۷۹ھ اور سالِ رحلت ۸۴۲ھ اپنے کسی ماخذ کا نام لئے بغیر درج کرلیا ہے۔ وہاں اُنکے مرید بابا داؤد مشکواتیؒ نے حضرت شیخ موصوفؒ کا سالِ ولادت ۷۵۷ھ اور سالِ وفات ۸۰۸ھ مرشد کی طرح ہی اپنے کسی ماخذ کا نام لئے بغیر درج کرلیا ہے۔ لہٰذا محققانہ پذیرائی کے لئے دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہے۔ البتہ مرشد کے حق تقدم اور مرتبہ کو ملحوظ رکھکر بعد کے بیشتر تذکرہ نویسوں نے بابا نصیبؒ کی پذیرائی کو ایک گونہ اخلاقی فرض سا سمجھ لیا ہے۔ مثلاً اولیائے کشمیر کا سب سے بُلند مرتبہ "فتحات الکبرویہ" کے نام سے ۱۱۶۳ھ میں لکھنے والے شیخ عبدالوہاب نوریؒ نے ان دونوں واقعات پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے کہ حضرتِ شیخ العالمؒ کے عالمگیر موضوعات کی طرح آخرت میں اُنکے علمدارِ کشمیر یاں بن جانے کی امتیازی شان بھی قابلِ فہم بن جاتی ہے۔ شیخ نوریؒ کا صرف ترجمہ پیش ہے۔

"جن دنوں بابا داؤد خاکیؒ اپنے مرشد حضرت محبوب العالم سلطان مخدوم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ حمزہؒ کے ارشاد کی تکمیل میں پرگنہ کھویہامہ (کویہامون) کے شنکہ بال نامی مقام پر لمبی چلہ کشی کی نیت سے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ انہی دنوں کے دوران ایک رات اُنکے دل پر یہ (استفہامیہ) خیال حاوی رہا کہ (اگر ہر بستی اپنے سب سے ہمدرد روحانی خیر خواہ اور علمدار کے ساتھ مبدا(؟) محشر میں اٹھائی جاتی از روئے مشیت مطلوب ہے تو کشمیر کی بستی کے لوگ کس بزرگ شخصیت کے علم کے زیر سایہ اٹھائے جائیں گے۔ اُسی رات حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں اپنے جلوۂ عالمتاب سے نواز کر یہ فرمایا کہ روز قیامت کے لئے کشمیریوں کا علمدار اور سلطانِ کشمیر شیخ نورالدینؒ کو مقرر کرلیا گیا ہے۔ گویا اس خطے کے لوگ اُنکی علمداری میں ہی اُٹھائے جائیں گے۔

بابا داؤد مشکواتیؒ نے (باباخاکیؒ کے اس بیان کی روایت کرنے کے علاوہ) یہ بھی کہا ہے کہ حضرت امیرؒ کے ساتھ شیخ العالمؒ کی ملاقات مشہور رہے لیکن امیر سے یہاں (میر سید علی ہمدانی کے بجائے) میر سید محمد ہمدانیؒ مراد لیا جانا چاہیئے کیونکہ تاریخی کتابیں اسی بات پر متفق ہیں اور ابوالفقرا بابا نصیبؒ نے نورنامہ میں جہاں انکے درمیان (ملاقات) مجلس آرائی کا ذکر کیا ہے وہاں انکی مُراد بھی میر سیّد محمد ہمدانیؒ ہی ہے۔ دراصل کاتب نے غلطی سے میر سید علی ہمدانیؒ لکھا ہے۔ اسی طرح سے کچھ لوگوں کا شیخ نورالدینؒ کی ولادت کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا سال ولادت ۷۵۷ھ ہے اور سالِ وفات ۸۰۸ھ جبکہ ابوالفقرا بابا نصیبؒ نے نورنامہ میں اُن کا سالِ ولادت ۷۷۹ھ اور سالِ وفات ۸۴۲ھ بتایا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخؒ کے مقبرہ پر بھی یہی تاریخیں درج کی گئی ہیں"۔

فتوحات الکبرویہ ورق ۱۳۵ب / ۱۳۶ الف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ محمد اعظم دیدہ مری (۱۱۰۳ھ - ۱۱۷۹ھ) نے اپنی مشہور تالیف "واقعات کشمیر" میں "اسرار الابرار" میں سالِ ولادتِ شیخ ۷۵۷ھ ہی درج کیا ہے لیکن سالِ وفاتِ شیخ سنہ ۸۲۰ھ دکھایا ہے۔ ایسا "فتحات الکبرویہ" کے الفاظ میں درج سنہ ہشتصد و ہشت میں کتابت کی غلطی ہونے کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے اور "واقعات کشمیر" کا اندراج ہشتصد و بیست ہی "اسرار الابرار" کی عبارت کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھنے کے علاوہ حضرت شیخ العالمؒ کی عمر شریف بیشتر بزرگانِ دین کی طرح ۶۳ سالہ قرار دئے جانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف سے مماثلت جو یا نہ عقیدت رکھنے والوں کی نظر میں بھی قابلِ غور ہے۔ مورخ حسن نے بھی اپنی مشہور تاریخ کے حصہ اولیا (اسرار الاخیار) میں بابا داؤد مشکواتی کی "اسرار الابرار" میں تاریخِ وفاتِ شیخ کی پذیرائی کی ہے۔ ان تاریخوں کی پذیرائی کرنے سے جہاں حیاتِ شیخ العالمؒ کے بیشتر زبان زدِ عوام واقعات پر نظرِ ثانی کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے وہاں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ، حضرت سید حسین سمنانیؒ اور للہ عارفہ کے ساتھ شیخ العالمؒ کے ملاقی ہونے اور اکتساب فیض کرنے کے بہت سے پہلو زیادہ تابناک دکھائی دینے لگتے ہیں۔ البتہ اختلاف رائے کے اِن مباحث کی روشنی میں حیاتِ شیخؒ مرتب کرنے والے محققین کو عوامی عقیدے میں رچے بسے خیالات بدلنے اور کراماتی بیانات کی اصلیت بیان کرنے سے بہتر وہ عافیت کوشی دکھائی دی ہے جن کا مظاہرہ عبدالاحد آزادؒ جیسے ایک روشن دماغ اور پرخلوص محقق کو بھی اپنی کتاب "کشمیری زبان اور شاعری میں" ذکر شیخ العالمؒ کی تمہید باندھتے وقت کرنا پڑی ہے۔ اس تمہید کا ایک اقتباس حیات شیخ العالمؒ پر نظر ڈالتے ہوئے کیا جائے گا۔ یہاں پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ آزادؒ موصوف نے جہاں ابوالفقرا بابا نصیبؒ کے بیان کی پذیرائی کر کے اُنکے فارسی الفاظ کو ولادتِ شیخ العالمؒ سے متعلق اُردو الفاظ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا جامہ یوں پہنایا ہے۔ "اُس سرمایۂ سعادت (حضرت شیخ نورالدینؒ) کی ولادت سلطان قطب الدین کے نویں سالِ جلوس قریۂ کیموہ میں چھ جمادی الاوّل ۷۷۹ ہجری کو ہوئی۔" وہاں آزاد نے نہ صرف اس تاریخی حقیقت کو نظرانداز کیا ہے کہ سلطان قطب الدین کا پہلا سالِ جلوس ۷۷۵ھ ہجری مطابق ۱۳۷۳ء ہے اور اس لحاظ سے ۷۷۹ھ ہجری سلطان قطب الدین کا نواں نہیں بلکہ صرف چوتھا سال جلوس ہے اور اگر واقعاً ولادت شیخ کو نویں سال جلوس کا ہی معاملہ قرار دیا جانا مطلوب ہو تب ۷۷۹ھ کے بجائے ۷۸۸ھ کو سال ولادت ماننے کی مجبوری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس پر مستزاد یہ کہ تاریخی واقعات کے باہم ٹکرانے کی پرواہ کئے بغیر اسی تاریخ ولادت کی بنیاد پر آزاد نے نہ صرف حضرت شیخؒ کے بارے میں یہ ذیلی عنوان جلی حروف میں تحریر کرنے کے قابل گردانا ہے کہ "**حضرت میر سید علی ہمدانیؒ سے ملاقات**" مسلّم ہے بلکہ اسکی ذیل میں مطلوبہ واقعیوں پیش کیا ہے "جب میر سیّد علی ہمدانیؒ دوسری دفعہ کشمیر تشریف لائے تو ایک دن موضع کیموہ (تحصیل کولگام) جہاں حضرت شیخؒ سکونت کرتے تھے، پہنچے۔ شیخ کی عمر اُس وقت سات برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ ایک کریوہ پر ایک اونچی جگہ پر بیٹھے تھے۔ حضرت امیرؒ نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور شیخ کے پاس گئے۔ شیخ آداب بجالاکر متواضع بیٹھے حضرتِ امیرؒ دیر تک شیخ کو اسرارِ باطنی سے آگاہ کرتے رہے۔ حضرت امیرؒ کے ساتھیوں میں غلام الدین موذن ایک تھے۔ اُن کے دل میں حضرتِ امیرؒ کے اس رویہ سے بُرے جذبات ابھرنے لگے۔ ابھی اس کے دماغ میں یہ خیالات گھوم ہی رہے تھے کہ سیّد پاک آگئے اور غلام الدین موذن سے یوں مخاطب ہوئے ——— اے غلام الدین ان غلط قسم کے اوہام کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ حقائق شناس لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی خود گمراہی کے گڑھے میں گر جائے گا۔ اور یہ معصوم جو تمہاری نظر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں حقیر ہے، ایک ایسا سورج ہے جو مائل بہ رفعت ہے ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تو اس کا مرید بننے کی خواہش کرے گا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت امیر کبیرؒ اپنے وطن واپس تشریف لے گئے۔ رحلت فرمانے کے وقت اپنے فرزندِ ارجمند میر محمد ہمدانیؒ کے نام کشمیر جاکر حضرت نورالدین ریشیؒ سے ملنے کی وصیت تحریر فرماکر اپنے مرید خاص شیخ قوام الدین کے حوالے کر دی۔ حضرت امیرؒ کا سالِ وفات "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" سے حاصل ہوتا ہے یعنی ۷۸۶ھ ہجری۔

● —— (کشمیری زبان اور شاعری ج ۲ ص ۱۸۰/۱۸۱)

عبدالاحد آزاد نے مذکور بیان آنکھیں بند کر کے نقل ہی نہیں کیا ہے بلکہ سہل انگاری، عافیت کوشی اور مورخانہ بے بصری کو بھی اپنی قدآور شخصیت پر منڈلانے کی دعوت دی ہے چنانچہ ایک سرسری تجزیے کی رُو سے وہ اس ایک ہی اقتباس میں کئی محلِ نظر باتیں بیان کر گئے ہیں۔ اور ان میں سے بیشتر کو اپنے ماخذ نورنامہ سے مِن و عن نقل کرنے کا احساس دلاتے ہیں مثلاً:

● —— یہی حضرت شیخ کی ولادت ۷۷۹ھ میں ہونے کے باوجود سلطان قطب الدین کے نویں سال جلوس میں ہوئی ہے۔

● —— یہ کہ میر سید علی ہمدانیؒ جب دوسری بار کشمیر تشریف لائے تو وہ حضرت شیخؒ سے عہدِ طفولیت میں ہی ملے اور اُن کے ساتھ اسرارِ باطنی پر کافی دیر تبادلہ خیال کیا۔ شیخ العالمؒ جیسے ممتاز روحانی نابغے کے ساتھ کم عمری میں ایسا تبادلہ ہو سکنے میں کوئی کلام نہیں۔ اصل استفسار حضرت امیر کے تین بار کشمیر تشریف لانے اور دوسری بار کی تشریف آوری کے دوران حضرت شیخ سے ملاقی ہونے اور اُس وقت انکی عمر صرف سات سال ہونے سے ہے جو تذکرہ نویس اور مورخین حضرت امیرؒ کی سہ بارہ کشمیر نوردی کے قائل ہیں وہ متعلقہ تین سالوں کا تعین اس طرح سے کرتے ہیں:۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

- حضرت امیرؒ کی پہلی کشمیر نوردی سلطان شہاب الدین کے عہد میں ۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء کے دوران سات سو مبلغین و سادات سمیت۔ ۱؎
- حضرت امیرؒ کی دوسری کشمیر نوردی سلطان قطب الدین کے عہد میں ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء کے دوران آکر سب سے لمبا قیام تقریباً ۲½ سال۔ ۲؎
- حضرت امیرؒ کی تیسری کشمیر نوردی سلطان قطب الدین کے عہد میں ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء کے دوران سب سے مختصر قیام بوجہ علالت۔ ۳؎

اب اگر یہ بات مان لیں کہ دوسری کشمیر نوردی کے آغاز میں ہی حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ حضرت شیخ سے خاص شفقت کے ساتھ ملتے ہیں اور اُن سے اسرار باطنی بیان کر کے انہیں کم سنی میں ہی اپنا ہمراز بنا لیتے ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اپنی علمداری کو بھول کر جو شیخ نورالدینؒ آخری عمر تک حضرت امیرؒ کے ساتھ داخل جنت ہونے کی دُعائیں مانگتے رہیں۔

ننده ریوٗش عرض کرِ شاہِ ہمدانس   جنتس ہیٛنز ہم پانس۳ ستیٖ

وہ مرشد کامل کے اڑھائی سالہ قیام کشمیر کے دوران بار بار انکی قدمبوسی کے لئے حاضر نہ ہو جاتیں۔ خاص طور پر اس عرصے میں کشمیر کے مختلف علاقوں میں حضرت امیر کبیرؒ کے تبلیغی دورے مشہور ہونے کے علاوہ موجودہ خانقاہ معلےٰ کے مقام پر (مورخ حسن کی رُو سے) وہ دو چلے گزار کر عقیدتمندوں کو کھلے عام اپنے دیدار اور کردار ساز گفتار سے نوازتے رہتے کی باتیں بھی تو مشہور ہیں جن سے حضرت شیخؒ جیسے نابغہ اپنے آپ کو بے بہرہ رکھنا ہرگز گوارا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن

۱؎، ۲؎ اور ۳؎ : دیکھئے فتحات الکبرویہ، واقعات کشمیر۔ ریاض الاسلام۔ باغ سلیمان۔ تاریخ حسن۳ اور کشیر۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

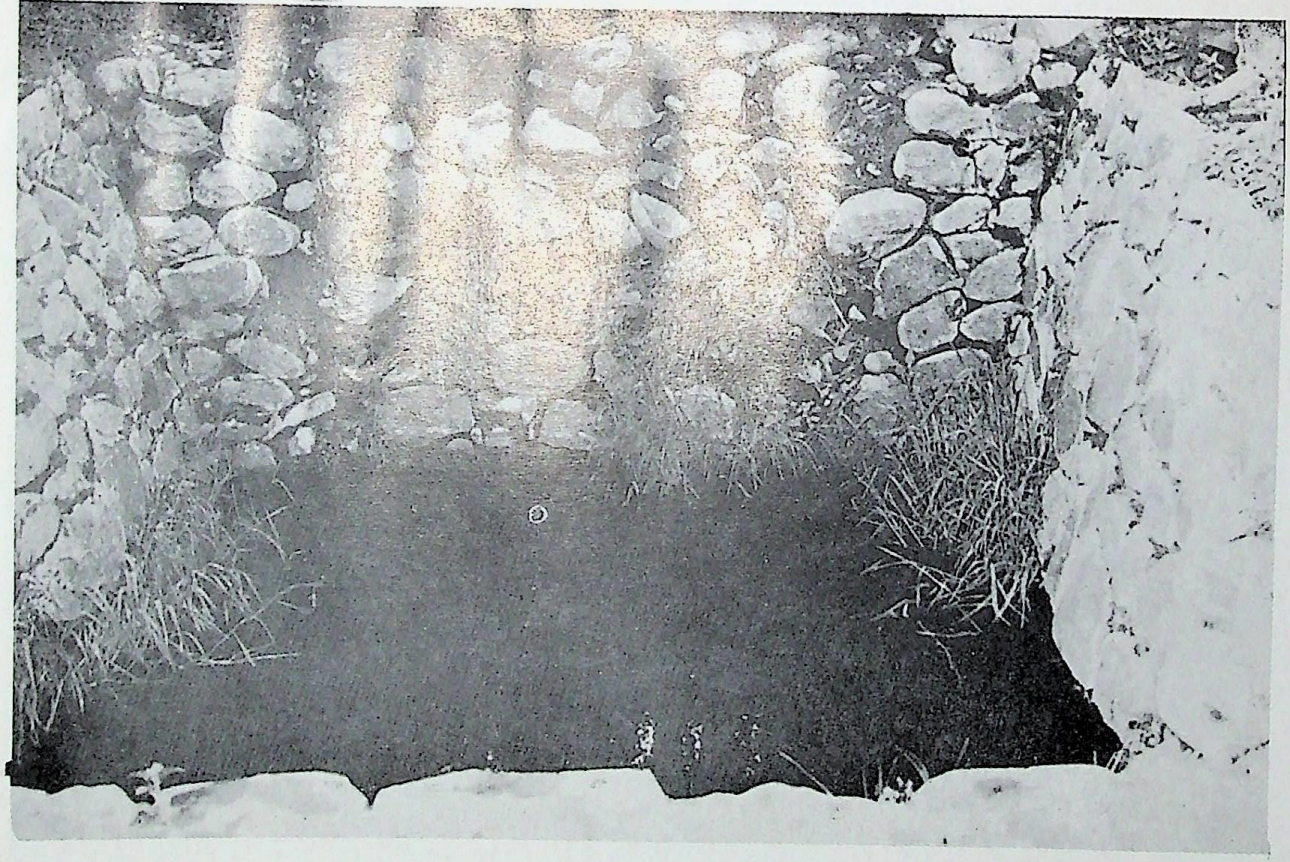

کیمیٰ ناگ ــــ اسی چشمے سے حضرت شیخ رح کی والدہ (سدرہ ماجی) کو حضرت شیخ کے تولّد ہونے کی بشارت ایک گلدستے کی صورت میں ملی تھی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

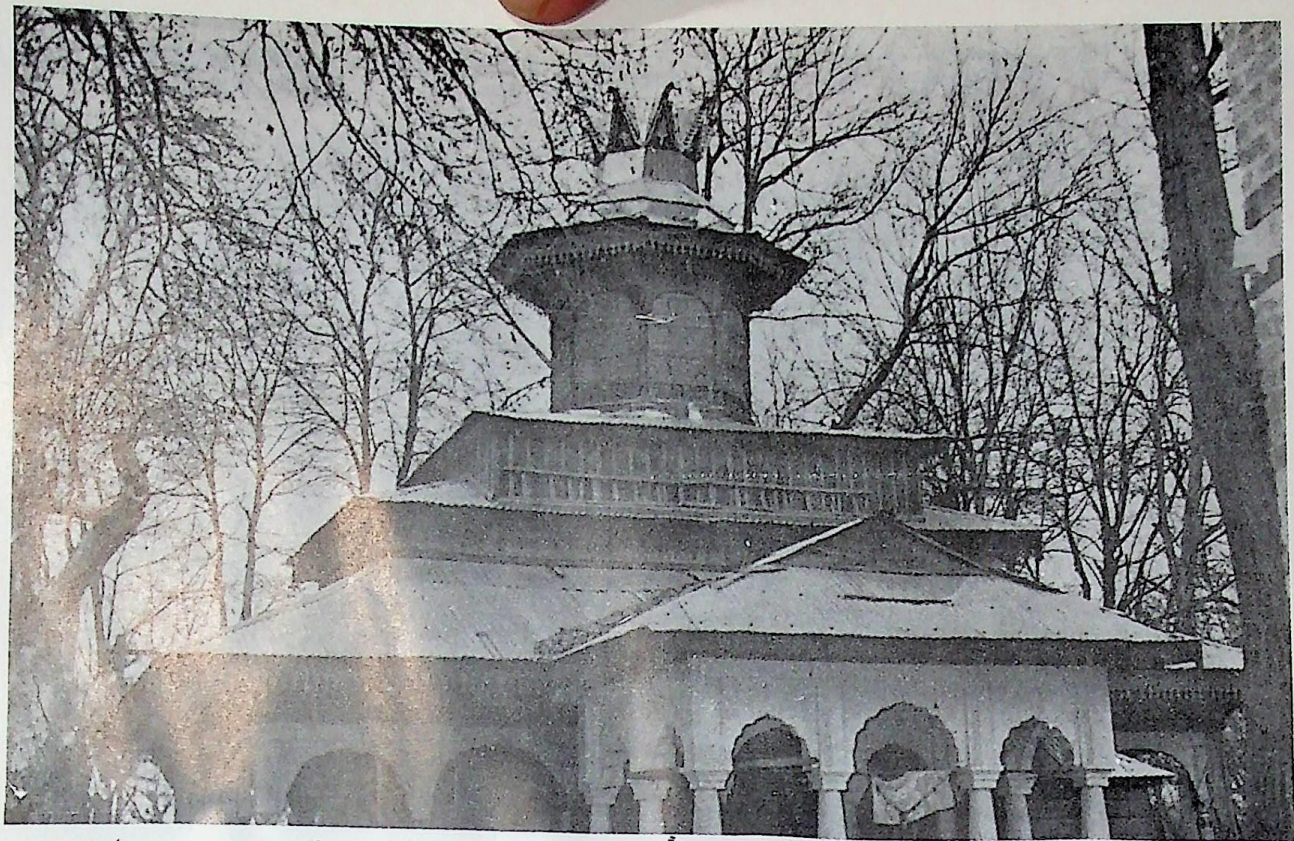

آستانہ کیموہ — اس جگہ حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ کے والدِ گرامی شیخ سالارالدینؒ اور والدہ محترمہ سدرہ ماجؒ، اہلیہ زے دیدؒ، دختر زون دید اور فرزند بابا حیدرؒ آسودہ ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ان سنوں کے قلابے آپس میں ملانے سے کئی عجیب سی باتیں اُبھرتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہوسکتا ہے:

سال ولادت ۷۷۹ھ تسلیم کرنے کی صورت میں حضرت امیرؒ کے دوسری بار وارد کشمیر ہونے کے وقت یعنے ۷۸۱ھ میں حضرت شیخ کی عمر صرف دو سال ماننی پڑتی ہے۔ دوسال کے بچے کے ساتھ اسرار باطنی پر حضرت امیرؒ کا تبادلہ خیال اگر اُسی نوعیت کا مان لیں جیسا کہ لوک روایت کے مطابق شیر خوارگی کے زمانے میں ہی آپکا للہ عارفہ کی نصیحت کو قبول کرنا اور دودھ پینے سے روٹھنے کی حالت کو خیرباد کہنا ہے تو مضایقہ نہیں۔ پھر کم از کم آپ کو سات سالہ قرار دینا تو اصلاح طلب ماننا ہی پڑے گا بلکہ ابوالفقرا بابا نصیبؒ کے ماخذ کو دریافت کرنا بھی ناگزیر بن جائیگا۔ اور اُنکے مرید خاص بابا داؤد مشکواتی کے درج کردہ سال ولادت پر بھی مزید ہوشمندانہ غور کرنا لازمی بن جائے گا۔ اس صورت میں اب تک سب سے آخر پر حضرت شیخؒ پر عرق ریزی سے سوانحی رسالہ (مونوگراف) ساہتہ اکیڈیمی کی استدعا پر لکھنے والے غلام نبی گوہر کو بھی اپنی اس رائے پر نظر ثانی کرنا ہوگی کہ بابا داؤد مشکواتی مختلف اندراجِ سنین کرکے یا اپنے مرشد سے اختلاف رائے کرکے محض اسلئے ناقابل قبول بن جاتے ہیں کہ وہ اپنے ماخذوں کا نام نہیں لیتے ہیں یا اسلئے بھی کہ انکی کتاب "اسرارالابرار" ایک عوامی پذیرائی والے سلسلے میں مُغلطے پیدا کرسکتی ہے۔ ایسی صورت حال میں حقیقت پسندانہ روایہ اس بات کا متقاضی ہے کہ چونکہ بابا داؤد مشکواتی کی طرح ہی بابا نصیبؒ نے بھی اپنے ماخذوں کا حوالہ نہیں دیا ہے اس لئے اسے من وعن تسلیم کرنے سے بھی کئی مغلطے پیدا ہوجاتے ہیں جن میں سے بعض کی نشاندھی کی گئی۔ اسلئے پہلے مماثلت جوئی کی وہ بات ذہن سے نکالی جائے کہ اگر حضرت رسالتماب کی عمر شریف کے ساتھ مطابقت عددی رکھنے والی ۶۳ سالہ گنتی کم وبیش قرار پاتی ہے تو حضرت شیخؒ کی سنت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شناس اور شریعت پسند عظمت میں کوئی فرق آئے گا۔ ہرگز نہیں۔ اگرچہ بیشتر عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عرصہ حیات صرف ۶۳ سالہ مہلت دنیوی پر محیط رہا ہے تو وہ ایک حُسنِ اتفاق ہے کوئی لازمۂ مشیت ایزدی نہیں ہے۔ چنانچہ ہزاروں بزرگانِ دین کی عمریں اس عدد خاص سے کم اور زیادہ رہی ہیں اور اُنکی روحانی عظمت میں اُس سے کوئی کمی و بیشی واقع نہیں ہوئی ہے اور یوں اگر حضرت شیخؒ کے تمام واقعاتِ زندگی کے تناظر میں بنیادی ماخذات دستیاب ہونے تک محققانہ سطح پر حضرت شیخؒ کا سالِ ولادت مرشد کے بجائے مرید کا ہی اہم تر تسلیم کرلیا جائے تو چنداں مضائقہ نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ اس جلیل القدر علمدارِ کشمیرؒ کا سانحۂ ارتحال چونکہ تاریخی طور پر سلطان زین العابدین کے عہد میں ۸۴۲ ہجری سال کے نلطے ہی کافی روشن و مبرہن ہے اسلئے اُس پر بحث برائے بحث عبث ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بابا داؤد مشکواتی کا فراہم کردہ سالِ ولادت ۷۵۷ھ/۱۳۵۵ء تسلیم کرکے بابا نصب الدین غازی کا درج کردہ سالِ وفات ۸۴۲ھ/۱۴۳۸ء تسلیم کرنے سے حضرت شیخ العالمؒ کی عمر شریف کو ۶۳ سال کے بجائے ۸۳ سال پر محیط جاننا ہوگا۔[۵] اس صورت میں حضرت امیر کبیرؒ سے ۷۸۱ھ میں ملاقات کے وقت حضرت شیخ کا ۲۴ سالہ جوان ہونا ہی زیادہ فکر انگیز نہیں بنتا بلکہ چھ سال بعد ہی تیس سال کی عمر میں حضرت امیرؒ کی طرح حضرت شیخ موصوف کا اپنی باقی زندگی تبلیغ دین کے لئے قطعیت سے وقف کرنا بھی اُن اصحابِ کبار کی بابرکات زندگیوں سے قریب تر ہونے کی اُس تمنا کا آئینہ دار بنتا ہے جس نے حضرتِ شیخؒ سے ایسے دردمندانہ اور صدقدلانہ شعر بھی کہلوائے ہیں۔ ؎

---

[۵] قمری سال عیسوی سنہ کے شمسی سال سے کمتر عرصہ پر محیط ہوتا ہے اسلئے قمری ۸۵ سال تقریباً ۸۳ سال عیسوی کے برابر ہی محیط ہوں گے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمدؐ تہٕ ژور یار برحق گنزرکھ   تمن نِش اند نے ساری نیلۓ

● ——— (رسولِ محترم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چہار یاران باصفا جیسے اصحاب کبار کو اتباع کے لئے کامل اور برحق نمونے جانکر فدوی بننا سیکھو اُن کے اتباع میں ہی تمہاری ہر مشکل کا حل پوشیدہ ہے)

عالمگیر ایمانی اور انسانی قدروں کی معرفت کرنے والے شیخ العالمؒ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان و ایثار سے معمور زندگیوں سے والہانہ عقیدت دکھلانے کا یہ عملی تقاضا بھی روشن کیا ہے کہ عرصۂ حیات کم ہو یا زیادہ لیکن اسکی قدر و منزلت صرف ایک صورت میں بڑھ سکتی ہے اور وہ ہے اپنے آپ کو وقفِ خدمتِ انسان و اسلام کرنا۔ چنانچہ کہتے ہیں ۔ ؎

حضرتِ صدیقس تسٕ دُردانسٕ

(میں صدقے انسانیت کے اُس انمول موتی پر جس کو دُنیا حضرت صدیق کے نام جانتی ہے)

یُس اوّل ہیوت صاحبن پانس ستی

(ہاں اُسی عظیم انسان پر جس کو شاہ رُسل و شاہ لولاک نے اپنا پہلا یار جاننے کا شرف بخشا)

عُمرِ خطابس پہلوانسٕ!

(میں صدقے عدل و روحانیت کے اُس پہلوان اعظم حضرتِ عمر ابن الخطاب پر)

یمّی جنگ کوٗر شیطانسٕ ستی

(جن کی ضربِ ایمانی سے شیطان لعین کو شکست فاش ملی)

حضرت عثمان ابنِ عفانس

(میں صدقے اس پیکرِ حلم و حیا حضرت عثمان ابنِ عفان پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ییٚمہِ اَتھہِ کرِ قرآنس ستھر

(جن کو قرآن حکیم کے اسرار و رموز کے ساتھ ہمکلامی کا شرف نصیب ہو گیا)

حضرتِ شاہس شیرِ یزدانس

(میں صدقے ان دامادِ رسولؐ زوج بتول شاہِ ولایت حضرتِ شیرِ خدا پر)

ییٚمہِ ژُدتھ کھیّہِ میہمانس ستھر

(جنہوں نے اپنے اہل و عیال سمیت بھوکے رہ کر مہمان کو کھانا کھلانے کی بے مثال سخاوت بھی دکھائی)

رسولِ خدایس شاہ سلطانس

(میں صدقے ان سب کو مثالی انسان بنانے والے معمارِ انسانیت رسولِ خدا شاہِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) پر)

یُس اُمت پننہِ ہیّہِ پانس ستھر

(جو معراج میں بھی الامتی کہہ کر آخرت میں امتیازی امت نوازی کا مقامِ محمود پانے والے ہیں)

اِسی شاعرانہ منشور کی ذیل میں حضرت شاہ ہمدانؒ سے متعلق درج بالا شعر تخلیق کیا گیا ہے جو حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کے ساتھ حضرت شیخ کی والہانہ عقیدت کے علاوہ اُن سے بالمشافہ ملاقات کی ایک زیریں لہر جیسی شہادت بھی محسوس کراتا ہے۔

خاص طور پر سے جنتس ہینزہ مے پانس ستھر

یعنی مجھے جنّت میں اپنی رفاقت میں رکھنا جیسے ندائیہ میں دنیا وی ملاقات میں باقی رہی ہوئی تشنگی کو دور کرنے کی تڑپ بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ بہر حال بات چلی تھی عبدالاحد آزاد سے اس ضمن میں واقع ہوئی سہل انگاری کی۔ کیونکہ اپنے درج بالا اقتباس کے آخری جملے میں جہاں وہ حضرت امیر کبیرؒ کے [illegible] میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رحلت فرمانے کی بات کرتے وہیں وہ ۷۷۹ھ تولد کو تو ہوئے بچے کو ۷۸۶ھ میں سات سالہ جتلانے کے برعکس ۷۸۱ھ میں ہی سات سالہ ہونے کی توثیق کرتے ہیں اور ایسے غلط مبحث کا ارتکاب کرتے ہیں جس سے خود اُن کے درج کردہ واقعات کی عمارت مُتزلزل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اُن کی طرح ۷۵۷ھ کے برعکس ۷۷۹ھ کے سال ولادت پر حضرت شیخ کے سوانحی حالات نقل کرنے والے بہت سے قلمکار بھی کئی کئی غلطیوں اور غلط بیانیوں کے مرتکب ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر اصحاب رائے اور اشخاص تحقیق کے لئے یہ لمحہ فکریہ پیدا کرنے کی ضرورت لاحق ہو گئی ہے کیونکہ اُنکی بے احتیاطیوں کے برعکس آزاد کے نہاں خانۂ دل میں چھپا بالغ نظر محقق پھر بھی پیشگی کفارات اور حفظِ ماتقدم کے طور پر ایک طویل تمہید سپردِ قلم کر چکا ہے جس میں اُس کے ناقدانہ شعور کی جھلک بھی صاف دکھائی دیتی ہے اور بزرگ پیشروؤں کی بیان کردہ باتوں میں چون وچرا نہ کر سکنے کی مجبوری بھی۔ مثلاً بابا نصیب کے نورنامہ نامی ریشی نامہ کی مکمل پذیرائی کرنے کے باوصف اُس نورنامے کی بنیاد پر نثر اور نظم میں تحریر کئے گئے ریشی ناموں کے بارے میں آزاد لکھتے ہیں :

"ریشی نامۂ نثر کا مصنف خلیل بابا مرحوم ہے اور منظوم ریشی نامہ کمال بابا مرحوم کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ دونوں اہلِ قلم قصبۂ چرار کے رہنے والے تھے۔ دونوں کے شاہکار فارسی زبان میں ہیں۔ اس قیمتی تصنیف کا کوئی حصہ اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔" ریشی نامہ" ابتدا سے انتہا تک سنسکرت زبان کی (راج ترنگنی جیسی) تاریخی تصنیفوں کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ ہر واقعہ پر افسانوی رنگ چھایا ہوا ہے۔ شیخ کے حالات اس طرح لکھے گئے ہیں یہ کہ ہر واقعہ ایک معجزہ یا کرامت معلوم ہوتا ہے۔ واقع کی اصل شکل مشکل سے ہاتھ آتی ہے۔ بعض کہانیوں میں" داستانِ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

امیر حمزہ" کا لطف آتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں جادو کلام کر رہا ہے یہاں کرامات
اور خرق عادات کے چمن زار کھل رہے ہیں۔ باوجود اس کے مجموعی حیثیت سے دلچسپ
بھی ہے۔ اور تاریخی ضروریات بھی خاص حد تک مہیا کر سکتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے
ہمیں مختلف تاریخی معلومات کی ایک فہرست ملتی ہے۔ اور وقتی ماحول اور ذہنیت
کا ایک مکمل نقشہ نظر آتا ہے۔ البتہ داستان بہت طویل ہے جن واقعات کو داستان
کا پیٹ بھرنے کے لئے لکھا گیا ہے اور جو جذباتِ محض کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔
اِن کو نظر انداز کرنے کے بعد جو واقعات رہ جاتے ہیں وہ بھی متعدد اور طویل ہیں۔ اِن
مرقعوں کے جذباتی رُخ سے قطع نظر کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے لیکن اس میں ایک بڑی
مشکل پیش آتی ہے جس کا حل کرنا آسان نہیں۔ وہ یہ کہ شیخ کی عارفانہ حیثیت نہایت
بلند ہے۔ اُن کے سوانح نگاروں کا رتبہ بھی کافی عالیشان ہے۔ جس واقعہ کی روایت
بابا نصیب الدین غازیؒ جیسے بزرگ فرمائیں اور جس سانحہ کے لکھنے پر بابا داؤد خاکیؒ
جیسے علامۂ دہر اور زبردست صوفی کا قلم اُٹھے اُس پر اعتراض کون کر سکے۔؟ ہمارا
زمانہ جدید سوانح نگاری یعنی روایت و درایت کا زمانہ ہے۔ اہلِ دل حضرات کے
عقیدتمندانہ روایات کو سائینسی درایت کی زبان میں لکھنا اور اُسکی کسوٹی پر پرکھنا دورِ
حاضر میں فی سبیل اللہ فساد کے مترادف ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ جذبات
اور واقعیت کو مناسب ترکیب میں پیش کیا جائے۔ ہم ریشی نامہ سامنے رکھکر ایسا ہی
کرنے کی کوشش کریں گے۔" مناسب ترکیب کے حفظ ماتقدم کے طور پر درج کئے گئے
اس بیان کے باوجود آزاد کا ناقدانہ شعور اس کے وقت تک ریشی نامے شائع نہ ہو سکنے
کے سماجی عوامل اور تجاہلانہ اسباب کی نشاندہی کر کے عظیم مسلم محققوں کی اولاد خاص طور پر
اپنے علاقے کے تنگ چشم وِدھوانوں کو ہدف تنقید بنانے کی عمدہ جسارت دکھاتا ہے۔
چنانچہ ریشی ناموں کو ذریعہ آمدن بنانے والے استحصالی عناصر کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طباعتِ ریشی نامہ میں حائل ہونے کی باتیں بیان کر کے علامہ شبلی کے خیالات کی روشنی میں لکھتے ہیں" اس کی (شائع نہ ہوسکنے کی) تیسری وجہ ہے کہ قصبۂ چرار کے علم دوست اور اہل ذوق اصحاب کی جگہ تن آسان لوگوں نے لے رکھی ہے۔ کسی زمانے میں یہ متبرک مقام علوم وعرفان اور شعر وادب کا مرکز تھا اب اس کے ردِ عمل کا مرقع بن چکا ہے۔ خود بینی کو خودی سمجھنے والے کی تخلیقی صلاحتیں تخریبی جذبات کی شکل میں بہہ جاتی ہیں۔ صدق اور صاف گوئی کو نہ کسی کی تعریف کی ضرورت ہے نہ رنجیدگی کی پروا۔ بزرگوں کے بقائے دوام کی حقیقت اُنکی سیرت اور ارشادات میں مضمر ہوتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وعظمت کا زندہ ثبوت قرآن و حدیث ہیں۔ مدینہ منورہ کی شاندار عمارتیں نہیں۔ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معتقدین کے جذبۂ عشق کے سطحی نقوش ہیں۔ ریشیانِ چرار کا کامل یقین ہے کہ کلام شیخ نورالدینؒ سچ مُچ شیخ نورالدینؒ ہی کا کلام ہے اور اگر اُن کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ وہ کلام قرآن وحدیث کی تفسیر ہے تو اُس کو جُز دانوں میں چھپ چھپا کر رکھنا ظلم اور زیادتی ہے۔"

یہ دوسرا لمبا اقتباس پتے کی باتیں بیان کرنے کے باوجود آزاد صاحب کے اندراجات کا کفارہ نہیں بن سکا ہے البتہ اس اقتباس کی آخری سطروں میں بیان کی گئیں دو باتوں کو تفصیل سے مطالعہ کرنے کی دعوت مزید زوردار بن گئی ہے۔ ایک یہ کہ کلام شیخ نورالدینؒ سچ مچ شیخ نورالدینؒ ہی کا کلام ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ ان کا کلام قرآن وحدیث کی تفسیر ہے۔ حضرت شیخ العالمؒ کی عہد ساز عارفانہ شاعری کی یہ دو غور طلب باتیں خصوصیت کے ساتھ زیر بحث لانے سے پہلے اُنکی شخصیت کے چند پہلو بھی دیکھنے لازمی ہیں۔

 CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام نبی آتش*

حضرت بابا نصرالدّین ریشیؒ

پرگنہ کوٹھار میں مشہور قصبہ چھترگُل سے بائیں جانب آگے خوبصورت پہاڑوں کی اوٹ میں کھارہ پورہ سے معمولی دوری پر دو چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد ہیں۔ایک کا نام بُرمر (BRIMAR) اور دوسرے کا نرسر (NARSAR) ہے۔ بُرمر قدرے ہموار سطح پر واقع ہے جبکہ نرسر پہاڑ کے دامن میں نسبتاً اونچائی پر ہے۔ دونوں گاؤں بے انتہا خوبصورت ہیں۔لیکن یہاں کے لوگ آج بھی معاشی بدحالی سے دوچار ہیں۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے دھان کی کھیتی کے لائق وہاں کافی زمین دستیاب نہیں ہے۔ نرسر وہی گاؤں ہے جہاں آج سے کئی صد سال قبل حضرت شیخ نورالدّینؒ ریشی سالارِ اعظم ریشیانِ کشمیر کے خلیفۂ خاص حضرت بابا نصرالدّینؒ نے جنم لیا۔ ریشی ناموں اور عام تذکروں میں غلطی سے اِس گاؤں کا نام ترسر (TURSAR) درج ہوتا آیا ہے۔ جبکہ اس نام کا کوئی گاؤں پرگنہ کوٹھار میں موجود نہیں ہے۔ بُرمر اور نرسر کے درمیان ایک جگہ بڑے بڑے کھیت ہیں

---

* نائب ناظم (ثقافت)، کشمیر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جن میں دھان کی بوائی ہوتی ہے۔ ایک کھیت کے قریب چنار کا ایک درخت بھی ہے جس کے نیچے تین یا چار بڑے بڑے مستطیل پتھر ہیں۔ مقامی روایت کے مطابق یہ کھیت حضرت نصرالدّین کے بتائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ چنار کے نیچے موجود پتھّروں پر حضرت شیخ نورالدّینؒ ریشی اور حضرت نصرالدّینؒ نماز پڑھا کرتے تھے۔ نرسر کی طرف جاتے ہوئے کٹھن اور تنگ پہاڑی راستے کے ایک طرف یکے بعد دیگرے دو چشمے موجود ہیں۔ ایک چشمہ اب خشک ہو گیا ہے جبکہ دوسرے چشمے میں تھوڑا بہت پانی اب بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ دونوں چشمے حضرت شیخ نورالدّین اور حضرت نصرالدّین سے منسوب بتائے جاتے ہیں۔ گاؤں میں ایک چھوٹی سی قدیم مسجد بھی ہے جسمیں بمشکل پانچ دس آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ اس کی دیواریں پتھروں کی بنائی گئی ہیں۔ چھت عام مکانوں کی طرح نہیں بلکہ دیواروں کے آر پار لکڑی کے تختے رکھ دیے گئے ہیں۔ دروازہ بھی معمولی قسم کا ہے۔ مقامی لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مسجد حضرت شیخؒ اور بابا نصرالدّین نے خود ہی بنائی تھی۔ اس مسجد کے قریب ایک زیارت گاہ ہے جس کا طرز تعمیر ہمارے ریشیوں کی زیارت گاہوں سے مشابہ ہے۔ مقامی روایت کے مطابق زیارت گاہ کے اندر موجود ایک لمبے چوڑے پتھر کے نیچے کچھ تبرکات شیخؒ پوشیدہ ہیں۔ زیارت گاہ کچھ زیادہ پرانی نہیں لگتی۔ کبھی کبھی معتقد یہاں آکر حاضری دینے آتے ہیں۔ دونوں چشموں اور راستے کے دونوں طرف موجود بڑے بڑے پتھروں پر معتقدین چراغ یا شمعیں روشن کرتے ہیں۔

اس چھوٹے سے دور افتادہ گاؤں میں صدیوں سے سینہ بسینہ چلی آئی ان روایات کی صحت پر اگرچہ یقین کرنا مشکل ہی ہے پھر بھی ان کا یہاں ذکر کرنا اس لئے ضروری اور دلچسپ ہے کہ حضرت بابا نصرالدّین کی جائے ولادت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوتے ہوئے بھی سینکڑوں برسوں سے کسی معتقدِ شیخؒ نے اس گاؤں میں موجود روایات کا نہ تو تذکرہ ہی کیا ہے اور نہ تجزیہ بلکہ اس گاؤں کا نام بھی غلط طور درج کیا ہے۔ ممکن ہے اصل واقعات اب روایات بن کر رہ گئے ہوں اور روایات بھی رفتہ رفتہ لغو اور جھوٹ میں بدل گئی ہوں مثلاً تبرکاتِ شیخؒ کا پتھر کے نیچے پوشیدہ ہونا وغیرہ۔ لیکن ایک اہم بات اِن روایات سے اخذ کی جاسکتی ہے کہ حضرت شیخؒ اور بابا نصرالدّین کا تعلّق اس گاؤں سے ضرور رہا ہے۔[1]

ریشی ناموں اور عام تذکروں میں ہمارے ریشیوں اور دیگر اولیاءِ کرام کے حالاتِ زندگی ان کے اصلاحی اور مذہبی کارنامے وغیرہ اُن کی کرامات میں دب کر رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر ریشیوں کے حالات، زادو بوم وغیرہ ان تذکرات میں سرے سے ملتے ہی نہیں۔ اگر ملتے بھی ہیں تو فقط اساطیر کے پردوں میں۔ اسی لئے حضرت بابا نصرالدّینؒ کا سنِ پیدائش کسی جگہ درج نہیں ہے۔ البتہ حضرت شیخ نورالدّینؒ ریشی کے حالات، واقعات و کرامات کے ساتھ ساتھ تذکرہ نگاروں اور ریشی ناموں کے مؤلفین نے حضرت نصرالدّین کا ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت بابا نصرالدّین کا نام وُتر تھا (عبدالاحد آزاد نے اصل نام نصر ہی لکھا ہے) ریشی ناموں میں درج ہے کہ وُتر کے والدین آسودہ حال تھے۔

---

[1] تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ بابا نصرالدّین کی جائے ولادت علاقہ کوٹہار کا ترسر (نرسر) گاؤں ہے۔ گاؤں میں مقامی روایات سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے لیکن تبرّکاتِ شیخ العالمؒ کا پتھر کے نیچے پوشیدہ ہونا حیران کُن ہے اور ناممکن لگتا ہے کیونکہ ایک طرح سے ایسا ہونا تبرّکات کی بے ادبی کے مترادف ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لیکن ایامِ طفولیت میں انہیں قے کی بیماری لاحق ہوگئی۔ وہ برابر بارہ سال تک درد و کرب سہتے رہے۔ آخر کار والدین نے حضرت شیخ کشمیر نورالدین ریشیؒ کے یہاں کیموہ کے غار میں پہنچا دیا۔ حضرت شیخ کی توجہ سے مریض کو دائمی مرض سے نجات مل گئی لیکن اس کے والدین کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑا کیونکہ نگاہِ فیض اثر اپنا کام کر گئی تھی۔ وتر حضرت شیخؒ کے پاس ہی رہنے لگا۔ حضرت شیخؒ نے وتر کا نام بدل کر نصرالدینؒ رکھ دیا اور صدیوں سے یہ نام زبان زدِ خلائق رہا ہے۔ عبدالاحد آزاد نے ریشی نامے کا حوالہ دیئے بغیر اس ضمن میں لکھا ہے:

"اُس نے حضرت شیخؒ سے رخصت مانگی۔ انہوں نے ترکِ دنیا کے لئے نصیحتیں کیں۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ کہا اے شیخ! از گدائی خانہ داری بہتر است مرا از لقمۂ دریوزہ گری عاری آید"

• — (اے شیخ! گداگری کے بجائے گھر بسانا بہتر ہے۔ مجھے مانگ کر لقمہ کھانے سے شرم آتی ہے) اور غار سے نکل کر گھر کی راہ لی۔ خانہ داماد کے طور پر ایک کسان کے یہاں سکونت اختیار کی۔ تھوڑے ہی عرصے میں گھر بار چھوڑ کر حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ حضرت شیخؒ نے اس کی باطنی تربیت پر پوری پوری توجہ کی اور اس کا نام نصرالدین رکھا۔[1]" • — (کشمیری زبان اور شاعری حصہ دوم ص ۱۶۹)

---

[1] بابا نصرالدین کا خانہ داماد بن جانا درست نہیں لگتا کیونکہ تمام ریشی نامے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کے والدین آسودہ حال تھے، اُس زمانے میں آسودہ حال شخص کو خانہ داماد بن کر جانے کی ضرورت کیونکر پڑ سکتی تھی۔ البتہ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اسلاف سے سُنا ہے کہ بابا نصرالدینؒ نے کچھ وقت (دائرۂ اسلام میں آنے کے بعد) نرسر میں گذارا جہاں وہ اپنے کھیتوں میں کام کاج کیا کرتے تھے اور حضرت شیخؒ بھی ان کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ کی خدمت میں آنے کے وقت بابا نصر الدّین کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ مرشد کی خدمت میں رہ کر بابا نصر الدّین روحانیت کے اعلیٰ مقامات حاصل کر گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ریاضات وعبادات اور نفس کشی نے بابا کو کشمیر میں تحریکِ ریشیت کا ایک اہم رکن بنا دیا۔ اسے اپنے مُرشدِ کامل اور سالارِ اعظم ریشیت حضرت شیخ کشمیر کا خادم، ہمدم و ہمراز، فرزندِ معنوی اور جانشین ہونے کا فخر حاصل ہو گیا۔ حضرت شیخ نے بابا نصر الدّین کو لنگر خانہ کا انتظام سونپ دیا اور یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں تھی کہ:

"حضرت شیخ ایک باضابطہ اور منظم تحریک کے قائد تھے۔ اس تحریک میں آپ کے رفقاء اور کارکنوں کی تعداد اتنی بڑھ چکی تھی کہ تنظیم کے مرکزی مقام پر ایک لنگر خانہ کی ضرورت پڑی اور اس مطبخ کی نگرانی کے لئے کسی معمولی رفیق کا انتخاب مکتفی نہ ہوا بلکہ عظیم المرتبت نائب کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔ مرکزی لنگر خانہ کی موجودگی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ تحریکِ ریشیت کے کارکنان ساگ، جنگلی سبزیوں اور تھوڑے سے دودھ پر بسر اوقات کرتے تھے۔ غلہ کی اقسام سے زیادہ تر اجتناب کرتے تھے۔ اس مختصر اور سادہ سی غذا کی تنظیم کے لئے بھی ایک باضابطہ تنظیمی مشینری کا موجود ہونا بذاتِ خود اس حقیقت کی تاریخی بُنیاد فراہم کرتی ہے کہ حضرت شیخؒ ایک منظّم ترین تحریک کے علمبردار تھے اور اس تنظیم کا باضابطہ فعال مرکز بھی موجود تھا اور شاخیں بھی اطراف و اکناف میں قائم تھیں"۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

• — (احد عشر کوکب، از شہسوار ابن گوہر)

مرکزی لنگر خانہ کے انتظام کی ذمہ داری حضرت بابا نصر الدینؒ نے بحسن وخوبی انجام دی۔ ایک دفعہ کوئی رفیق حضرت شیخؒ کے پاس یہ شکایت لے کر حاضر ہوا کہ نصر بابا تو خود دودھ پی جاتے ہیں اور ہمیں جنگلی ساگ کھانے کو دیتے ہیں۔ حضرت شیخ افطار کے وقت شکایت کنندہ رفیق کے ہمراہ مطبخ چلے آئے۔ بابا نصر نے جس برتن میں افطاری رکھی تھی، اُسے اٹھا کر شکایت کنندہ رفیق کو پینے کے لئے دے دیا تو وہ رفیق بدمزگی سے تھو تھو کرنے لگا۔ حضرت شیخؒ نے بابا سے پوچھا۔

"کب سے مٹی گھول کر پینے لگے ہو؟"

بابا بولے۔

"جب سے جناب کے حلقۂ احباب میں شامل ہو چکا ہوں۔"

بابا کی نفس کشی کا یہ عالم دیکھ کر شکایت کنندہ رفیق پانی پانی ہو گیا۔ حضرت شیخؒ نے حکم دیا کہ آج سے چاول کھا کر افطار کیا کرو۔ اُس دن کے بعد بابا نصر الدین اٹھارہ دانے چاول (مطابق تاریخ حسن جلد ۲) اُٹھا کر افطار فرماتے تھے۔

اسی طرح ریشی ناموں میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ ایک بار بابا کو چلہ کشی کا حکم ہوا تو خلوت میں جانے سے قبل بابا نے چار اخروٹ اپنے ساتھ رکھے۔ مرشد نے پوچھا۔

"بابا! اخروٹ کیوں توڑ رہے ہو؟"

"چلہ کے دوران خوراک کے لئے۔" بابا نے جواب دیا۔

حضرت شیخ نے فرمایا۔

"میں سمجھا تھا کہ نفس توڑ رہے ہو۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چالیسؔ دن کے بعد بابا خلوت سے باہر چلے آئے تو چاروں اخروٹ مُرشد کے قدموں میں رکھ دیئیے۔ بابا نصر الدّین کی نفس کُشی کی داستانیں آج تک زبان زدِ عام ہیں۔

حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحؒ کی وصیّت کے مطابق حضرت میر محمد ہمدانی رحؒ بن میر سیّد علی ہمدانی رحؒ ۵ رجب ۸۱۴ھ کو حضرت شیخ نور الدّین ریشی رحؒ سے بمقامِ زالوسہ ژرار (چرار شریف) ملنے گئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تاریخی ملاقات کرالہ پورہ یا رُبہ وان میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کے وقت تحریک ریشیت سے وابستہ دو ممتاز خواتین سُہت بی بی اور دوہت بی بی بھی موجود تھیں۔ انکی حاضر جوابی سے حضرت میر محمد ہمدانی رحؒ متاثر و مسرور ہوئے تھے۔ حضرت میر محمد ہمدانی رحؒ سوالات و جوابات اور توجہّ باطنی کے بعد حضرت شیخ نور الدّین رحؒ کے درجاتِ ولایت و مراتبِ روحانیت پہچان کر ان کے کمالاتِ باطنی کا پورا اندازہ کرنے کیلئے بحرِ مکاشفہ میں غوطہ زن ہو گئے۔ حضرت شیخ رحؒ حقیقت سے آگاہ ہو کر حضرت میر محمد ہمدانی کے پیچھے ہو لئے اور حضرت میر محمد ہمدانی رحؒ مراقبہ سے فارغ ہو کر فرمانے لگے

"بدیں رتبہ ہیچ کس از یاراں رسانیدے ؟"

(کیا اپنے دوستوں میں سے کسی کو اس درجے تک پہنچا دیا ہے ؟)

گفت۔ "چہار کس" (شیخ نے فرمایا۔ ہاں چار دوستوں کو)

اور حضرت بابا بام الدّین رحؒ، حضرت بابا زین الدّین رحؒ، حضرت بابا لطیف الدّین اور حضرت بابا نصر الدّین رحؒ کو پیش کیا۔ اس طرح حضرت بابا نصر الدّین رحؒ کی عظمت و رفعت کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ حضرت شیخ کشمیر کو اپنے چاروں جلیل القدر خلفاء پر ناز تھا

بُمہ، نصر تہٕ بابہٕ زٲنو لطیف رنبہٕ دونے چھُم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دَین دِیتِم ترِتھاہ سوٗمبرنو ییمے میانی بہٕ یہندے چھُس

• — (بابا بام الدّینؒ ، بابا نصرالدّینؒ ، بابا زین الدّینؒ اور بابا لطیف الدّین دل کو لبھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چاروں عطا کئے، یہ میرے ہیں اور میں اُن کا ہوں)

حضرت شیخ نورالدّین ریشیؒ کے کئی "شُرک" بابا نصرالدّینؒ کی طرف مُخاطب ہو کر کہے گئے ہیں، جن میں سے وہ مشہور "شُرک" بھی ہیں، جو حضرت شیخ نے واصل بحق ہوتے وقت فرمائے ہیں اور بابا ہی کو اس وقت مُرشد کے سرہانے حاضر رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

نصر بابہٕ زُو چھُہ شمع زن تارس
نصر بابہ زُو چھُہ دماہ پٔنجہِ پوژھے

• — (نصر بابا، یہ جان بُجھتے ہوئے دِیے کی طرح ہے۔ یہ جان ایک لمحے میں واپسی پر تیار مہمان کی طرح ہے)

زُوس پٔژھ کٔری زِ نٔہ مکارس
یارس دِزِیم اند مزارس وٗنُے

• — (زندگی پر بھروسہ مت کرنا۔ مجھے قبرستان میں تلاش کرنا)

ژٲرا ژام مٔے لالہِ امبارس
مو کھتہِ نیٗنم بو کہِ کیو دوٗژھے
مُہتھ ژوٗلُم دوٗنی کوٗت لارس
یارس دِزِیم اند مزارس وٗنُے

• — (لعل و جواہرات کے ڈھیر پر چور ڈاکہ ڈال کر چلا گیا، میں اس کا تعاقب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کیونکر کروں، مجھ کو قبرستان میں ڈھونڈ لینا)

۸۴۲ھ میں بمقام رُپہ وَن حضرت شیخ رح نے انتقال فرمایا اور اُن کے بعد برابر تیرہ[۱۳] سال تک حضرت بابا نصر الدّین رح نے تحریکِ ریشیت کی مرکزی قیادت سنبھالی۔ یہ عظیم شہادت بھی بابا نصر الدّین رح ہی نے دی کہ دربارِ رسالت صلعم سے حضرت نورالدّین ریشی رح کو "علمدارِ کشمیر" کا خطاب عطا ہوا ہے۔

ریشی ناموں میں بابا نصر الدّین سے بیسیوں "شُرُک" منسوب کر کے درج کر لئے گئے ہیں۔ مگر وہ اس طرح کلامِ شیخ نورالدّین رح کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ہیں کہ ان کا الگ سے کوئی تجزیہ ممکن نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حضرت بابا نصر الدّین کو "پہلوانِ سخن" بھی کہا گیا ہے، اب حضرت شیخ رح کے ساتھ اُن کے منظوم مکالمے شاید موجود نہیں ہیں۔ بابا نصر الدّین کے اس شعر سے حضرت شیخ نورالدّین ریشی رح کا سال وصال ملتا ہے۔ اس طرح بابا کشمیری زبان کے پہلے شاعر ہیں جو اشعار میں مادۂ تاریخ موروں کر سکتے تھے۔

دوّپ نصر مےٚ تاریخ ورگ ؎

نوند زوت گو بای سُرگ

۱۱۰ + ۴۱۳ + ۱۳ + ۲۶ + ۲۸۰ = ۸۴۲ھ

بابا نصر الدّین رح سے منسوب درجِ ذیل اشعار میں اُن کے مُرشد حضرت شیخ رح کا رنگ و آہنگ موجود ہے ؎

گوٗرِ بتہٕ چھپے ہیٚوت نہٕ درِتوٗ، گوٗرِ بتہٕ چھُپے ود تہٕ کالے

گوٗرِ رُوس چھیوٚن تہٕ چھوّتوٗ، بموہٕ گوٗر ہیٚوت تم کنڈالے

○

گرِ گرِ اکس تاج لاگِن سرس، گرِ کوٗر رسول خدائے ہرس ٹوٹھیو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت بابا نصرالدّین نے ۸۵۵ ھ میں انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات اس شعر سے نکلتی ہے ؎

سالِ وصلش باز پُرسیدم زعقل
"عارفِ باللہ نصرالدّین" بگفت

۸۵۵ ھ

آپ حضرت شیخ العالمؒ کی تربتِ شریف کے پاس ہی دفن ہیں۔ روضۂ شیخؒ کے آس پاس جو اصحاب مدفون ہیں، ان کے اسمائے مبارک اِن اشعار میں ملتے ہیں جو آستانۂ شریف میں ایک تختی پر لکھے ہوئے تھے۔ اس پر کاتب کا نام قاضی عبدالعزیز درج تھا۔ ۱۹۵۱ء میں آستانۂ شریف کو وسعت دینے کے دوران اُس جگہ کو بھی منہدم کر دیا گیا جہاں یہ تختی آویزاں تھی[1] ؎

گردِ شمسُ العارفین ایں دہ ستارہ روشن اند
نصرالدّین و جوگی ریشی، لولی حاجی یک تن اند
روپ ریشی، ریپ ریشی، سہہ ریشی میر ہم
ملا بابا، فتہ بابا، باجنید ایں دہ تن اند

---

[1] موجودہ پُرآشوب حالات میں محاصرۂ چرارشریف کے دوران کی درمیانی شب کو آستانۂ حضرت شیخ العالمؒ معہ خانقاہ نذرِ آتش ہوگئی جس کے نتیجے میں کئی یادگار تحریریں معہ اس تختی کے کشمیریوں سے ہمیشہ کے لئے چھن گئیں۔ تبرکاتِ متبرکہ کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم!

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کتابیات :

۱۔ ریشی نامہ عنبر شمامہ

۲۔ تاریخِ حسن حصۂ سوم

۳۔ بُرجِ نور، مطبوعہ کلچرل اکاڈمی

۴۔ شیرازہ کشمیری (نُندہ ریشی نمبر)

۵۔ علمدار، کشمیر کلچرل آرگنائیزیشن ۱۹۷۴ء مضمون از شہسوار ابن گوہر

۶۔ کشمیری زبان اور شاعری حصۂ دوم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد صدیق نیازمند*

حضرت خواجہ میرم بزازؒ

کشمیر میں دسویں صدی ہجری کا زمانہ سیاسی اعتبار سے افراط و تفریط کا زمانہ تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ جب کشمیر میں شہمیری حکمرانوں کی کوئی اڑھائی سو سالہ حکمرانی کا خاتمہ ہو رہا تھا اور اُن کے درباری امراء و وزراء نے سر اُٹھانا شروع کیا تھا جس کے نتیجے میں چک حکمران اپنی سیاسی سوجھ بوجھ اور اعلیٰ جنگی تربیت کی وجہ سے برسر اقتدار آئے۔ لیکن ان کی ناعاقبت اندیشی اور مذہبی معاملات میں بے جا دخل اندازی نے ملک کو اندرونی خلفشار اور بیرونی حملوں کا شکار بنا لیا۔ اس لئے ان کو صرف بتیس ۳۲ سال کی مختصر حکمرانی کے بعد ہی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سیاسی اعتبار سے اس پُر ہیجانی کے باوجود اس پُر آشوب دور نے عالم انسانیت، تصوّف و عرفان اور شعر و ادب کو ایسی شخصیتیں عنایت کیں جن کی نظیر ملنا تاریخ کشمیر میں نہ صرف دشوار ہے بلکہ ناممکن بھی۔ چنانچہ ان ہی عالم تاب شخصیات میں سے حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ کی گوہر بار اور بابرکت شخصیت بھی شامل ہے۔ حق تو یہ ہے کہ تاریخ کشمیر، دسویں صدی ہجری کی اس مایہ ناز شخصیت پر جتنا چاہے فخر کرسکتی

* صدر شعبۂ فارسی، کشمیر یونیورسٹی، حضرت بل۔ سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب العالمؒ نے ایک طرف کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تو دوسری جانب گاؤں گاؤں جاکر اسلام کی قندیلیں گھر گھر میں منوّر رکھیں۔ انہوں نے لاتعداد تشنگانِ معرفت الٰہی کو اپنی آغوشِ تربیت میں پناہ دی اور انہیں خاک سے کیمیا بنادیا۔ چنانچہ یہ ان کے فیضانِ تربیت کا خاصہ تھا کہ انہوں نے امام اعظم ثانی حضرت بابا داؤدؒ جیسی باکمال شخصیت کو بھی اپنی آغوشِ تربیت میں کھینچ لایا۔ ان کے سرچشمۂ فیض سے بہرہ ور ہونے والے دوسرے اصحاب میں سے حضرت شیخ احمد چاگلیؒ، حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ، حضرت خواجہ حسن قاریؒ، حضرت خواجہ اسحٰق قاریؒ شامل ہیں۔ حضرت خواجہ میرم بزازؒ کو بھی یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ وہ حضرت مخدومؒ کے حلقۂ تلمذ میں شامل رہے ہیں۔

شہر سرینگر میں موجودہ نوہٹہ اور جامع مسجد کے گرد و نواح میں شہمیری خاندان کے ایک مشہور فرمانروا سلطان سکندر کا بسایا ہوا شہر سکندر پورہ کے نام سے آباد تھا۔ اس شہر کو کئی صدیوں تک کشمیر میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ خواجہ صاحب یہیں پر متولّد ہوئے اور یہیں پر ابتدائی تعلیم و تربیت بھی پائی۔ اس علاقے کی مناسبت سے بعض اوقات ان کو خواجہ میرم بزاز سکندر پوری کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ جہاں تک ان کے خاندان کا تعلق ہے، وہ ایک معزّز اور متموّل گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا آبائی پیشہ پارچہ فروشی تھا۔[1] اللہ نے انہیں بچپن ہی سے دنیوی جاہ و حشم کے ساتھ ساتھ جذبۂ سلوک سے بھی سرشار فرمایا تھا۔ جب حضرت محبوب العالمؒ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے تو ان کے جذبۂ سلوک کو اور بھی جلا ملی۔ عبادات و ریاضاتِ شاقہ میں محو رہا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ

---

[1] محی الدین مسکین۔ "تحائف الابرار" یعنی تاریخ کبیر (حصہ اوّل) صفحہ ۱۵۳۔ب مخطوطہ کتب خانہ محکمہ تحقیق و اشاعت سرینگر مخطوطہ نمبر ۲۰۴۸

پیر حسن کھویہامی۔ تذکرۂ اولیائے کشمیر ص ۱۸۵ مطبوعہ سرینگر ۱۹۸۹ء

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

علوم ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے ایک اور خلیفہ حضرت بابا حیدر رتیلہ مولی خواجہ صاحب سے متعلق اپنی تصنیف "ہدایت المخلصین" میں رقمطراز ہیں:

"اخوی ابدال العصر واوتادالوقت خواجہ میرم ..... چوں بجناب ایشان (حضرت محبوب العالمؒ) رسید، ابدال شدہ بود۔ انشاءاللہ تعالیٰ لائق ترقیت وقابل مترقی"۔[1]

تذکروں میں خواجہ صاحبؒ کی سنہ ولادت اور سنہ وفات دونوں درج نہیں لیکن خوش قسمتی سے "خوارق السالکین" اور "تحائف الابرار" کے مصنفین نے خواجہ صاحب کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ وفات پانے پر خواجہ صاحب کو ہاری پربت کے دامن میں واقع ہارہ مسجد کے نزدیک مزار ملہ کھاہ میں دفن کیا گیا۔[2]

خواجہ صاحب کو حضرت محبوب العالمؒ کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ وہ عام طور پر اپنے مرشدِ طریقت کے ہمرکاب ہوتے تھے۔ حضرت محبوب العالمؒ بھی ان پر بڑے مہربان تھے۔ چنانچہ انہوں نے ازراہِ شفقت اپنے شاگردِ رشید کو اپنا کمربند شریف بطور تحفہ عنایت فرمایا تھا۔ چنانچہ اسے متبرک جان کر انہوں نے مرتے دم تک ساتھ رکھا۔ حاجی محی الدین مسکین مصنف تحائف الابرار لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں یہ کمربند محلہ رنگہ حمام علاقہ نوہٹہ کے خواجہ شمس الدین مہاجن کی تولیت میں تھا۔[3]

---

[1] حضرت بابا حیدر رتیلہ مولی۔ ہدایت المخلصین ص ۱۷ الف وب مخطوطہ محکمہ تحقیق واشاعت سرینگر نمبر مخطوطہ ۴۹۷

[2] ملا احمد بن الصبور۔ خوارق السالکین معروف بہ تاریخ ہادی صفحہ ۱۵۴ ب مخطوطہ کتب خانہ محکمہ تحقیق واشاعت نمبر ۲۳۰۔ تحائف الابرار صفحہ ۱۵۳ ب

[3] محی الدین مسکین۔ تحائف الابرار صفحہ ۱۵۳ ب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ صاحب کا شمار کشمیر کے اولیاءِ کاملین میں ہوتا ہے۔ وہ حضرت سُلطان العارفینؒ کی تربیت سے تصوّف و عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ابدال کا درجہ پایا۔ راہ سلوک میں اُن کے مقام اور مرتبہ کے پیشِ نظر "خوارق السالکین" کے مصنّف نے انہیں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

خسروِ شہرِ کرامت سرورِ ملکِ عدم
رہبرِ راہِ ریاضت، یاورِ اہلِ کرم
آہوی دستِ حقیقت، لالۂ باغِ فنا
ساقیٔ بزمِ عبادت ماہیِ بحرِ بقا[1]

سہروردی سلسلہ کے ایک اعلیٰ پایہ کے صوفی ہونے کے علاوہ خواجہ میرم برّازؒ کو فارسی نثر و نظم دونوں پر پوری دستگاہ حاصل تھی۔ اس لحاظ سے وہ حضرت محبوب العالمؒ کے اُن خلفاءِ سبعہ میں شامل ہیں جو صاحبِ تصنیف تھے۔ فارسی نثر میں خواجہ صاحبؒ کا تحریر کیا ہوا شاہکار "تذکرۃ المرشدی" ہے۔ اس کتاب میں خواجہ صاحبؒ نے اپنے مرشدِ کامل اور پیرِ طریقت کے حالات، مکاشفات، راہ سلوک میں اُن کے مقامات، اُن کے خلفاء کی شخصیت اور کارناموں پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ محی الدّین مسکین صاحب "تحائف الابرار" خواجہ صاحب کی "تذکرۃ المرشدی" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"در حالات و مقاماتِ حضرت پیر بزرگوار کتاب "تذکرۃ المرشدی" از جملہ تصانیف اوست۔"[2]

---

[1] ملّا احمد بن الصبور۔ خوارق السالکین برگ ۱۵۴ ب

[2] محی الدّین مسکین۔ برگ ۱۵۳ ب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ صاحب کی اس کتاب کا اصل محور اگرچہ حضرت سلطان العارفینؒ کی بابرکت شخصیت ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے خواجہ صاحب نے اس کتاب میں اپنے قریحہ کے مطابق جا بجا عرفانی اسرار و رموز کے بارے میں اپنے ذاتی مشاہدات اور نظریات بھی درج کئے ہیں۔ چونکہ کتاب کا اکثر و بیشتر حصّہ اپنے مرشدِ طریقت کے حالات پر مختص ہے۔ اس لحاظ سے انہوں نے اس کتاب کا نام "تذکرۃ المرشدی" رکھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"دریں کتاب ..... احوال پیر خود (نوشتم) از ایں جہت "تذکرۃ المرشدی" نام نہادہ شد۔"[1]

خواجہ صاحبؒ نے حضرت محبوب العالمؒ کے جن خلفاء اور مریدوں کے تراجم اپنی کتاب "تذکرۃ المرشدی" میں درج کئے ہیں، وہ ان کے معاصر بھی تھے۔ اس لحاظ سے محبوب العالمؒ اور ان کے خلفاء کے بارے میں یہ کتاب اوّل درجہ کے مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں جن خلفاء کے تراجم درج ہیں اُن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یوں ہیں:

- حضرت بابا داؤد خاکیؒ۔ خواجہ حسن قاریؒ۔ خواجہ اسحٰق قاریؒ
- حضرت شیخ احمد چاگلیؒ۔ حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ۔ حضرت بابا علی رینہؒ وغیرہ۔

جہاں تک اس کتاب کی تاریخِ تصنیف کا تعلق ہے یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ خواجہ صاحبؒ نے "تذکرۃ المرشدی" اپنے پیرِ طریقت حضرت مخدومؒ کی

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ "تذکرۃ المرشدی" برگ ۱۲۲ ب مخطوطہ نمبر ۶۱۔ کتبخانہ محکمہ تحقیق و اشاعت سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وفات کے تیرہ ۱۳ سال بعد یعنی ۹۹۷ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچائی۔ چنانچہ کتاب کے اختتام پر تاریخِ تصنیف سے متعلق درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"ایں نسخہ در سال ۹۹۷ سبع وتسعین وتسعمائۃ ترتیب یافت"۔[1]

"تذکرۃ المرشدی" میں جہاں خواجہ صاحبؒ نے اپنے معاصر اولیائے کاملین کے حالات نہایت شرح وبسط کے ساتھ قلمبند کئے ہیں وہاں اس تذکرے میں خواجہ صاحبؒ کے اپنائے ہوئے اسلوب میں کئی طرح کی خامیاں بھی نظر آتی ہیں۔ حضرت مخدومؒ کے حالات میں دوسری کئی تحریر شدہ تصنیفات کے برعکس خواجہ میرم بزازؒ نے اس کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم نہیں کیا ہے بلکہ کتاب میں ابتداء سے آخر تک متعدد جگہوں پر حضرت مخدومؒ کے کشف وکرامات اور انکی ریاضتوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس کی وجہ سے کتاب میں تکرار نظر آتی ہے۔ حضرت مخدومؒ کے اکثر مُرید صاحبِ حال اور کشف وکرامات تھے۔ لیکن ان کے تراجم بھی "تذکرۃ المرشدی" میں کئی بار درج ہوئے ہیں۔ کسی خاص مُرید یا خلیفہ کے اوصاف یا کشف وکرامات اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کئے گئے ہیں جو کبھی کبھی مافوق بشری نظر آتے ہیں۔ کتاب میں کسی خاص شخص یا خلیفہ کے حالات ایک ہی جگہ قلمبند کرنے کے بجائے اس کے حالات پوری کتاب میں تتر بتر حالت میں درج کئے گئے ہیں۔

"تذکرۃ المرشدی" کے بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خواجہ صاحب نے "تذکرۃ المرشدی" مرتب کرنے کے وقت حضرت محبوب العالمؒ

[1] خواجہ میرم بزاز۔ تذکرۃ المرشدی برگ ۱۲۲ ب مخطوطہ نمبر ۶۱۰ کتب خانہ محکمہ تحقیق واشاعت سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے صاحبِ تصانیف خلفاء کی نگارشات کا ضرور مطالعہ کیا ہوگا۔ کیونکہ "تذکرۃ المرشدی" میں نہ صرف ان خلفاء کے نام درج ہیں بلکہ ان میں سے اکثر کتابوں کے نام بھی درج کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کتابوں کے نام یوں ہیں "چلچلہ العارفین"۔ "ہدایت المخلصین"۔ "ورد المریدین"۔ "راحت الطالبین"۔ "تذکرۃ العارفین"۔ "رسالہ سلطانی" وغیرہ۔ جیساکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب تذکرے حضرت مخدومؒ کے حالات سے متعلق ہیں اور "تذکرۃ المرشدین" کی تدوین سے قبل ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

خواجہ میرمؒ نے تذکرۃ المرشدی میں کئی جگہوں پر اپنے زمانے کے حالات کی طرف بھی خفیف اشارے کئے ہیں۔ چک حکومت کے بانی کار غازی چک کے بارے میں انہوں نے کئی بار لکھا ہے کہ وہ ایک ظالم، سفاک اور جابر حکمران تھا۔ البتہ جہاں کشمیر کے بعض معاصر مؤرخ حسین شاہ چک کو ایک سفاک اور ظالم بادشاہ تصوّر کرتے ہیں وہاں خواجہ میرم بزاز نے اپنی 'سی غزلی' میں اس کی خوب تعریفیں کی ہیں۔ ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

دمی بگذار ساقی بی می و مطرب کہ در دوران
طرب انگیز دورِ پادشاہِ کامران آمد
دُر درج کرم، سُلطان حسین عادل و بازل
کہ در عدل و سخا چون حاتم و نوشروان آمد
دریں نظم و غزل مدح و ثنایش چوں توان گفتن
کہ اوصافش برون از حدِ تقریر و بیان آمد
دعای دولتِ حُسنِ تو میگوید بجان میرم
کہ حسنت مایہ عیش و طرب ای نوجوان آمد[1]

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۶ مخطوطہ نمبر ۵۲۹ کتب خانہ تحقیق و اشاعت مخطوطہ نمبر ۵۲۹

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ صاحب کی کتاب "تذکرۃ المرشدی" آج تک زیورِ طباعت واشاعت سے آراستہ نہیں ہوئی ہے۔ اس کے قلمی نسخے کشمیر میں وافر تعداد میں دستیاب ہیں۔ محکمہ تحقیق واشاعت میں اس کتاب کے چار سے زائد نسخے زیر شمارہ ۵۰۳، ۶۱۰، ۶۱۳، ۹۰۳ محفوظ ہیں۔

حضرت خواجہ میرمؒ کو فارسی نثر پر قدرت حاصل ہونے کے علاوہ فارسی شعر وسخن میں بھی اچھی دسترس حاصل تھی۔ بعض ٹھوس شہادتوں کے پیش نظر وہ ایک صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ لیکن اُن کا دیوان فی الحال دستیاب نہیں ہوتا۔ ان کے مجموعہ کلام میں سے ان کی صرف "سی غزلی" دستیاب ہے جو ان کی غزلوں پر مشتمل مجموعہ ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس مجموعہ میں ان کی صرف تیس ۳۰ غزلیں ہونی چاہیئے تھیں لیکن یہ بتیس ۳۲ غزلوں پر مشتمل "سی غزلی" ہے۔ "سی غزلی" کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اِن غزلیات کو خواجہ صاحبؒ نے خود مرتب کرکے "سی غزلی" کا نام دیا تھا یا کسی ناشناس شخص نے ان کے دیوان اشعار میں سے تیس ۳۰ غزلوں کا انتخاب کرکے اسے "سی غزلی" کا نام دیا تھا، جس میں غالباً بعد میں دو ۲ اور غزلوں کا اضافہ کیا گیا تھا۔ "سی غزلی" کا جو مخطوطہ محکمہ تحقیق واشاعت سرینگر کے کتب خانہ میں زیر شمارہ ۵۲۹ محفوظ ہے وہ مرحوم قاضی نظام الدّین خانیاری نے مورخہ ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ میں نقل کیا ہے۔ قاضی نظام الدّین نے نسخے کے آخر میں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہمیں "سی غزلی" پر نہایت سنجیدگی سے تحقیق وتجسّس کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حکیم غلام حسن ولد شیخ محمد شاہ برادرِ حسن مؤرخ، ساکن گامرو حال چکِ ارسلا خان کے مملوکہ نسخۂ دیوان میرم سے نقل ہذا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مرتب کی گئی۔"[1]

متذکرہ بالا اقتباس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ میرمؒ ایک صاحبِ دیوان شاعر تھے اور ان کے دیوان اشعار کا ایک مخطوطہ پیر غلام حسن کھویہامی مؤرخ تاریخ حسن کے بھتیجے حکیم غلام حسن کے کتب خانے میں موجود ہے اور اُسی دیوانِ اشعار سے "سی غزلی" میں شامل بتیس ۳۲ غزلیں منتخب کی گئی ہیں۔ چنانچہ حکیم غلام حسن کے کتب خانہ میں محفوظ دیوانِ میرم کا ترقیمہ بھی کاتب نظام الدّین نے خوش قسمتی سے درج کیا ہے جو کہ قابلِ توجہ ہے۔

"کاتبہ و مالکہ شیخ عبدالرّسول بتاریخ ۲۲ شوال ۱۲۲۵ھ تحریر یافت۔"[2]

اوپر درج کی ہوئی عبارات کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ میرم صاحب دیوان شاعر تھے۔ البتہ تحائف الابرار اور تذکرۂ اولیائے کشمیر میں صرف ان کی "سی غزلی" کا نام درج ہے۔ جن تیس ۳۰ غزلوں کا انتخاب کرکے "سی غزلی" میں شامل کرلیا گیا ہے وہ دراصل خواجہ صاحب کے دیوان غزلیات میں سے کسی ناشناس آدمی نے انتخاب کیا کیا ہے لیکن زمانے کے مرور کے ساتھ ساتھ "سی غزلی" کے ساتھ کسی دوسرے ناشناس شخص نے دو ۲ اور غزلوں کا اضافہ کیا ہے اور اس طرح سے آج کل یہ بتیس ۳۲ غزلوں پر مشتمل "سی غزلی" ہے۔

خواجہ صاحب کی غزلوں کا انداز متصوفانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عاشقانہ اور رندانہ ہے۔ اُن کی غزلوں میں رنگِ تغزّل جھلکتا نظر آتا ہے۔ ان غزلوں میں کوئی دقیق مسئلہ یا فلسفیانہ مباحث درج نہیں بلکہ شاعر سیدھے سادے الفاظ میں وارداتِ عشق، اپنا سوز و گداز، محبوب کی جدائی، ہجر و وصال، زلف،

---

[1] خواجہ میرم براز۔ سی غزلی، ص ۱۷ [2] ایضاً ص ۱۷ حاشیہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رخسار، رخ، چشم، مژگان، لبِ شیرین، گل و بلبل اور حسن و جمال کی رعنائیوں کو شاعر طرح طرح سے بیان کرتا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے ؎

اے کردہ فراموش رہ و رسم وفا را — آموختہ آئینِ ستم طور جفا را
از زلف تو بر کار دلم صد گرہ افتاد — دیگر مزن ای شوخ گرہ زلف دوتا را
آئینۂ انوار تجلیست جمالت — بنمای کہ بینیم دران نورِ خدا را
از نکہت زلف تو صبا یافت نسیمی — منسوب ازان شد دمِ جان بخش صبا را
آمد غم دردِ تو دوائی دلِ مجروح — خواہم من دلخستہ ز دردِ تو دوا را
آن خط سیہ را نتوان مشک خطا گفت — نسبت نبود با خط تو مشک خطا را

از حالِ دل غمخورِ میرم نخوری غم
رحمی بکن ای شاہ بتان حالِ گدا را[1]

خواجہ صاحب حد درجہ کے جمال پرست تھے۔ انہیں دنیا کے ذرّے ذرّے میں خدا کا نور نظر آتا ــــ وہ حساس طبیعت کے مالک تھے جس چیز نے انہیں متاثر کیا، اُس کی صحیح تصویر انہوں نے اپنی غزلوں میں پیش کرنے کی کوشش کی ؎

بسوختم بت من بی رُخ تو زار امشب
چو شمع در غمِ رویت بگنجِ تار امشب
برہگذارِ تو دارم دو چشم گوہر بار
بیا کہ گوہر چشمت کنم نثار امشب
بیادِ روی تو چوں شمع تا سحر کردم
ز سوز سینۂ خود گریہ ہای زار امشب

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۱

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بقصدِ قتلِ من آں شوخ لب گزید آری
که ساخت جان من خسته بے قرار امشب

بہار و باغ و شب وصل خوش بود ساقی
بیار بادۂ گلرنگ خوش گوار امشب

بیاد رفتم و دادِ من نه داد آن مه
فغان که بر سرِ بے داد بود یار امشب

بچشم و گیسوی زلفت قسم که مجنون را
نه خواب بود بچشمم نه دل قرار امشب

مگوی تو همه شب داشت زاری میرم
فتاد عاقبت انجا ہلاک و زار امشب[1]

خواجہ صاحب کی غزلیں پُر درد اور پُر تاثیر ہیں۔ وہ اپنی غزلوں میں محبوب کے حُسن کی توصیف میں الفاظ و تراکیب کا انتخاب اس چابکدستی کے ساتھ کرتے ہیں کہ ہر لفظ اپنی جگہ بر محل اور شعر کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ الفاظ کی شان و شوکت، مترنم الفاظ کا استعمال، نزاکتِ بیان، حسن تعلیل اور مراعات النظیر ان کی غزلوں کو اور بھی زیادہ موثر بنا دیتے ہیں اور یہ تاثیر بالخصوص ان کی ایسی غزلوں میں بدرجۂ اتم نظر آتی ہے جن میں انہوں نے محبوب کے سراپا کی تصویر کھینچی ہے۔ درج ذیل غزل ملاحظہ فرمائیے ؎

شہسوار من که گشتم خاکِ راہِ توسنش
میکشد از من عنان و نیست پروای منش

---

[1] خواجہ میرم بزاز ـ سری غزلی، ص ۱۰۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شد زمن امروز آں گل پیرہن دامن کشاں
زیں سبب فردای محشر دستِ ما در دامنش
شوخِ من زد از کمانِ ابروان بر جان و دل
ناوکِ مژگان کہ می بینم گذر بر جوشنش
شرم دارد گل زلطفِ عارضِ نیکوئی او
گر فتد ای باغبان روزی گذر بر گلشنش
شاہدِ رعنا اگرچہ سرو باغ آمد ولی
ہیچ نسبت نیست با آن سرو گل پیراہنش
شامِ ہجران ای خوشا کز پرتوِ شمعِ رخت
کلبۂ تاریخ گردد ہم چو صبح روشنش
شاید از میرم ز غم دارد رُخ زردی چو زر
زانکہ از پیشِ نظر شد دلبرِ سیمیں تنش [1]

خواجہ صاحب کی غزلیں اُن کے درد و سوز سے لبریز ہیں۔ وہ عام طور پر اپنی غزلوں میں محبوب کی بے وفائی، اس کے جور و جفا، اس کی بے پروائی و بے اعتنائی کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔ لیکن جتنی بار بھی محبوب کی بے وفائی کا ذکر کیا ہے ہر جگہ نئے انداز اور نئے جوش کے ساتھ کیا ہے اور قارئین کسی بھی جگہ اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ مسلسل غزلوں میں اُن کا یہ جذبہ اور درد و سوز زیادہ مؤثر نظر آتا ہے ؎

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۸-۹

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قامتِ من حلقہ ساں خم گشت از بارِ فراق
ہم چو من یارا مبادا کس گرفتارِ فراق

قیمتِ نقد وصالش مے شناسد آنکہ او
دیدہ باشد ہم چو من پیوستہ آزارِ فراق

قدرِ روز وصل میداند کسی کو ہم چو من
دور از آن خورشید باشد در شبِ تارِ فراق

قندِ لب ہای شکر بارش مفید است اے طبیب
بہر بیماران درد و رنج خوں خوارِ فراق

قالب فرسودہ ام گر خاک مے گردد ہنوز
مے زند سر بر ز خاکِ من ہمہ خارِ فراق

قاصدِ جانم فراقست و نماند از جان اثر
در جہان یارب مبادا ہر گز آثارِ فراق

قد میرم خم شدہ ای مہ بیتو مانندِ ہلال
باقدِ خم گشتہ تا کے مے کشد بارِ فراق[1]

خواجہ صاحبؒ کی غزلیں خسروؔ اور سعدیؔ کی غزلیات کی صدائے بازگشت ہیں۔ اکثر و بیشتر غزلوں میں خواجہ میرمؒ نے فارسی ادب کے ان مایہ ناز شعرا کیطرح اپنا درد و سوز بیان کیا ہے۔ بعض اوقات قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سعدیؔ کی ہی غزل ہے یا سعدیؔ کی کسی غزل کی زمین میں کہی ہوئی غزل ہے۔ بطورِ مثال درجِ ذیل غزل ملاحظہ فرمائیے ؎

---

[1] خواجہ میرم بزاز ۔ سی غزلی، ص ۱۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سرو سجدہ پیش قدِ یار من دارد ہوس
پیش قدش بندگی سرو چمن دارد ہوس

سنبل پُر چین آن سرو سمنبر ہر کہ دید!!
کی ہوای عنبر و مشکِ ختن دارد ہوس

سینہ چاک و دیدہ گریان دارد و دل غرقِ خون
بیدلی در جان و دل زان گلبدن دارد ہوس

سوخت خلقی ہمچو من در آتش سودای او
زانکہ سودای رخ او مرد و زن دارد ہوس

سرمۂ اہلِ نظر خاک رہ آن مہوش است
تو تیائی از رہِ او چشم من دارد ہوس

سبزۂ خط گردِ لعلِ آتشیں را بر دمید
خضر آری بر لب حیوان وطن دارد ہوس

سیم اشک و زر ناب از چہرہ اندوز دگر
میرم ایثار رہ آن سیمتن دارد ہوس[1]

خواجہ میرمؒ بنیادی طور پر ایک صوفی شاعر ہیں۔ وہ متصوفانہ عقائد و افکار کو درد و سوز اور عشق و حُسن کی رنگ آمیزی سے زیادہ دلکش اور مؤثر بناتے ہیں۔ درج ذیل غزل میں خواجہ صاحب نے عشقیہ جذبات کو جس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے وہ فارسی ادب کے چند انگشت بہ شمار صاحبِ سبک شعراء کے یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں ؎

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۸

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یارب آں بے رحم باما یار بودی کاشکی
دوست باما دشمنِ اغیار بودی کاشکی

یار بر عشاق خود اے کاش بودی مہربان
بار قیبان برسرِ آزار بودی کاشکی

یادِ یارانِ کہن ہرگز نہ کرد آن بے وفا
از وفا بوئی درآن دل دار بودی کاشکی

یافت از دیدارِ تو ہر کس نصیبِ خویشتن
روزی من ہمچو تو دل دار بودی کاشکی

یوسفِ من نقد وصلت را بجان نتوان خرید
قیمت وصل تو مارا زار بودی کاشکی

یکشب از بخت بدم آن مہ گذر برمن نکرد
بخت خواب آلود من بیدار بودی کاشکی

یا مگر از حال دل میرم ندارد آگہی
آگہ از حالِ غریبش یار بودی کاشکی[1]

خواجہ صاحب کی غزلوں میں مظہری کشمیری، بابا طالب اصفہانی، اوجی کشمیری وغیرہ جیسے معاصر شعراء کی طرح سبک ہندی کی پیچیدگیاں نہیں ملتیں حالانکہ خواجہ صاحب کے زمانے میں سبک ہندی اور مکتب وقوع، دونوں اسالیبِ فکر فارسی شعر و شاعری میں مروّج تھے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خواجہ صاحبؒ نے اکثر معاصرین کی روش اور اسلوبِ نگارش سے ہٹ کر قدیم اساتذہ کی پیروی میں ہی غزلیں کہیں۔ ان میں درجِ ذیل غزل بطور نمونہ

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ قلمی غزلیں، ص ۱۶-۱۷

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قابل ذکر ہے جسمیں "اُستادِ غزل سعدی" کی غزلوں کا رنگ جھلکتا ہے ؎

پادر رکاب آر و بکین تند و تاز اسپ
اہل نیاز را بکش و ران بناز اسپ
پیشِ سمند نازِ تو جان میدہم کہ تو
زیں کردۂ بکشتن اہل نیاز اسپ
پیوستہ بہر کشتنم آن شہسوار حسن
راند بناز و عشوہ بصد ترکتاز اسپ
پای پیادہ آمدہ خلقی بدیدنت
آہستہ ران بجلوہ تو ای دلنواز اسپ
پیکان غمزہ ہای تو مارا ہلاک ساخت
دیگر زبہر کشتن میرم متاز اسپ[1]

خواجہ میرم کی ایسی غزلیں جن میں انہوں نے اپنا ذاتی غم واندوہ، درد و سوز اور رنج و آلام کا ذکر کیا ہے، ان غزلوں کے مقابلے زیادہ دلنشین اور پُر تاثیر ہیں جن میں اس موضوع سے ہٹ کر دوسرے عشقیہ واردات بیان کئے گئے ہیں۔ ایسی غزلوں میں خواجہ صاحب نے محبوب کے جور و جفا، ظلم و ستم اور اس کے وصال میں اپنی بے قراری اور بے زاری کا برملا اظہار کیا ہے بطور مثال ؎

دلم دور از گل رویت چو بلبل در فغان آمد
فغاں کز فرقتِ رخسارِ آن گل دل بجان آمد
دہانت غنچہ، قدت سرو و رویت گل خطت ریحان

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جمالت در بہار حسنِ رشک گلستاں آمد
دم جان بخش دارد بادِ نوروز و کنون ساقی
بہ گلگشت چمن در موسمِ گل میتواں آمد
دما دم مردم چشم بیادِ لعلِ میگونت
بہ بزم محنت و غم چوں صراحی خونفشاں آمد
دہد یاد از رُخ وقدت گل وسرو وچمن ایجان
ازان دلکش ہوای باغ وکشت بوستان آمد[1]

خواجہ میرمؒ کی غزلوں کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ ہر غزل کا ہر مصرعہ اُسی حرفِ ردف سے شروع ہوتا ہے کہ جس میں وہ پوری غزل کہی گئی ہے۔ بطور مثال ہر غزل کے ہر ایک مصرعہ کی ابتدا اسی حرف تہجی سے ہوتی ہے جس حرف تہجی پر اس مصرعہ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ چند غزلوں میں سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں :

ای کردہ فراموش رہ و رسم وفا را
آموختہ آئین ستم طور جفا را

از زلف تو بر کار دلم صد گرہ افتاد
دیگر مزن ای شوخ گرہ زلفِ دوتا را[2]

○

خال لب تو بلاست ای شوخ با آفت جان ماست ای شوخ[3]

○

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۶
[2] ایضاً۔ ص ۱
[3] ایضاً۔ ص ۵

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حال دل پیش تو اے جان نتوان کردن شرح
ورنہ حالیست مرا کان نتوان کردن شرح[1]

○

جان بیمار مرا ہست لب یار علاج
نیست جز نوش بدیں خستۂ بیمار علاج

جانب خستہ دلاں گر گذری از رہ لطف
خستگان را شود از شربت دیدار علاج

جاری صبر است چہ سازم کہ دل زار مرا
نیست جز شربت آن لعل شکربار علاج

جز بدردش دل مسکین مرا تسکین نیست
بعد ازیں نیست طبیب از تو درکار علاج

جان و دل زار ز درد است چہ گویم بطبیب
کہ پذیرد ز دوا ریشِ دلِ زار علاج

جانِ میرم طلبد مرہم دردِ دلِ ریش
دردِ دل را طلب از درد و غمِ یار علاج[2]

○

خواجہ صاحبؒ اپنے زمانے کے ایک عارف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادیب اور شاعر بھی تھے۔ فارسی نثر میں اُن کا "تذکرۃ المرشدی" ایک شاہکار ہے

---

[1] خواجہ میرم بزاز۔ سی غزلی، ص ۵

[2] ایضاً، ص ۴

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جس میں خواجہ صاحب نے اپنے پیرِ طریقت کے احوال ریاضات، کشف و کرامات اور ان کے خلفاء کے تراجم تفصیل کے ساتھ قلمبند کئے ہیں فارسی شعروشاعری میں اگرچہ ان کا دیوان ابھی تک دستیاب نہ ہوسکا' ان کی سی غزلیں بہترین غزلوں کا مجموعہ ہے۔ کشمیر کے فارسی ادب میں جس چیز نے خواجہ صاحب کو ایک منفرد مقام بخشا ہے' وہ ان کی غزلیں ہیں، جو عشق و سرمستی اور تصوّف و عرفان سے مملو ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سلطان العارفینؒ کے خلفاء میں شامل ہونے کی وجہ سے خواجہ صاحب ایک پرہیزگار اور متّقی صوفی تھے لیکن فارسی شعروسخن میں تصوّف و عرفان کے ساتھ عشق و عاشقی اور تغزّل کی رنگ آمیزی نے ان کی غزلوں کو اور زیادہ مؤثر بنایا ہے۔ وہ انہیں فارسی شعراء میں ایک منفرد مقام بخشتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مرغوب بانہالی

حضرت بابا حیدر تولہ مولیؒ

کشمیر کا خطۂ جنت نظیر عہدِ وسطیٰ کی صدیوں کے دوران جن روحانی شخصیتوں کے کشمیر آنے اور یہاں دینی تبلیغ اور علم وادب کی دور رس اثرات والی خدمات انجام دینے سے قلعۂ اسلام اور ایرانِ صغیر بن گیا تھا اُن میں بمصداق والسّابقون الاوّلون ان عالی مرتبت سادات کی اوّلیت مسلّم ہے جو خالصتاً اسلام کی ترویج واشاعت کا کام آگے بڑھانے کی غرض سے حضرت سیّد عبدالرحمٰن بلبل شاہ ترکستانیؒ اور حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ کی سربراہی میں واردِ کشمیر ہوئے تھے اور جو عموماً وسط ایشیا یا ایران کے مختلف علاقوں سے چل کر یہاں آئے تھے لیکن چودھویں صدی عیسوی کے دوران اہلِ علم وہُنر پر مشتمل دو بڑے کاروان ساتھ لیکر۔ یہاں آنے والے اُن پیشروؤں کے کارہائے نمایاں کا ذکر سُن کر بعد کی تین صدیوں میں بھی یہاں باہر سے آنیوالے اربابِ علم وفضل کی نہ صرف یہ کہ خوب پذیرائی ہوتی رہتی ہے، بلکہ حضرت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ نورالدین کشمیریؒ اور حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیریؒ سے براہِ راست فیضان پانے کی غرض سے پیر پنچال کے اُس پار سکونت پذیر لوگ اب دوسرے قسم کے مقاصد لیکر یہاں پہنچنے لگتے ہیں ـــــ مثلاً شیخِ اوّل کی خدمت میں کشتواڑ کے راجپوت خاندان کا زیاسنگ آکر مشرّف باسلام ہوتا ہے اور زین الدّین ولی بن کر عیش مقام کے گرد و نواح کو ایمان و عرفان کا فیضان پہنچاتا ہے تاکہ جنوبی کشمیر کے دور افتادہ دیہات بھی تازہ واردِ اسلام کی ضیا باریوں سے فیضیاب ہو سکیں۔ اسی طرح سے کئی صدیوں بعد گجرات کے ساداتِ علوی کے چشم و چراغ میر سیّد حیدر گجراتی اپنے آپ کو معاصر کشمیر کے آفتابِ روحانیت حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ کی خدمت میں پہنچا کر اپنے ایمان و عرفان کو تقویت بہم پہنچاتے ہیں اور شمالی کشمیر کے دور افتادہ دیہات کو فیضانِ اسلام پہنچانے کے لئے اپنے مُرشد کی ہدایت پر لار بگنہ کے تیلہ مولہ گاؤں میں بود و باش اختیار کرتے ہیں۔ بلکہ مستزاد یہ کہ سیّد موصوف اپنے مُرشد حضرت شیخ حمزہؒ کے احترام و عقیدت کو ملحوظ رکھ کر اُن کے سیّد نہ ہونے کی رعایت سے اپنے سیّد ہونے کا ذکر تک کسی سے نہیں کرتے۔ اُن کے اسی دانستہ احتیاط و اغماض برتنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعد کے تذکرہ نویس اُنہیں سیّد گردانتے یا نہ گردانتے کی بحثیں چھیڑ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر "واقعاتِ کشمیر" کے مصنّف خواجہ محمد اعظم دیدہ مریؒ، "اسرار الابرار" کے مُصنّف بابا داؤد مشکوٰتی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"شیخ حیدر لاری در زبانِ عوام مشہور بہ میر حیدر است اما خدمتِ بابا داؤد مشکوٰتی کہ از ہمیں طبقہ و قریب العصر اوست در "اسرار الابرار" اظہار سادتش نکردہ۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تمہیداً صرف اس ایک نکتے کی طرف اشارہ کرنا کافی ہوگا کہ اِنَّ اکرمکُم عند اللّٰہِ اتقاکُم جیسے فرمانِ ربّانی کی روشنی میں نسبی فضیلت کو نام و نمود کا سامان نہ بنا کر بابا حیدر نے یہاں آکر عرصہ دراز تک جس عجز و انکساری کا عملی مظاہرہ کیا ہے وہ آپکا ذاتی امتیاز ہونے کے علاوہ سادات کی اولاد ہونے پر اترانے والے ننگِ اسلاف قسم کے سیّد زادوں پر ایک چپت بھی ہے، خاص طور پر اس حقیقت کے ناطے جس کا انکشاف بابا حیدر کے شاگردِ رشید خواجہ اسحٰق قاریؒ نے "چلچۃ العارفین" میں یوں کیا ہے:

"سیّد السادات مفتخر الشرفات میر شیخ حیدر تیلہ مولیٰ کہ دراصل علویت و درایں جا بطریقِ ارادت آمدہ بود و کسی را اطلاعی نہ کہ میر مسطور علویت و سیّد است۔ اما چوں خدمتِ مخدوم شیخ محمد علی رینہ (برادرِ شیخ حمزہ مخدومؒ) سفر دوم بہ گجرات کرد، عمومی ایشاں را دید و تحقیق نمود۔"

اگرچہ میرے شاگرد دار جمند ڈاکٹر محمد صدیق نیاز مند نے قابلِ اعتبار شواہد کی بنیاد پر ہی اپنی ایک اہم کتاب "ہفت گنجِ سلطانی" میں بابا حیدر کا نام لیتے وقت بجا طور پر تین ماقبل الفاظ محفوظ کر لئے ہیں اور ان کے سیّد ہونے کی پذیرائی کرتے ہوئے ان کا پورا نام حضرت میر شیخ سیّد حیدر تیلہ مولیؒ لکھ کر ظاہر کیا ہے لیکن میں اس وقت کے ثقافتی تناظر میں ہر ایک روحانی بزرگ کے لئے مخصوص پیار بھرا ماقبل "بابا" لفظ ہی ترجیحاً استعمال کرتا ہوں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت بابا بلبل ترکستانیؒ سے لے کر بابا حیدر تیلہ مولیؒ تک اس حاملِ تہذیب لفظ کا تقدس، پامال اور زوال پذیر نہ ہوا تھا جب خالصتاً تبلیغی مشن کی پیش رفت یقینی بنانے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

والے ایک روحانی مربّی (Father figure) کو ہی بابا کہہ کر یاد کیا جاتا تھا نہ کہ زیارت گاہوں پر لوگوں سے نذر و نیاز لینے والوں کو۔!

بہر حال خواجہ اسحٰق قاری کی "چلچۃ العارفین"، خود بابا حیدر کی "ہدایت المخلصین"، بابا داؤد مشکواتی کی "اسرار الابرار"، خواجہ اعظم کی "واقعاتِ کشمیر"، ڈاکٹر صوفی کی "کشیر" اور ڈاکٹر نیاز مند کی "ہفت گنج سلطانی" جیسی کتابوں کے مطالعہ سے صوفی منش بزرگ بابا حیدر کی سوانح کا جو خاکہ اُبھرتا ہے وہ آپ کی روحانی فضیلت اور کرامت کے دبیز پردے سے بھی فارسی نظم و نثر اور تاریخ کشمیر سے آپ کی ذاتی وابستگی کے مختلف پہلو قابلِ توجہ بناتا ہے۔ ہم اس مطالعے کا خلاصہ یوں پیش کرینگے:

① گجرات کے علوی سادات کے گھر میں ۸۹۱ھ کے دوران ایک ایسا حسین اور سعادت مند بچّہ تولد ہوا جس کے روشن آثار دیکھ کر اور اپنی خاندانی روایت ملحوظ رکھ کر اور اس کے مستقبل کے ساتھ اچھی توقع رکھ کر اس کا نام حیدر رکھا گیا۔

② ابھی اس بچّے کی عمر دو سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس کے والدین یکے بعد دیگرے رحلت پا گئے۔ اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش اور نگہداشت کا ذمہ مشفق و غم خوار چچا سید محمود علوی نے لیا۔ پہلے مرحلے پر سیّد محمود علوی نے یتیم بچّے کی نگہداشت اور دودھ پلانے کیلئے ایک آیا بھی ملازم رکھ لی۔ لیکن چونکہ وہ بھی جلد ہی وفات پا گئی اس لئے نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے سارے کام خود آپ کو سنبھالنے پڑے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر تک پہنچ کر آپ کا بھتیجا حیدر علم و ادب میں اچھی پیش رفت کر گیا لیکن ان کا میلان روحانی ریاضت کی طرف بھی کافی بڑھ گیا۔ گویا آپ جسمانی ہی نہیں ذہنی اور روحانی طور پر بھی بہت جلد بلوغ کو پہنچ گئے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(۳) چونکہ سیّد محمود علوی کا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے وہ بھتیجے کی اس خواہش کو قبول کرنے پر آسانی سے راضی نہ ہو سکے جو گذشتہ رات خواب میں دیئے گئے ایک اشارۂ غیبی کی پیداوار تھی۔ اس خواہش کے تحت حیدر کو اپنے مشفق چچا سے اس امر کی اجازت مقصود تھی کہ وہ کشمیر جاکر شیخ حمزہؒ نامی بزرگ کے ہاں اپنی روحانی پیاس بجھا پائیں گے۔ آسانی سے اجازت نہ ملنے کے نتیجے میں اگلے ایک ماہ کے دوران بھتیجے کی بے تابی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ مشفق چچا سے اس کی دگرگوں حالت دیکھی نہ گئی۔ اپنے قریبی رشتوں سے مفارقت اختیار کرکے اپنی روحانی پیش رفت اور دینی خدمت کے لئے ہجرت کی راہ لینے کا منظر نامہ بابا حیدر نے "ہدایت المخلصین" میں یوں ترتیب دیا ہے کہ ایک ماہ پہلے رات کو دیکھے ہوئے خواب کی کیفیت بھی چشمِ دل پر روشن ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"صبح از عموی خود رخصت خواستم او از محبّت (آنکہ اورا فرزندے نبود) مارا اجازت نداد و من در گریہ و زاری بہ پنہانی در دشت ہا رفتن آغاز می کردم تا یک ہفتہ گذشت کہ خواندن او نوشتن از من برفت۔"

اجازت نہ ملنے پر اُداس ہوئے سیّد زادے کو کھانا پینا چھوٹ جانے کا اتنا غم نہیں تھا جتنا پڑھنے لکھنے کا چھوٹ جانا باعثِ الم تھا۔ بلکہ یہ بات بھی دیدنی ہے کہ ہر چند آپ کو روحانی برتری حاصل کرنے کا ارادہ پیشِ نظر تھا پھر بھی اپنے آپ کو بزرگوں کی صدق دلانہ اجازت حاصل کر لینے کا مکلّف اور پابند سمجھتا تھا۔ وہ مشفق چچا کی شفقت جوش میں آنے کا منظر بھی یوں پیش کرتا ہے:

"بعد از یک ماہ از عموی خود رخصت گرفتہ روانۂ کشمیر شدم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ودر موضع تیلہ مولہ سکونت اختیار نمودم و مردم حالا مرا کشمیری

مے دانند۔"

(۴) کشمیر میں مستقل سکونت (قناعت اور انتہائی درویشانہ ڈھنگ سے) اختیار کرنے کے بعد بابا حیدرؒ گجراتی قیدِ وطن سے آزاد ہو کر کشمیری کہلائے جانے میں ایک گونہ مُسرّت محسوس کرنے لگے اور نہ صرف عملاً اس بات کی توثیق کرتے رہے کہ

ع ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست

بلکہ اس بات پر بھی طمانیت کی مہر ثبت کرتے رہے کہ

خوشا شہرے کہ آنجا دلبر است

اب وہ سیّد زادہ اس غیر سیّد مُرشد کے فیضان سے عشقِ حقیقی کی اعلیٰ منزلیں طے کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جو مقامی ارادتمندوں کی اصطلاح میں شیخ حمزہ مخدومؒ ہی نہیں کہلاتے تھے بلکہ شیخ شیخان، محبوب العالم اور سلطان العارفین جیسے القاب کے ساتھ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ حضرت شیخ حمزہؒ کے خلفاء میں بابا حیدرؒ اس اعلیٰ مقام سے زیادہ دور نہ تھے جس پر حضرت ایشاں شیخ یعقوب صرفیؒ، حضرت بابا داؤد خاکیؒ، حضرت بابا علی رینہؒ، خواجہ حسن قاریؒ اور شیخ احمد چاگلیؒ جیسے اہلِ علم و فضل فائز تھے۔ خواجہ اسحٰق قاری اور خواجہ میرم بزاز جیسے تذکرہ نویسوں نے بابا حیدرؒ کو ان صف اوّل کے سلطانی خلفاً کے قریب گردانے کے کئی اہم نکات اُبھارے ہیں۔ تصوّف اور سلوک میں اپنی پیشرفت کو شیخ طریقت کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ بابا حیدرؒ فارسی نظم و نثر میں بھی اپنا حصّہ ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے اور رائج الوقت موضوع "احوالِ مرشد" قلمبند کرنے میں خامہ فرسائی کرتے رہے۔ وہ اپنی طویل عمر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے آخری حصہ میں اپنی عبارات کو یکجا کر کے باضابطہ کتابی شکل میں مدوّن کرتے ہیں اور اس کا نام ہدایت المخلصین رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا، اس کتاب کا حاوی موضوع حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ کے حالات و کمالات و کرامات سے عبارت ہے۔ البتہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے بابا حیدر یا اُن کے الفاظ میں شیخ حیدر لاری کے ساتھ کئی نسخے منسوب کئے ہیں لیکن ان کا یہ اندراج تحقیقی تقاضوں سے عاری نظر آتا ہے اور اس ضمن میں اُن کا فارسی بیان ایک سوالیہ نشان لگانے کا متقاضی ہے۔ بیان یہ ہے:

"نُسخہا در احوال پیران خود دارد کہ بعض مُردم آن را محمول بر کمالِ اعتقاد و اغراق و مبالغہ مے دارد، والعلم عند اللہ"۔

اس جملے میں "نُسخہا" کے ساتھ "آن را محمول" کی وضاحت غور طلب ہے۔ کیونکہ نُسخے کے صیغہ جمع کے ساتھ آنرا جیسا صیغہ واحد برتنا مغالطے میں ڈال سکتا ہے۔ شاید اسی مغالطے کے تحت ڈاکٹر نیاز مند نے واقعات کشمیر کی عبارت قدرے غلط ڈھنگ سے بدل دی ہے۔ کیونکہ اس کے متن میں نسخہ ہا (واقعات کشمیر ص ۱۲۲ پر) درج ہے اور نیاز مند نے "نُسخہ ای" لکھا ہے (ہفت گنج سُلطانی ص ۲۱۰ پر)۔ خواجہ اعظم کا متعلقہ جملے کو "والعلم عند اللہ" جیسے عربی الفاظ پر ختم کرنا صرف اسی بات کا ثبوت نہیں کہ اس کی نظر سے نہ تو "ہدایت المخلصین" گذری تھی اور نہ بابا حیدر تیلہ مولی کا اور کوئی نسخہ، بلکہ مُستزاد یہ کہ خلقِ خدا ایں شامل "مردم" کی طرف ہی وہ باتیں منسوب کرنا جو بابا حیدر کی عبارت میں قابلِ تامّل یا قابلِ اعتراض ہیں، ایک گونہ مصلحت پسندانہ اغماض کا عمل محسوس ہوتی ہیں۔ ویسے بھی درست فارسی کے اعتبار سے "نُسخہ ہا" کی رعایت سے "آنرا" کے بجائے "آنہارا" ہونا چاہیئے تھا۔ اب بعض لوگوں کے لئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کس قسم کی مبالغہ آرائی محلِ نظر رہی ہے اس کو خود "ہدایت المخلصین" کی نظم و نثر میں ہی تلاش کرنا ہوگا اور ایسا بابا حیدر کی سوانح کی بات ختم کرنے کے بعد ہی کیا جائے گا۔

(۵) میر حیدر تیلہ مولی نے ایک سو دس سال کی عمر پائی تھی اور اس عمر دراز کا بیشتر حصہ انہوں نے انتہائی فقر و استغنا کی حالت میں گذارا تھا۔ ایسا طریقِ زیست بابا حیدر نے اپنی رضامندی سے اختیار کیا تھا۔ بلکہ لازمی شرط عاشقی جان کر وہ دوسروں کو بھی اعلیٰ مقاصد کی حصولیابی کے لئے سادہ طرزِ زندگی اور حلال رزق پر اکتفا کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔ شاعری میں بھی اس موضوع پر بڑے مخلصانہ انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ کہا ہے ؎

حیف آن کس را کہ آمد کاذب اندر عاشقی
ہر کہ عاشق شد نجوید راحت از آزارِ خود
تا نہ خواہی کرد جان را چاک چوں گُل بہرِ او
یک نسیمے نیابی ہرگز از گلزارِ خود

فقر و فاقہ میں شکوہ و شکایت نہ کرنے کی روش اختیار کرنے والے اس روحانی بزرگ نے ۹۹۹ھ کے ماہِ محرم میں وفات پائی اور پرگنہ لار کے موضع تیلہ مولہ میں سپردِ خاک کئے گئے۔

(۶) بابا حیدر تیلہ مولی کی دستیاب شدہ واحد کتاب "ہدایت المخلصین" کا بنیادی موضوع حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیریؒ اور اُن کے برگزیدہ خلفاء کی کرامات ہیں۔ اُنہی کرامات کے پردے میں تصوّف و عرفان کی چند پُر اسرار باتیں مبتدی قسم کے سالکوں کی رہنمائی کے لئے ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ اس کتاب کو پانچ ابواب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے عنوانات یہ ہیں :

- باب اوّل ـــــ در اعمالِ مبتدی
- باب دوم ـــــ در اشغالِ مبتدی
- باب سوم ـــــ در اذکارِ مبتدی
- باب چہارم ـــــ در محبّت وشوق وصلاح وتقویٰ
- باب پنجم ـــــ در بعضی احوالات قطب الاقطاب حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ

اگرچہ بحیثیت مجموعی "ہدایت المخلصین" کی عبارت نہایت سلیس اور سادہ ہے پھر بھی بعض مغلق بیانوں کے ناطے سے کہا جاسکتا ہے کہ اس کا معیار زیادہ بلند نہیں ہے۔ ایک تذکرہ کی حیثیت سے بھی اس کی عبارات کا بیشتر حصہ محققوں اور مؤرّخوں کے لئے باعث تشفّی نہیں بلکہ باعثِ تردّد ہے اور یوں اس کتاب کے بعض مباحث کافی غور طلب معلوم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم اس مختصر سے مقالے کے اختتام پر ایسے صرف تین مباحث منتخب کریں گے۔

اوّلاً یہ کہ "ہدایت المخلصین" کی عبارتوں میں جس مبالغہ آمیز اظہار کی طرف ایک ملفوف اشارہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے "واقعاتِ کشمیر" میں کیا ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟

ثانیاً یہ کہ جن چک سلاطین کو حضرت بابا داؤد خاکیؒ نے سُنیّوں کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہ کرنے کی اسناد سے نوازا ہے اُن کے تعصب کی کیسی باتیں بابا حیدر نے درج کی ہیں؟

ثالثاً یہ کہ چک دور میں سُنیّوں کے ساتھ ناروا سلوک ہونے کے خلاف اکابرینِ کشمیر پر مشتمل جو وفد اکبر بادشاہ سے مدد مانگنے کے لئے گیا اسکی سربراہی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنے والے حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ تھے یا کہ حضرت بابا داوٗد خاکی؟

"ہدایت المخلصین" کی عبارت میں پائے جانے والے غلو اور مبالغے کے حوالے سے یہ بات بُری طرح کھٹکتی ہے بلکہ بڑی تعجب خیز اور حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کو توحید و رسالت کی نازک باتیں بتانے والا اور ان دو بنیادی عقیدوں کے ایمانی تقاضوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کرنے کی وکالت کرنے والا ایسا کچھ کیسے کہہ سکا ہے جبکہ وہ اس حیثیت سے اس قدر مشہور رہا ہو کہ خواجہ اسحٰق قاریؒ جیسا عالمِ دین اس کے مقامِ بلند کا تعین اِن الفاظ میں کرنے پر مجبور ہو:

"میر مسطور (بابا حیدر) در خدمتِ حضرت مخدومؒ بے حد مقرّب و معزّز بودند و ہستند و اکثر یاران در عقاید توحید الٰہی از خدمت ایشاں حل مے نمودند۔"

ایک اور غور طلب مبحث جو "ہدایت المخلصین" میں باعثِ تأمل قرار دیا جا سکتا ہے وہ حضرت بابا داوٗد خاکیؒ جیسے سُلطانی مقرّبِ خاص اور پُر آشوب چک دور کے سب سے بڑے عینی گواہ کے اُس رویے کے ساتھ موافقت نہ رکھنے والے بیانات ہیں جن کے تحت بابا داوٗد خاکیؒ نے علی شاہ چک اور اس کے بیٹے یوسف شاہ چک دونوں کو بحیثیتِ حکمران سُنّی مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے جتلایا ہے اور دونوں کے حق میں یوں رطب اللّسان ہیں ؎

والیٔ دوران علی شاہ دوستدارِ صالحاں

پورِ او شہزادہ یوسف با جمال و با جلال

ہر دو ایشان صحبتِ ایں پیر را دریافتند

ہر دو کردندے دُعا ء خیر خود از وے سوال

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حسین شاہ چک کا سات سالہ عہدِ حکومت ۱۵۶۳ء سے ۱۵۷۰ء تک محیط تھا۔ ڈاکٹر صوفی نے "کشیر" نامی کتاب میں اس کے موافقِ دین کئی اقدام گنے ہیں جن میں اُن کی عدل گستری، سخاوت اور تقدّسِ جمعہ کی باتیں بھی شامل ہیں اور اُن کی طبعزاد غزلیات سے ماخوذ یہ شعر بھی کہ ؎

آن تُرک آل پوش سوارِ سمند شُد
یاراں حذر کُنید کہ آتش بلند شُد

اِن تمام پہلوؤں سے صرف نظر کرکے بابا حیدر نے حسین شاہ کی مسلم آزاری کو ہدفِ تنقید بنایا ہے اور علی شاہ چک کے ۱۵۷۰ء سے ۱۵۷۹ء تک محیط نو سالہ عہدِ حکومت کی طرح اس کے فرزند یوسف شاہ چک کے ۱۵۷۹ء سے ۱۵۸۶ء تک محیط شش سالہ عہدِ حکومت کے دوران تلافی مافات ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اسی دور کے آخری حصّے کی حکمرانی کا نقشہ بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کا ذکر کرکے یوں کھینچا ہے ؎

طالب علم و شریعت ہست و خوانائے کُتب
از مسائل عالمان را مے کند اکثر سوال
بر لُغت ہا واقف است و در ہُنر ہا ذو فنون
حُسنِ خطے نیز دارد ایں شہِ فرخندہ فال
ہست شاہے نرم خو، شیریں زبان و بُردبار
باز در فہم و فطانت بے نظیر و لامثال

"ہدایت المخلصین" کا تیسرا منتخبہ غور طلب مبحث خود بابا داؤد خاکیؒ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مبحث عہدِ حاضر میں محققین کے ہاں ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بن کر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُبھرا ہے۔ پہلے ہم بابا حیدر کا اقتباس ہی پیش کرتے ہیں :

"حضرت شیخ داؤد خاکیؒ چوں بطرفِ سیالکوٹ باتفاق چند پیر برادر مثل عارف باللہ حضرت خواجہ حسن قاری وخواجہ اسحٰق قاری وغیرہما آں طرف مراجعت فرمودند۔ باعث ایں بود کہ در کشمیر یعقوب چک کہ وے ..... مُتغلب ومتعصب بود پادشاہ شُد۔ واکثر بہ عزیزاں ایذا رسانید۔ میرزا حیدر برحمت حق پیوست۔ میرزا حیدر مذکور از جملہ خاصِ مریدان حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ بود وصاحبِ ولایت وقُطبِ وقت بود واو چوں برحمتِ حق وصال یافت پیش از برخاستنِ آشوب وفتنہ شیخ در اعیانِ مجلس مذکور نمودہ بود کہ اے یاران بہتر است کہ ازیں کشمیر بدر رویم وپادشاہِ ہند کہ مسلمان است در ینجا پشتی باطن کردہ بیاریم ....

بعد ذالک شیخ مذکور باچند تن عزیزان بہ لاہور عبور فرمودہ در انجا پادشاہِ ہند را فاتحہ واجازت نمودہ۔ خود در سیالکوٹ چند گاہ گزرانید۔ بعد ازانکہ مُلکِ کشمیر از تصرّف یعقوب چک .... بدر رفت"۔

اس اقتباس میں جہاں یہ بات صاف طور پر نشاندہی میں نہیں لائی گئی ہے کہ ایک ایسی مجلس کون سے شیخ کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی اور کس شیخ نے قبل از وقت یہ تجویز پیش کی تھی کہ چکوں کے مظالم سے چھٹکارا پانے کیلئے پادشاہِ ہند کی طرف رجوع کیا جانا چاہیئے۔ ویسے اس اقتباس میں حضرت شیخ حمزہؒ کے علاوہ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کا نام بھی "شیخ" لفظ ماقبل بنا کر (یعنی شیخ داؤد خاکیؒ کے طور پر) لیا گیا ہے اور طرفہ یہ کہ اس میں ایک ایسے مرزا حیدر کا نام بھی شامل ہے جو بقول

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مُصنّف حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ کے خاص مُریدوں میں شمار ہونے کے علاوہ وقت کا قُطب اور صاحبِ ولایت بزرگ تصوّر ہوتا ہے اور جو پیشتر گذرے ہوئے مرزا حیدر دُغلت کاشغری (ولادت ۱۴۸۹ء وفات ۱۵۴۱ء عمر ۵۲ سال) سے بالکل ایک مختلف شخص ہے لیکن عام قاری کو لفظ شیخ کی طرح مغالطے میں ڈال سکتا ہے۔ اور تو اور پروفیسر طیب شاہ صدیقی جیسے فارسی دان کو بھی ان دو لفظوں نے مغالطے میں ڈالدیا ہے جبھی تو وہ صفحہ ۹۶ پر شیخ حمزہ کی وفات کے سال ۹۸۴ھ مطابق ۱۵۷۶ء کو یکسر نظر انداز کر کے "ذکر العارفین" میں لکھتے ہیں کہ دربارِ اکبری میں کشمیری سُنیوں کی حالتِ زار بیان کرنے کے لئے ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں جانے والا "یہ وفد حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدومؒ نے خود تیار کیا تھا"۔ بہر حال بابا حیدر کے اقتباس میں تیسری جگہ استعمال ہوئے "شیخ" لفظ کے ایسے مغلق اور مبہم وُرود کے زیرِ اثر جو مرزا حیدر کی وفات کے ضمن میں اس جملے کی شکل اختیار کرتا ہے کسی کو بھی مغالطے میں ڈال سکتا ہے:

"واو چوں برحمتِ حق وصال یافت پیش از برخاستن آشوب و
فتنہ شیخ در اعیانِ مجلس مذکور نمودہ بود کہ اے یاران۔۔۔۔"

اس جُملے میں مرزا حیدر کی وفات کے بعد اٹھنے والے کس خاص فساد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیا اس آشوب و فتنہ سے آخری چک حکمرانوں کے کئی برسوں پر پھیلے ہوئے فسادات مراد لئے جائیں گے یا فقط وہ واقعہ جو اذان میں علیؑ ولی اللہ کی اجازت نہ دینے کی پاداش میں قاضی موسیٰ شہید کی ۱۵۸۶ء میں وقوع پذیر شہادت کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے اور جو اکثر مؤرخین نے سُنّی وفد کے بیرونِ کشمیر جانے کا مُحرک گردانا ہے۔ اب جملے کے اگلے حصّے پر توجہ مرکوز کیجئے جس میں ترکیب اور محاورہ دونوں کی صحت قابلِ تامل ہے کیونکہ "در اعیانِ مجلس" اس مفہوم سے عاری ہے جو مفہوم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"در مجلسِ اعیان" سے ادا ہونا مطلوب ہو سکتا ہے یعنی خاص لوگوں کی مجلس میں۔ اسی طرح سے مذکور نمودہ اے یاران کو اس محاورہ کا نعم البدل نہیں گردانا جا سکتا جس سے "گفتہ بود کہ اے یاران" مراد لیا جا سکے۔

اب اگرچہ بابا حیدر کے بہم کردہ معاصر مواد کی عبارت میں ہی ایسا گنجلک سلسلہ کارفرما ہے تو پروفیسر طیب شاہ صدیقی کا وہ استناد قابلِ رحم ہے جس کو ہدفِ تنقید بنا کر "ہمارا ادب" کے مشاہیر نمبر ج ۲ میں محمد اسد اللہ وفد کی تیاری حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ کے ساتھ منسوب کرنے کو بجا طور پر پروفیسر موصوف کی نہ صرف غلط بیانی بلکہ تاریخ سے آنکھیں پھیرنے کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین بلاشبہ چکوں کے طرزِ عمل کے زبردست مخالف تھے لیکن ..... اُن کا وصال ۲۴ ماہ صفر ۹۸۴ھ میں ہوا اور (مذکورہ) وفد ۹۹۴ھ کے وسط میں دہلی گیا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دس سال پہلے اس وفد کو تیار کرتے۔

اب اگر یہ عندیہ تسلیم کر لیا جائے کہ پروفیسر صدیقی نے "پیش از برخاستن آشوب فتنہ شیخ در اعیان مجلس مذکور نمودہ بود" والے بابا حیدر کے بیان کی غلط توجیح پیش کی ہے اور بابا داؤد خاکی کیلئے پیشتر استعمال کئے گئے "شیخ" لفظ کی رعایت سے اس جملے کا مفہوم شیخ داؤد ہی ہیں تو بھی وہ اعتراض بجائے خود قائم رہے گا کیونکہ ۱۵۸۶ء میں جس آشوب کا سلسلہ قاضی موسیٰ کی شہادت پر منتج ہو کر سُنیوں کو مغل دربار تک پہنچانے کا باعث بنا اس آشوب کا خاتمہ شیخ داؤد خاکی کی سربراہی میں گئے ہوئے وفد کے ساتھ منسوب کرنا اس لحاظ سے محلِ نظر ہے کہ جب بابا داؤد خاکی ملتان سے واپس لوٹے اور اسلام آباد میں انتقال کر گئے وہ (صدیقی بحوالہ محمد اسد اللہ۔ ہمارا ادب ص ۵۵) ۴/۳ صفر ۹۹۴ھ کا دن تھا۔ جبکہ ابھی یعقوب شاہ چک برسرِ اقتدار نہیں آیا تھا۔ مزید وضاحت کے لئے اس ضمن میں صوفی محی الدین کی کشیر ج ۱ ص ۲۳۴ اور مذکورہ ہمارا ادب کا مشاہیر نمبر ج ۲ ص ۵۵ والی عبارت کو مؤرخ حسن کے تقابل میں پڑھنا مفید رہے گا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تنہا نظامی*

حضرت حاجی سیّد محمد مُراد بخاریؒ

"جس نے مہرِ نبوّت سے آزادی کی تحریر لکھوادی۔ جو زمانے کا عالم تھا اور جو وجود و عدم سے بے باک ہے۔ جسکے فیض سے سخاوت کے چشمے پھوٹ پڑے، وہ سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ ہیں"۔

یہ ترجمہ ہے اس فارسی منقبت میں سے چند اشعار کا جو حضرت شیخ بابا داؤد مشکوٰتیؒ نے اپنی منظوم کتاب "اسرار الابرار" میں قطبُ الاقطاب شیخ حضرت سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ کی مدح میں بیان فرمائی ہے۔ ہم آپ کو اسی سیّدِ والا چشمؒ کی حیات اور کارناموں سے روشناس کرارہے ہیں۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپؓ نے ایک بار دعا فرمائی؛

"الٰہی علماءِ اسلام کی روزی دربدر کردے، تاکہ یہ لوگ دنیا کے کونے کونے میں جاکر لوگوں کو تعلیمِ اسلام سے بہرہ ور

* کریری، پٹن، بارہمولہ کشمیر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کر کے دینِ مُبین کی اشاعت کرتے رہیں"۔

اور اُن کی دُعا کو شرفِ قبولیت ملا اور ہمارے بزرگانِ دین مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب میں پھرتے رہے۔ مختلف بہانے بنے اور یہ حضرات اپنے گھروں سے نکل پڑے ـــــ کوئی تبلیغِ دین کے سلسلے میں تو کوئی حصولِ علم کے لئے، کوئی تلاشِ رہبر کے سلسلے میں تو کوئی جہلا سے تنگ آکر اپنے آبائی شہر سے ہجرت کرتا رہا اور اس طرح سے دنیا نورِ اسلام کی شعاؤں سے منوّر ہوتی رہی۔

۱۵۰ھ کے قریب عالمِ عرب میں سلوک و تصوّف کی ایک بھرپور تحریک چلی۔ چونکہ سلوک و تصوّف کے منبعِ نور حضرت شاہِ ولایتؓ ہیں اور عرفانِ ذات و قربِ الٰہی کے اس طریقہ کار کو حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اہلِ صُفّہ کی جماعت سے شروع فرمایا تھا۔ اس لئے اس تحریک میں اصحابِ اہلِ سادات اکثر تعداد میں شامل ہوئے اور جب یہ تحریک دُنیائے عرب سے ترکی، مصر، شام اور عراق تک پہنچی تو یہاں سے ہی ایران اور وسط ایشیا کے اکثر علاقے اس تحریک کے دائرہ میں آگئے۔

وسط ایشیا میں یہ تحریک خوب پھولی اور پھلی۔ یہاں ساداتِ کرام آ آکر رہنے لگے۔ پُر فضا علاقہ تھا، سرسبز و شاداب میدان گنگناتی ہوئی نہریں اور جھرنے، تمام قدرتی نظاروں سے مالا مال جیسے کہ یہ خطۂ ارض اللہ تعالےٰ نے بزمِ نغمہ و وحدت کے لئے سجایا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان اصحابِ اہلِ صفا نے یہاں ہر طرح سے مطمئن ہو کر دینِ متین کی آبیاری شروع کی۔

جہاں یہ حضرات عرفانِ ذات کے لئے فکر و ذکر میں محو ہوتے وہیں تجدیدِ دین کے لئے اجتہاد بھی کرتے رہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب ضرورت پڑی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تو پرچمِ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد فی سبیل اللہ میں سربکف بھی ہوتے رہے اور اس طرح ہمہ جہت دینی تحریک کا یہ زمانہ صدیوں تک پھیلا رہا۔

اللہ والوں کی اس جماعت میں حضرت شیخ نجم الدّین کبریٰؒ، حضرت امام شاملؒ اور دیگر بہت سارے شیوخ حضرات کبھی تاتاریوں، کبھی زار اور کبھی کسی اور بدمست طاقت کے خلاف علمِ جہاد بلند کرتے رہے۔

امیر تیمور کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سادات کے خلاف تھا۔ چنانچہ جب اُس نے ان سبھی لوگوں پر قابو پالیا جو سیاسی طور اس کے حریف تھے اور جن سے اسکی بادشاہت کو خطرہ لاحق تھا تو اس کے بعد اس کی نظر میں بادشاہت کو اصلی اور سب سے بڑا خطرہ اُن درویشوں کی جمعیت سے دکھائی دیا جو اس کے ہر جائز و ناجائز حکم پر سرِ تسلیم خم نہیں کرسکتے تھے اور چونکہ ان صوفیوں اور درویشوں کے سرخیل وہاں رہنے والے ساداتِ کرام ہی تھے[1]۔ لہٰذا تیمور کو اُن کی طرف سے فکر لاحق ہوئی۔ اُس نے ان سادات کو طرح طرح سے تنگ کرنے اور ان پر مظالم ڈھانے شروع کردیئے[2] اور انہیں مختلف آزمائشوں سے گزرنے کو کہا۔ چنانچہ ایک دن قطب

---

[1] ہمیشہ سے یہی ہوتا ہے کہ جب بھی عوام کے روح و قلب مجروح ہوجاتے ہیں۔ تو وہ مرہم کے لئے کسی نہ کسی درویش و فقیر اور خدا دوست کے پاس اپنا دکھڑا لے کر چلے جاتے ہیں اور یہ گروہ در گروہ لوگوں کا جمِ غفیر ظالم و جابر کے لئے خطرے کا الارم بن جاتا ہے۔

[2] تیمور اکثر و بیشتر ساداتِ کرام کو بھگانے کے بعد ہی اپنی ہوسِ مُلک گیری جس میں بلا امتیازِ مذہب و ملّت، مُسلم و غیر مُسلم تشدد جاری تھا۔ اُس نے سمرقند، آذربائیجان، آرمینیا اور دوسری ریاستوں میں مُغل گورنروں (بقیہ اگلے صفحے پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

الاقطاب حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کو بھی جب ایک آزمائش سے گذرنا تھا تو آپ اِس سے صحیح سلامت گذرے۔

تیمور نے جب اِس درخشندہ چہرے والے سیّدِ والانسب کو دیکھا دل میں ہیبت طاری ہوئی۔ حضرت میرؒ کے سامنے عاجزی کی اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ لیکن حضرت امیرؒ کے دل میں اُس کے متعلق جو غلط رائے قائم ہوئی تھی، وہ بنی رہی۔ اس کے بعد جب حضرت امیرؒ نے تبلیغی سلسلے میں مختلف ممالک کا دورہ فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھ سادات کی ایک بڑی تعداد بھی عازمِ سفر ہوئی۔

ہندوستان میں آپ کے سفر کی پہلی منزل ملتان اُچّہ تھا کیونکہ یہاں اُچہ بلوٹ میں سلسلہ سہروردیہ کی وہ بہت بڑی خانقاہ تھی۔ جس میں جلال الدّین مخدوم جہانیان جہانگشت بخاریؒ مسندارشاد پر جلوہ افروز تھے، جنکی عظمت و بزرگی کی شہرت ہند و مشرق وسطیٰ سے عرب و عراق تک پھیل چکی تھی۔ اس طرح جب حضرت امیرؒ ۷۸۱ھ میں پہلی بار واردِ کشمیر ہوئے تو پنجاب کے راستے ہی آئے۔ اور جب آخری بار آپ اُچہ ملتان میں حاضری دیکر ۷۸۵ھ میں کشمیر کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہوئے تو دیگر ساداتِ کرام کے ساتھ ساتھ حضرتِ سیّد علاوٴالدّین بخاریؒ (کو جو کہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہانگشتؒ کے پوتے اور حضرت میر سیّد محمود المعروف سیّد ناصرالدین بخاریؒ کے بیٹے تھے) بھی آپ کے ہمراہ چار بیٹوں سیّد تاج الدّین بخاریؒ، سیّد ضیاءالدین بخاری زبرکؒ، سیّد

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے سے) کو تہہ تیغ کر کے قبضہ کر لیا۔ اسی دوران اُس نے بایزید یلدرم کو آہنی پنجرے میں بند کر کے اپنے ساتھ کہاں کہاں نہیں گھمایا۔ یہاں تک کہ آپؒ نے اُسی آہنی سلاخوں والے پنجرے میں وفات پائی۔ ●۔(ت۔ن)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد بخاری زندہ پوشؒ اور سید فخر الدین بخاریؒ کے سمیت وارد کشمیر ہوئے۔

حضرت سیّد علاؤالدین بخاریؒ ایک سال تک وادی کشمیر کے مختلف اطراف میں دیہات و قصبہ جات کے دورے کے بعد ۷۸۶ھ میں تحصیل بیروہ (بڈگام) کے موضع اسکندر پورہ میں مستقلاً قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے یہاں باضابطہ طور احیاءِ دین کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس کارِ خیر میں آپ کے چاروں فرزندانِ ارجمند برابر کے شریک رہے اور اس طرح راہِ حق کے طلبگار چاروں طرف سے آ آکر آپ کے پاس فیضان حاصل کرتے رہے۔ یہاں پر رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے رہے جس سے کشمیر کے جنوب و مغرب کا پورا علاقہ خاص طور روحانیت کے ابرِ بہار سے سرسبز و شاداب ہوگیا اور اس کے بعد کشمیر میں دور دراز علاقوں سے راہِ سلوک کے متوالے یہاں آکر جامِ وحدت سے مخمور ہوتے رہے۔

حضرت سیّد علاؤالدین بخاریؒ ایک بہت بڑے عالمِ دین، مُفسّر و محدّث اور اہلِ شہود میں شیخِ طریقت تھے اور اب آپ کی عظمت، بزرگی و پرہیزگاری کا شہرہ پورے کشمیر میں ہو چلا تھا اور سلطان قطب الدین کی وفات پر جب ۷۹۶ھ میں سلطان سکندر بُت شکن نے تخت نشین ہوکر امورِ سلطنت سنبھالے تو اُس نے پورے کشمیر میں ترویجِ اسلام کے لئے تن من دھن سے کام کیا۔ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر ہزاروں لوگوں نے اس دور میں اسلام قبول کیا۔ یاد رہے کہ تعلیمِ اسلام کا پرچار انہی ساداتِ بزرگان کی خانقاہوں سے ہوا ہے۔ لیکن بات کا بتنگڑ بنا کر کچھ مؤرخین نے افسانے تراش تراش کر سکندر کو "بُت شکن" بنا دیا ہے حالانکہ صحیح تاریخ سے اس کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دور تک واسطہ نہیں۔

وہ سادات کرام جو حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ کے ہمراہ وارد کشمیر ہوئے اُن میں سب سے زیادہ نمایاں ذاتِ بابرکات جناب حضرت سیّد علاؤالدین بخاریؒ کی ہے۔ سُلطان سکندر حضرت سیّد کے پاس عقیدت مندانہ حاضر ہوا اور آپ کا طالب و مُرید ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ کئی مرتبہ حضرت کے پاس حاضری دینے کے لئے آیا۔

بادشاہ کو آپ کی خانقاہ میں پہنچ کر روحانی آسودگی میسر ہوا کرتی تھی۔ لیکن امورِ سلطنت کا بوجھ اسے دبائے رکھتا تھا۔ اس لئے ایک روز حضرت سیّدؒ سے سرینگر میں مستقل قیام فرمانے کی استدعا کی۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ بادشاہ کے بار بار استدعا کرنے پر آپ ایک روز رضامند ہو گئے اور کوئی گیارہ بارہ سال کاندہامہ میں گذارنے کے بعد شہر سرینگر آئے۔

سلطان نے آپ کے لئے اپنے شاہی محل کے ساتھ ہی ایک عمدہ عمارت آراستہ کرائی۔ اس کے علاوہ ایک مسجد، ایک خانقاہ اور ایک مُسافر خانہ بھی تعمیر کروایا۔ بیروہ بڈگام کے تین گاؤں اسکندر پورہ، کاندہامہ اور آرت آپ کی جاگیر میں کر دئے۔ اس طرح آپؒ نے اپنی آخری عمر تک سرینگر میں ہی قیام فرمایا۔ کشمیر میں سولہ سترہ سال تک تبلیغِ دین کرتے رہے اور ۷۸۲ھ میں واصل بحق ہوئے اِس سے صاف عیاں ہے کہ حضرت امیر کبیرؒ جو مشن لیکر وارد کشمیر ہوئے تھے اُس کی تکمیل میں حضرت سیّد علاؤالدین بخاریؒ کا سب سے زیادہ حصہ رہا ہے۔[1]

---

[1] یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر محمد فاروق بخاری نے اپنی کتاب "کشمیر میں اشاعتِ اسلام" میں آپ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے حتیٰ کہ آپ کا اسمِ مُبارک (بقیہ اگلے صفحے پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپؒ کے انتقال پر بادشاہ نے تجہیز و تکفین خود کی اور آپ کے جسدِ مبارک کو مزارِ سلاطین سرینگر میں سپردِ خاک کیا۔ آپ کی درگاہ گنبدِ بڈشاہ کے متصل آج بھی مرجعِ خاص و عام ہے اور اہلِ یقین کیلئے بقعۂ نور و درگاہِ فیضان ہے!

حضرت سیّد پاکؒ کے چاروں فرزند آسمانِ معرفت کے مہر و ماہ تھے۔ لیکن ان میں سے دوؔ سیّد ضیاء الدّین بخاری زبرکؒ اور سب سے چھوٹے فرزند حضرت حضرت سیّد فخر الدّینؒ بہت ہی مشہور ہوئے۔ آپؒ کی ذُرّیت بھی انہی دوؔ فرزندانِ عالی نژاد سے چلی آرہی ہے۔ باقی دو صاحبزادے لاولد رحلت کر گئے۔

حضرت سید فخر الدّین بخاریؒ اپنے والد صاحب کے شہر سرینگر چلے جانے کے بعد بھی حسبِ ارشادِ والدِ محترم اسکندر پورہ میں ہی سکونت پذیر رہے۔ البتہ آپ کے بڑے برادر حضرت سیّد ضیاء الدین بخاری زبرکؒ کاندہامہ چلے گئے۔ یہ گاؤں آپ کے والد صاحب کی جاگیر میں تھا۔

حضرت سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ ۷۹۸ھ میں موضع اسکندر پورہ میں تولّد ہوئے تو سیّد فخر الدّین بخاریؒ اس بچّے کو اپنے والدِ بزرگوار جناب حضرت سیّد علاؤ الدّین بخاریؒ کے پاس دعا کرانے کیلئے لے گئے۔ آپ کی نظر جونہی بچّے پر پڑی تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اپنے بیٹے حضرت فخر الدّین بخاریؒ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"میں آج رات زیارتِ حضرت سیّد المرسلینؐ سے مشرف ہوا ہوں۔ حضورؐ نے مجھے اس بچّے کے بارے میں خوشخبری سُنائی

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے سے) تک نہیں لیا ہے۔ لیکن یہ تو مہرِ درخشان ہیں کہ روزِ روشن میں اپنی نورانی شعاعوں اور ضیا پاشیوں سے دُنیا کو پُرنور کئے ہوئے ہیں۔ ٥۔(ت۔ن)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے کہ یہ فرزند صاحبِ ولایت ہوگا۔ آپؐ نے اس کے سر پر
اپنا دستِ مبارک رکھا اور فرمایا۔ بادشاہِ شام اس کا تابعدار خلیفہ
ہوگا۔ بچّے کے بارے میں بہت ساری باتیں فرمائیں۔ 'یہ
بہت ہی عالی مرتبہ بزرگ ہوگا'۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے فرزند
تمہارے باغ میں ایک خوبصورت باغ کا کھلنا مبارک ہو۔
آپ نے اس بچّے کے سر پر قطبیت کا تاج رکھا اور قطبِ عالم
کے خطابِ عالی سے نوازا۔"

حضرتِ میرؒ نے مزید فرمایا کہ اس بچّے کے تولّد ہونے سے آپ کی مرادیں برآئیں ہیں چنانچہ بچّے کا نام "محمد مراد" تجویز فرمایا۔ پھر دُعا فرما کر بچّے کو لے جانے کے لئے کہا۔ حضرت سیّد بیٹے کو گود میں اُٹھا کر انتہائی مسرور گھر پہنچے تو بچّے کو ماں کی گود میں رکھا اور اُسے دودھ پلانے کو کہا۔

بچّہ بہت رو رہا تھا اور جیسا کہ ہر روتا ہوا بچہ ماں کی گود میں دودھ پلانے پر خاموش ہو جاتا ہے۔ اِس شیر خوار نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ رات دن روتا رہا۔ والد صاحب بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہوئے، تمام اہلِ خانہ بچّے کی گریہ و زاری سے پریشان تھے۔ چنانچہ جب یہ خبر حضرت علاؤالدین بخاری کے پاس پہنچی تو آپ نے اپنے بیٹے کو تسلّی و تشفّی دی اور فرمایا کہ بچّے کے رونے پر ہرگز دل آزردہ نہ ہو۔ کیونکہ اسے نہ کوئی تکلیف ہے اور نا ہی کسی دیو پری کے سایہ میں آکر بیقراری میں رو رہا ہے۔ بات یوں ہے کہ اس معصوم کے دل میں آتشِ عشقِ الٰہی کی تپش آچکی ہے اور اس کا حال ایسا رہے گا کہ کبھی بالکل خاموش اور کبھی نالہ کناں رہے گا۔ بات صاف ظاہر ہوئی کہ سیّد پاکؒ مادر زاد ولی تھے۔ حضرت سیّد یہ نوید جانفزا سُنکر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شاداں وخنداں والد صاحب سے رخصت لے کر واپس اپنے گھر پہنچ گئے۔ اس طرح تمام خاندان میں اس پُرمسرّت خبر سے دوبارہ سکون میسر ہوا۔

حضرت مُراد اور آپ کے بڑے بھائی سیّد شاہ کبیر صاحبؒ کے سر سے ماں کا شفیق سایہ صغر سنی میں ہی اُٹھنے سے آپ کے والد کا دل از حد غمگین ہوا۔ لیکن آپ نے کمسن سیّد زادوں پر اس اندوہِ عظیم کی چھایا تک پڑنے نہ دی اور انتہائی شفقت سے بچوں کی پرورش کرنے لگے۔ لیکن قدرت کے کام ذہنِ انسان کے لئے ہمیشہ نرالے رہے ہیں۔ حضرت میرؒ ۸۰۳ھ میں، جبکہ آپ کی عمرِ شریف ابھی صرف چوالیس ۴۴ سال کی تھی مالکِ حقیقی کے پاس بُلائے گئے۔ اُس وقت حضرت سید محمد مُراد بُخاریؒ کی عمر صرف پانچ ۵ سال کی تھی جبکہ آپ کے بڑے بھائی صاحب کی عمر سات یا آٹھ سال کی۔

حضرت میرؒ کا مزارِ مُبارک اسکندر پور میں ہی ہے۔ آپ ایک بہت بڑے ولی کامل اور شیخِ طریقت تھے جس کے روحانی فیوض سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا آستانہ آج بھی بقعۂ نور ہونے کے سبب مرجعۂ خاص وعام ہے اور لوگ اِس درگاہِ عالیہ سے ہمیشہ فیضیاب ہوکر واپس آتے ہیں۔

وفات حضرت میرؒ کے بعد اِن سیّد زادوں کی کفالت وتربیت آپ کے برادر حضرت سیّد ضیاء الدین بُخاری زیرکؒ کے سُپرد ہوئی۔ اس لئے انہیں اِسکندر پورہ چھوڑ کر کاندہامہ جانا پڑا۔ حضرت زیرکؒ نے بچّوں کو ماں، باپ دونوں کا پیار دیا اور ان کی ہر طرح سے دلجوئی فرمائی۔ آپ نے دونوں صاحب زادوں کو علمِ ظاہری سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ علمِ باطنی سے بھی سرفراز کیا۔ پھر جب حضرت شاہ کبیر بخاریؒ صاحب شہر سرینگر اپنے دادا حضرت سیّد علاؤالدین بخاری

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی خانقاہ میں چلے گئے تو حضرت سیّد مُراد بخاریؒ اپنے چچا کے پاس ہی اس وقت تک رہے کہ جب آپ سڑسٹھ ۶۷ سال کی عمر میں ۸۲۴ھ میں اس دارِ فانی کو چھوڑ کر واصل بحق ہوئے۔ آپ مزارِ پاک کاندہامہ بیروہ میں مرجعِ خلائق ہے۔

جنابِ سیّدؒ نے قرآنِ پاک انتہائی کم عمری میں حفظ کیا۔ اس کے بعد تفسیرِ قرآن، علمِ حدیث و علمِ فقہ اور دیگر علوم میں پہلے اپنے والد حضرت سیّد فخر الدّین بخاریؒ اور اس کے بعد اپنے چچا سے درس لیا۔

علومِ باطن و تربیت آدابِ سلوک پہلے حضرت ضیاء الدّین زیرک بخاریؒ پھر دادا جان حضرت سیّد علاء الدّین بخاری سے حاصل کئے۔ آپؒ نے حضرت سیّدؒ کو ذکرِ خفی اور خاص طور سے ذکرِ چہار ضرب سکھائے۔ کیونکہ یہ مومن کے دل کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو بنجر زمین کے ساتھ ابر بہار کے برسنے سے ہوتا ہے اور یہ تو ایک عام مسلمان کی بات ہے اور جو مادر زاد ولی کامل ہو اسکی تو بات ہی کچھ اور ہے۔

آپ دن میں سخت محنت و ریاضت اور شب بھر بیداری و قیام میں رہ کر صبح کرتے رہے۔ نفی و اثبات کے مراحل سے گذر کر نورِ وحدت سے سراپا منوّر ہو چکے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ عینِ نوجوانی میں ہی ایک عارفِ کامل بن چکے تھے اور آپ میں رہنمائی کے وہ اوصاف آچکے تھے جو ایک رہبر و شیخِ طریقت میں ہوا کرتے ہیں۔ لیکن حصولِ تربیت کے سلسلے میں آپ ھَلْ مِنْ مَزِیْد کی راہ پر گامزن رہے جس کا ذکر ہم اگلے ابواب میں کرنے جا رہے ہیں۔

حضرت مرادؒ اپنے چچا کی مفارقت کی وجہ سے جب یکہ و تنہا رہ گئے تو آپ انتہائی دل ملول رہنے لگے۔ اپنی چاروں اور نظریں دوڑائیں تو بجز اللہ کے کوئی یار و غمخوار نظر نہ آیا تو کاندہامہ سے ایک منزل بے نام و نشان کی طرف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رختِ سفر باندھا۔ آباد و ویران چلتے رہے اور بغیر کچھ کھائے پیئے بغیر کسی لباس خاص کے ذکرِ ہواللہ میں غرق دشت و جبل طے کرتے گئے۔ آپ کی یہ سرگردانی تمام جنوبی کشمیر علاقہ بڈگام سے لیکر ضلع اسلام آباد کے تقریباً تمامی دیہات میں رہی۔ آخرکار پوشہ مقام نامی ایک سرسبز و شاداب اور قدرتی نظاروں والے گاؤں میں پہنچے تو آپ کا دل یہاں پہنچ کر کچھ اطمینان سا پانے لگا اور آپ یہیں ڈیرہ جما کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اسی دوران ایک شب آپ آفتابِ عالم تاب حضرت سرورِ کونینؐ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ حضور پُرانوارؐ نے آپ کو فرمایا کہ مرشدِ کامل کو تلاش کر کے اُس کا دامن تھام لو۔ جب بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ پھول کی طرح کھلا اور شبنم سے دُھلا ہوا تھا۔ اس شاداب و دل پذیر جگہ کو چھوڑ کر عزمِ سفر کیا۔ تمام کشمیر میں قریہ قریہ پھرے۔ لیکن جب حسبِ ارشاد کوئی مردِ کامل نہ ملا تو دل ٹوٹ سا گیا اور پر کٹے طائرِ خلائی کی طرح اگرچہ لاچار ہو گئے۔ لیکن سفر جاری رکھا۔ صرف دو ہی کام تھے۔ ایک ذکرِ الٰہی اور دوسرا تلاشِ رہبر کی فکر اور غم۔

جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے کہ غم و پریشانی کے عالم میں انسان کو اپنے ہمدرد اور غم گسار یاد آجاتے ہیں۔ چنانچہ جناب سیّد کو بھی اپنے والدین، چچا اور برادر یاد آگئے۔ شہر سرینگر کا رُخ کیا تاکہ اپنے دادا حضرت سیّد علاؤالدّین بخاریؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو جائیں۔ یہاں پہنچ کر آپ خوب روئے۔ دل سے غم اور فکر و تردّد کا غبار چھٹنے لگا تو آپ اپنے بھائی حضرت سید احمد کبیر بخاریؒ کے پاس خانقاہ میں چلے گئے۔ جہاں آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر عرفانِ ذات و ذکرِ الٰہی میں محو ہوئے۔ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سیّد پاکؒ کی نظر اپنے بھائی جناب شاہ کبیر صاحب پر پڑی تو ایک عرصۂ دراز کے بعد ملنے اور تمام

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خویش و اقارب سے جُدائی کا غم آپ کی آنکھوں سے آبِ جو بن کر رواں ہوا کیونکہ دو بھائیوں کے علاوہ اس دیارِ غیر میں کوئی بھی ایسا شخص موجود نہ تھا جو آپ کا رشتہ دار نہ سہی ہم وطن ہی کہلائے۔ ایک دوسرے کو تسلی دیتے رہے اور مختارِ ایزدی کے سامنے راضی برضا ہو گئے، حمد و ثنائے ربِ کریم بجا لائے۔ اس سے فراغت پانے کے بعد باہمی فیصلہ کیا کہ کل طلوعِ فجر کے بعد ارضِ ربِ کائنات کی سیاحت کے لئے روانہ ہو جائیں۔

حضرت سیّد برحقؒ اپنے برادر کے ساتھ اپنا بچپن اور اوائلِ شباب وادیٔ کشمیر میں گزارنے کے بعد جب یہاں سے بخارا کوچ کرنے لگے تو آپ کی عمر اس وقت تیس سال تھی اور سن تھا ۸۲۸ھ۔ سرینگر سے یہ دونوں بھائی جب نماز اور ذکرِ فجر سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلے اسکندر پورہ اپنے والد حضرت سیّد فخرالدّین بخاریؒ کی درگاہِ عالیہ پہنچے۔ یہاں پر درود و سلام اور دُعا کے بعد آپ نے اپنے چاچا حضرت سیّد ضیاءالدّین بخاریؒ کے آستانہ واقع در موضع کاندرہامہ میں حاضری دی اور یہیں سے آپ نے پونچھ کے راستے سے پنجاب کا سفر اختیار کیا۔ آپ بھوکے پیاسے اسم اعظم کا ورد کرتے ہوئے صبح و شام چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ پنجاب کی سرحد پر واقع ایک شہر میں داخل ہوئے۔ ایک مکان کرایہ پر لیا اور طویل سفر کی تکان کے بعد ستانے لگے۔

مشہور ہے کہ یہاں کے راجواڑ والے سلطان، جو کہ ایک بہت بڑا دولت مند آدمی تھا، کی بیٹی ان دنوں بہت بیمار تھی۔ دعا، دوا، دارو سب بیکار ہو چکے تھے۔ سلطان، اُس کے مصاحب و رشتہ دار سب پریشانی میں مُبتلا تھے کہ اچانک ایک آدمی نے دربار میں آکر اطلاع دی کہ شہر میں دو عالی مرتبہ اللہ والے بزرگ چند دن سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سکونت پذیر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کی نظرِ کرم سے ہماری شہزادی ٹھیک ہو جائیگی۔
سلطان یہ سنتے ہی ایک دم اُٹھ کر ساداتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنے گھر لے آیا۔ ایک دعوتِ عام دی۔ رات گئے جب سب لوگ اِن حضرات سے مل کر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے تو سلطان دست بستہ و اشکبار ہو کر عرض پرداز ہوا "میری بیٹی کسی مرضِ لاعلاج کی وجہ سے بسترِ مرگ پر ہے۔ دوا و دُعا سب کر چکا لیکن سب کچھ بے کار چلا گیا۔ میں امیدوار ہوں کہ آپ اُس پر نظرِ کرم فرمائیں گے اور اس کے واسطے دعا فرمائیں گے وہ روبصحبت ہو جائے"۔ حضرتِ سیّدؒ نے اُسے دلاسہ دیا۔

ع بات ہے اللہ کی بندۂ مومن کی بات

جنابِ سیّدِ والاشانؒ یہ باتیں فرما ہی رہے تھے کہ لڑکی کا مرض لاعلاج جاتا رہا۔
فرمانِ ایزدی ہے کہ "جب میرا بندہ فرائض ادا کرنے کے بعد میرا قرب حاصل کرتا ہے اور میری دوستی کا طالب ہوتا ہے تو میں اُسے اسی وقت اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ پھر اُس کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں۔ اس کے دل میں داخل ہوتا ہوں۔ وہ میرے ہی حکم سے سُنتا ہے، میری ہی مدد سے دیکھتا ہے، میری ہی زبان سے بولتا ہے۔ سب کچھ مجھ سے ہی سُنتا ہے۔ اور مجھ سے ہی طاقت حاصل کرتا ہے۔"
چنانچہ جب صبح ہوئی تو لڑکی بالکل صحت مند تھی۔ وہ مانندِ صبحِ بہار ایسی ہشاش بشاش نظر آئی کہ جیسے کبھی بیمار ہی نہ رہی ہو۔ سلطان یہ کرامتِ سیّدؒ دیکھ کر آپ کے سامنے سراپا سپاس کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا۔
"حضور میں نے عہد کیا تھا کہ جو شخص میری بیٹی کو ٹھیک کریگا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اِسے اسی کے عقد میں دوں۔ آپ اسے قبول فرما کر مجھ پر عنایت فرمائیں۔"

جنابِ سیّدؒ نے اِس لڑکی کو اپنے بھائی حضرت شاہ کبیرؒ صاحب کے لئے قبول کیا اور اس کا نکاح جناب شاہ صاحبؒ کے ساتھ پڑھا۔ اِس عقد کے بعد آپ لوگ یہاں بہت عرصہ تک یہاں قیام پذیر رہے اور جب بخارا کے لئے سامانِ سفر باندھا تو سلطان نے اپنی بیٹی کے ہمراہ بہت سارا مال و متاع اور غلام و کنیزیں بھی روانہ کیں۔

حضرت سیّدؒ یہاں سے سیدھے اُچہ شریف (ملتان) اپنے جدِّ بزرگوار قطب الاقطاب سلطان الاصفیاء حضرت مخدومِ جہانیاں جہانگشتؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے گئے۔ یہاں آپ چند ہفتے اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ گزار کر آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ اور شہر بلخ جو کہ بخارا کے نزدیک مشرق وسطیٰ میں ہی واقعہ ہے، کی سرحد پر پہنچے تو نہ معلوم کیسے یہاں کے حاکم کو ان کی آمد کا پتہ چلا۔ وہ اپنے مصاحبین اور معززینِ شہر کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوا اور انہیں اپنے ساتھ شہر کے نواح میں ایک قصبہ میں لے آیا۔ یہاں بادشاہ کی ملکیتی زمینوں کا ایک وسیع و عریض سلسلہ تھا جسمیں کئی عالیشان مکانات موجود تھے۔ ایک وسیع و عریض حویلی آپ کی تحویل میں دیدی گئی۔ اس نے آپ کے خورد و نوش اور خدمتگاروں کا شاہانہ انتظام کیا۔

روایت ہے کہ چند ایّام گزرنے کے بعد ایک روز امیرِ شہر جنابِ سیّدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یہ خاکسار اپنی دلبند بیٹی کو آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکی انتہائی خوبصورت و پاک طینت تھی۔ اس کا نام "برات" تھا۔ سلطان نے عرض کیا کہ اگر وہ آپ کی شریکِ حیات

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بننے کے قابل نہ ہو، پھر بھی آپ اسے کنیز کے طور قبول فرمائیں۔ حضرت نے پہلے انکار کیا کہ نکاح کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن امیر کی باتیں انتہائی مؤدبانہ اور مخلصانہ تھیں۔ اسلئے آپ اس کی بیٹی سے نکاح کرنے کے لئے راضی ہو گئے۔

آپؒ بلخ و بخارا اور غور میں دس سال تک مقیم رہے اِس دوران آپ کے ہاں دو فرزند حضرت میر سعید بخاریؒ اور حضرت نور سعید بخاریؒ پیدا ہوئے۔

حضرت سیّد پاکؒ نے اپنے برادر حضرت شاہ کبیر صاحبؒ کے ساتھ مشہد شریف زیارت روضہ حضرت امام موسیٰ رضاؒ کا ارادہ کیا تو دشوار گذار راستوں اور کٹھن سفر کی وجہ سے طے پایا کہ اہلِ حرم کو قصبہ غور میں ہی رہنے دیا جائے۔ آپ نے اپنے ہمراہ بارہ خدمت گار بھی رکھے اور اس طرح چوبیس نفوس پر مشتمل یہ قافلہ روضۂ امام کی طرف روانہ ہوا۔ روضہ مبارک پر پہنچے تو دونوں سیّد زادے روضہ کے اندر جاکر خشوع و خضوع کے ساتھ کافی دیر تک سر بسجود رہے چنانچہ حضرت سیّدؒ کو یہیں پر سلسلۂ شتاری والے پیر طریقت کی نشاندہی کی گئی۔

روایت ہے کہ روضۂ عالی کے سب مجاور و خُدام کچھ بد مغز سے تھے اور نہ جانے کیوں ان کے دلوں میں سادات کے تئیں بغض و کینہ پیدا ہوا جب آپ روضہ مبارک سے باہر آئے تو ان مجاوروں نے آپ کے خلاف دشنام طرازی شروع کی۔ لیکن آپ اپنے جدِّ پُر انوارؐ کی سنّت پر قائم رہتے ہوئے غصّہ پی گئے اور ان کی بد اخلاقی کے بدلے اللہ سے ان کے حق میں ہدایت کی دعائیں کیں اور شام ہوتے ہی یہاں سے آپ نے بغداد شریف کا رخ کیا۔ رات دریا کنارے ٹھہرے۔ کچھ وقت گزار کر حضرت شاہ کبیرؒ اٹھ بیٹھے۔ حضرت شاہ مرادؒ کو جگایا اور گویا ہوئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"اے جانِ کبیر غور سے سُن کہ میں اپنے جدِّ امجد سید الانبیاءؐ کی زیارت سے فیضیاب ہوا آپؐ نے فرمایا کہ جلد ہمارے پاس آجاؤ کہ ہم تمہارے منتظر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری عمر کی یہ آخری ساعتیں ہیں۔ اس لئے آپ سے کچھ وصیّت کرنا چاہتا ہوں ـــــ میرے چار فرزند ہیں کہ جن کے سر سے سایۂ پدری دور ہو رہا ہے۔ انہیں پدرانہ شفقت سے نوازنا تاکہ وہ اپنے کو بے یار و مددگار نہ سمجھیں۔ انہیں اچھی تربیت سے سرفراز کرنا کہ یہ میری دلی تمنّا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پردہ داروں کو جو کہ ہمارے محرمِ راز ہیں۔ ان کی پردہ داری قائم رکھنا تاکہ کوئی غیر محرمِ راز نہ ہو جائے۔"

یہ باتیں سُن کر حضرت سیّد کا دل غمناک ہوا اور اپنے برادر کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ آپ کی آنکھیں زمزمہ بار ہوئیں اور سینے سے ایک ہوک سی اُٹھنے لگی۔ ساداتِ کرام اسی حال میں تھے کہ آپ کے کانوں میں شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ آپ نے دیکھا کہ مفسدین مشہد بڑی تعداد میں شمشیر و سنان لے کر آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں۔ حضرت سیّد شاہ کبیر نے فرمایا کہ بالکل یہی ہونا تھا کیونکہ ہم حسینیؓ اور یہ مقام کربلا ہے۔

آپ یقین و اعتماد کے ساتھ اُٹھے اور شمشیر بکف ہوئے مجہول مشہدیوں نے جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ بتائی جاتی ہے، اُن پر حملہ کر دیا۔ سادات کی جمعیت صرف چودہ نفوس پر مشتمل تھی۔ وہ جنگ و جدل کے حق میں نہیں تھے لیکن جب اُن پر جنگ مسلّط کر دی گئی تو وہ اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہوئے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس معرکے میں فسادیوں کے دو سو افراد کام آئے۔ جبکہ قافلۂ سادات میں سے دس خدام کے علاوہ حضرت شاہ کبیرؒ صاحب شہید ہوئے۔ جب مفسدینِ مشہد کی جماعت واپس چلی گئی تو آپؒ نے شہدا کو خون آلود کپڑوں میں دفن کیا ؎

باد بر روحِ آن شہیدِ سعید
رحمتِ حق بہر زمان بہ مزید

جناب سیّدؒ اپنے ماں جائی کی شہادت اور اپنی تنہائی سے ازحد غمگین ہوئے۔ آپ کی حالت ایسی تھی کہ ؎

نالہ زن چوں ہزار دستانے
سوز داز سوز خویشتن جانے

آپ راہِ خدا میں اِن تمام مصائب و آلام کو اللہ کی مرضی سمجھ کر صبر و شکر کے ساتھ راضی برضا ہوئے اور حمد و ثنا کرتے ہوئے اپنے دو خادموں کے ہمراہ بغداد شریف کی طرف روانہ ہوئے تاکہ شیخِ مشیوخ رہبرِ جنّ و انس حضرت غوث صمدانیؒ کی کی درگاہِ عالی پر حاضری دے سکیں۔ جب آپ بغداد پہنچے تو وہاں کے بادشاہِ وقت نے حضرت سیّد کو شاہی مہمان بنایا۔ وہ بذاتِ خود شاہی مہمان خانے میں آکر حضرت سیّدؒ سے ملاقی ہوا۔ حال و احوال دریافت کرنے پر جب اُسے معلوم ہُوا کہ مشہد والوں نے آپؒ کی کیسی مہمان نوازی کی ہے تو اِسے افسوس کے ساتھ ساتھ بے پناہ غصّہ بھی آیا اور حضرت سے کہا کہ وہ کل دم صبح ایک فوجِ جرار بھیج کر مشہد پر یلغار کر دے گا۔ لیکن حضرت سیّدؒ نے یہ کہہ کر کہ انہوں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے، منع فرمایا۔ اس سے بادشاہ اور بھی متاثر ہوا۔ اس نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا ہدیہ پیش کیا کہ آئندہ سفر میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کام آسکے۔

جناب سیّدؒ نے درگاہِ غوث الاعظم پر حاضری دی تو آپ کو حضرت پیر و میرؒ نے عالمِ رویا میں مکہ شریف جاکر حج کرنے کی تلقین فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جب آپ طوافِ کعبہ سے فارغ ہوکر باہر آئیں گے تو آپ کو ایک نورانی شخص ملے گا۔ نام اس کا شیخ ابو اسحٰقؒ ہے۔ وہ آپ کی رہبری کرے گا۔ آپؒ کو اُن کا حلیہ بھی بتایا گیا۔

حضرت سیّدؒ ایک قافلہ کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ معظّمہ کے قریب پہنچے تو احرام میں شہر میں داخل ہوئے۔ باچشمانِ نم نماز عاجزانہ ادا کی۔ طواف کعبہ کرتے ہوئے کہتے رہے میں آگیا ہوں، میرے ربّ کریم! میں آگیا ہوں اور حرم کعبہ سے نکل کر جونہی بازار میں آئے۔ دور سے ایک جمِ غفیر نظر آیا۔ نزدیک پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ شیخِ روم اور سلسلۂ شطاریہ کے سرگروہ حضرت ابو اسحٰق شطاریؒ ہیں۔ حضرت نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو جواب میں حضرت شیخؒ نے تبسم فرما کر کہا۔

"آپ سیّد محمد مراد بخاریؒ ہیں نا؟ اور آپ کے والدِ محترم کا اسمِ مبارک حضرت سیّد فخرالدّین بخاریؒ ہے۔"

حضرت سیّدؒ کے استفسار پر شیخ محترم نے فرمایا:

"آج کی شب میں جلوۂ رسولِ خدا سے سرفراز ہوا۔ آپؐ نے مجھے آپ کی اور آپ کے محترم حسب و نسب کی واقفیت فرمائی۔ آپ کے برادر حضرت شاہ کبیرؒ کی شہادت اور آپ کے دور و دراز سفر کے متعلق تمام باتوں سے واقف فرمایا۔ میں جان و تن سے آپ کی رہنمائی کروں گا۔ جیسا کہ مجھے حکمِ سرکار ہوا ہے۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جناب سیّدؒ جب پیر روشن ضمیر کے گھر پہنچے تو آپ کے سپرد اونٹوں کی نگہداشت کی گئی۔ چنانچہ آپؒ حضرت شیخ کے اونٹ پالنے لگے۔ اِس طرح آپ کو حسبِ منشاءِ شیخ تنہائی اور یکسوئی میسر ہوئی اور آپ مسلسل ریاضت شاقہ سے منازل معرفت و سلوک طے کرتے گئے۔

دورانِ تربیت ہی ایک روز حضرت سیّدؒ جناب شیخ شطاریؒ اور دوسرے کئی اصفیاءِ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیّبہ گئے۔ جب آپ گنبدِ خضریٰ والے اُس قصرِ نور پر پہنچے کہ جہاں عرش اعلیٰ جُھک جُھک کر فرشِ راہ ہو جاتا ہے تو آپ پر رقّت طاری ہوئی اور آنسوؤں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا۔ شہنشاہِ دو جہاںؐ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے عرض پرداز ہوئے ؎

دیدہ بکشا بحالِ ما بنگر
زاری و ابتہالِ ما بنگر

دریائے رحمت موجزن ہوا تو آپ جلوۂ انوار سے مُستفید ہوئے۔ جو کچھ مانگا تھا اُس سے سوا مل گیا۔ آپ شاداں و خنداں واپس پیرِ روم حضرت شطاریؒ کے کے ساتھ ہی اُن کے گھر آگئے جہاں آپ کو پھر سے ساربانی کا کام سُپرد کیا گیا۔ لیکن جلد ہی آپ کو دیگر خلفاء کے ساتھ خانقاہ میں رکھا گیا۔ رہبرِ کامل نے اُنہیں وضو کے لئے پانی لانے پر مامور کیا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ آپ کوزہ لے کر پانی لانے کے لئے دور چلے گئے۔ ایک کنواں دیکھا جو بالکل صحیح حالت میں ہونے کے باوجود پانی سے خالی تھا۔ آپ کافی متفکر ہوئے کیونکہ ایک طرف پانی دستیاب نہیں ہو رہا تھا تو دوسری جانب نماز کا وقت قریب تر تھا۔ اسی اثنا میں آپ کو سبز رنگ کے لباس میں ملبوس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک نورانی شخص نظر آیا۔ جس نے آتے ہی جناب سیّد کو سلام کیا اور بعد از سلام کہا کہ آپ کا نام مبارک سیّد محمد مرادؒ ہے نا؟ آپ دل رنجیدہ کیوں ہیں ـــــ؟ آپ جتنا پانی چاہیں یہاں سے لے جا سکتے ہیں ـــــ ایک عصاء آپ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے فرمایا کہ یہ امانت بھی لیتے چلیں کہ جب آپ پانی کے ضرورت مند ہوں تو اس کا پھل زمین میں گاڑھنے سے پانی نکل آئے گا۔

حضرت سیّد نے جونہی اپنا کوزہ پانی سے بھرا تو آپ نے دیکھا کہ نورانی شخص نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔

حضرت مرادؒ عصائے مبارک ہاتھ میں لئے چلتے اور جہاں جہاں اس کا پھل زمین میں اُترتا وہاں سے پانی کے فوارے نکل پڑتے۔

سیّد پاکؒ جب پانی لے کر پیر و مُرشد کے پاس پہنچے تو آپؒ نے پانی ڈھونڈنے کے سلسلے میں پیش آیا ہوا واقعہ اور شخصِ نورانی سے ملاقات کا ذکر بھی بیان فرمایا۔ حضرت شیخ نے بتایا کہ وہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ آپ سے کئی بار ملیں گے اور آپ کی حاجت روائی فرمائیں گے۔

حضرت سیّدؒ اسی طرح جناب شیخ کاملؒ کی خدمت میں ایک سال تک مستعد و کمر بستہ رہے جس سے اُن کے دل میں آپؒ نے محبت و عزّت کے ساتھ جگہ بنائی۔ حضرت شیخؒ نے آپ کو تمام رموزِ معرفت سے آگاہی فرمائی۔

ایّامِ حج تھے تو آپؒ حضرت شیخؒ سے اجازت لیکر مکہ معظّمہ میں ارکانِ حج کی انجام دہی کے بعد قبلۂ اہلِ سلوک مدینہ منورہ پہنچے اور شہنشاہِ یثربؐ کے دربار میں باریابی کے بعد جو نکلے تو ایک بہت بڑا جمِ غفیر آپکے ساتھ چل پڑا۔ آپ یہاں سے بھی بلادِ روم میں حضرت ابو اسحٰقؒ کی خانقاہ میں حاضر ہونے کے لئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عازمِ سفر ہوئے۔ کچھ دور چل کر آپ جب ایک میدان میں پہنچے تو آپ نے ایک عمر رسیدہ شخص کو گندم بیچتے ہوئے دیکھا۔ آگے بڑھ کر جب قافلہ والوں میں سے کسی نے اُس سے حال و احوال پوچھا تو جواباً اس کی باتیں قافلے والوں کی سمجھ میں نہ آئیں۔ پتہ چلا کہ بوڑھے کسان کی زبان ترکی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی ترکی زبان سمجھتا ہے تو میں اس کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ اہلِ قافلہ میں ایک شخص ترکی زبان سے واقف تھا اور جب وہ اس کے پاس پہنچا تو عمر رسیدہ شخص گویا ہوا۔ میری عمر ایک سو تیس سال ہے۔ آپ کے یہاں پہنچنے سے چند ساعتیں پہلے یہاں سے ایک شخص گذرا۔ اُس نے مجھے اپنے پاس بُلا کر کہا۔

"اے پیر مرد! تمہارا حال بہت اچھا ہے اور تمہارا انجام خوب ہے۔ تمہاری عمر ایک سو تیس سال ہو گی۔ میرے پاس ایک بیش بہا چیز یعنی یہ لعابِ آنسرورؐ ہے۔ اسے تمہارے پاس امانت چھوڑ جاتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ تم دل و جان سے اس کی حفاظت کرو گے۔ مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک قافلہ یہاں سے گذرنے والا ہے جس کی منزل روم ہے۔ اُس قافلے میں ایک جواں سال بزرگ بھی ہے اسکی عمر چوالیس سال ہے وہ فرزندِ رسولؐ اور دلبندِ حضرت علی مرتضیٰؓ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی مرادِ دل پوری کی ہے اور اس کا نام محمد مرادؒ ہے۔ نیز اس کے پاس ایک عصا بھی ہے جو انہیں حضرت خواجہ خضرؑ نے عطا کیا ہے۔ اگر تمہارے قافلے میں وہ مردِ کامل شامل ہے تو میں وہ امانت اُس کے حوالے کر دوں گا کہ امانت میں خیانت لازم نہیں ہے۔"

اُس شخص نے واپس آکر جو یہ سب باتیں اہلِ قافلہ کو سنائیں تو سبھی حضرت سیدؒ کا نام لینے لگے کہ یہی وہ مہرِ انور ہے جس کے متعلق یہ باتیں کہی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گئی ہیں۔ بوڑھے شخص نے آپ کا بھرپور جائزہ لیا اور اطمینان کر لینے کے بعد وہ برنگِ شیر لعابِ مبارک آپ کے حوالے کیا جسے آپ نے نوش فرمایا اور قند ونبات سے زیادہ شیریں پایا۔ حلق سے اُتارنے کی دیر تھی کہ آپ کی نگاہیں شش جہت کے اُس پار کا نظارہ کرنے لگیں اور آپ پر رازِ حقیقت کھل گئے۔

دوسری جانب اسی اثناء میں بوڑھے بزرگ کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا، جس پر اہلِ قافلہ از حد رنجیدہ خاطر ہوئے۔ انہوں نے بوڑھے شخص کی تجہیز و تکفین کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

جب سیدِ پاکؒ دوبارہ شیخ رومیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپؒ پر از حد مہربانی فرمائی۔ لعابِ پاک پیش کرنے والے عمر رسیدہ شخص کے راز سے بھی واقف فرمایا۔ اس کے بعد آپ کو اپنے تمام خلفاء میں بلند درجہ عطا فرمایا۔ جنابِ سیدؒ برابر ذکر و فکر میں محو رہے اور خدمتِ پیر بھی انجام دیتے رہے۔ اِسی دوران آپ نے عراق و شام کی سیاحت فرمائی۔ جہاں شام کے بادشاہ نے آپ کے دستِ ہدایت پر بیعت کی اور آپ کا مُرید و مطیع ہو گیا۔ دو سال کی کڑی محنت کے بعد جب آپؒ نے پیر روم سے اجازت چاہی تاکہ دور دیس میں پڑے مسافر اہلِ خانہ کی خبر گیری کر سکیں تو آپ کو بہ اخلاص تمام رخصت کرتے وقت خرقۂ خلافت پہنا کر سلسلۂ شطاری میں شیخِ طریقت کے عہدے پر سرفراز فرمایا اور ایک علمِ شریف[1] بھی آپ کو عطا کی گئی۔

---

[1] یہ علمِ مبارک آج بھی مراد آباد کریری میں موجود ہے اور جناب مولانا مفتی سیّد ضیا الحق صاحب بخاری حال (مفتی "آزاد کشمیر") کے دولت خانہ میں موجود ہے جس کی زیارت عموماً عیدین پر عیدگاہ کریری (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہاں سے رخصت ہوکر آپ پھر مدینہ پاک روضۂ اطہر کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ روضۂ خیر البشرؐ پر درود وسلام کے بعد عجز وزاری کرتے رہے۔ یہاں چند ایّام قیام کرنے کے بعد تیسرے حج کے لئے بطحا کا سفر کیا اور احکام حج بجا لانے کے بعد مکّہ معظّمہ سے واپسی کا سفر شروع کیا۔ آپ آبی راستے سے سفر کی غرض سے کشتی میں سوار ہوئے۔ رات بھر قیام کرنے کے بعد سبحانکَ ما عبدنٰکَ حقَ عبادتِکَ وردِ زبان صبح سے شام کرتے رہے۔ آخر ایک دن جب کشتی ایک شہر کے کنارے رُکی تو معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس شہر کو برزشؔ آباد کہتے ہیں۔ شہر میں چہل قدمی کرنے کی غرض سے جو نکلے تو وہاں کسی سے پتہ چلا کہ یہ شہر ایک ولیٔ خدا کا مسکن بھی ہے جو کہ سلسلۂ کبرویہ کے سر حلقہ ہیں اور قدآور قطبِ زماں ہیں۔ آپ کے دل میں ان بزرگ کی زیارت کی خواہش پیدا ہوئی۔ جب ان بزرگ کے پاس پہنچے جن کا نام حضرت شیخ میر عبداللہ برزشی آبادی تھا اور جو بحرِ عرفان کے بہت بڑے شناور تھے تو انہوں نے حضرت سیّدؒ کا پُر تپاک خیر مقدم کیا اور عزّت واحترام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ حضرت سیّدؒ یہاں تقریباً سال بھر سلسلہ کبروی زیرِ تربیت رہے (حالانکہ آپ پہلے ہی سے اس سلسلے سے منسلک تھے اور اپنے چچا حضرت ضیاء الدّین زیرکؒ سے تربیت حاصل کر چکے تھے)۔ حضرت شیخ میر عبداللہؒ نے جب آپ کو عاملِ کامل پایا تو کبروی

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے سے) میں کی جاتی ہے اور خصوصاً ایّام بارانِ بلاخیز، خشک سالی اور علاقہ میں وبائی امراض کے پھیلنے کی صورت میں ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے قحط وامراض اور ابر بلاخیز وخشک سالی میں اس کی رونمائی بخشش کا سامان بنتی چلی آرہی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ؔ برزشؔ آباد دریائے جیحون کے اس پار کے علاقہ توران میں پڑتا ہے۔

سلسلہ کا خرقۂ خلافت عطا فرما کر شیخِ طریقت کا تاج پہنایا۔ ایک روز جب جناب شیخؒ نے بچشمِ غیب بلخ و بخارا اور غور میں قحط سالی دیکھی تو آپ نے اُس کا ذکر مجلس میں بیٹھے خلفاء کے ساتھ فرمایا۔ دراصل آپ کو یہ خبر حضرت سیّدؒ کو سنانی مطلوب تھی کہ آپؒ کا اہل و عیال شہر غور میں مقیم تھا۔

جناب سیّدؒ حضرت شیخ کی زبانی غور کے یہ حالات سُن کر متفکر ہوئے۔ رہبرِ کامل سے اجازت چاہی تو انہوں نے بخوشی آپ کو رخصت کیا۔

حضرت مرادؒ جب غور پہنچے تو پیر و مُرشد کی زبانی سُنے ہوئے حالات کے مطابق پورے مشرق وسطیٰ کے خطے میں انتہائی قحط سالی دیکھی۔ گھر پہنچ کر اپنے اہلِ خاندان کو اپنے بھائی کے شہید ہونے کی خبر جو سُنائی تو وہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔

غور میں کچھ مہینے قیام کرنے کے بعد آپ نے واپسی کے لئے عزمِ سفر کیا۔ حضرت شاہ کبیرؒ صاحب کی بیوہ کو حسبِ وصیّت عقد میں لایا اور راہِ سفر اختیار کیا۔ راستے میں شہرِ غزنین پڑتا تھا۔ یہاں کچھ روز ٹھہرنے کے دوران پتہ چلا کہ اس جگہ ایک بزرگ قیام فرما ہیں جن کا اسم مبارک علی لالہؒ ہے۔ آپ ایک مردِ قلندر اور رہبرِ راہِ طریقت تھے۔ جناب سیّدؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ علیؒ نے آپ کی خاطر و مدارات فرمائی اور رازِ معرفت سے روشناس کیا۔ یہ جگہ خوشگوار موسم کی وجہ سے سبزہ و گُل والے قدرتی مناظر سے مالا مال تھی اور ساتھ ہی ایک عارفِ باللہ کی صحبت بھی چونکہ میسر تھی۔ اس لئے آپ نے دل میں ٹھان لی کہ اب مستقلاً اسی جگہ قیام فرمائیں گے۔ لیکن اِسی دوران ایک شب آپ کو حضرت سرورِ کونینؐ نے خواب میں مشرّف انوار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ غزنین تمہارے رہنے کی جگہ نہیں۔ صبح سویرے یہاں سے کوچ کریں اور کشمیر کی طرف روانہ ہو جائیں کہ وہی ملک آپ کے رہنے کے لئے مقرر ہے۔ آپؐ نے جناب سیّد کو وہ جگہ بھی دکھائی کہ جو آپ نے اُن کے واسطے پسند فرمائی تھی۔

حضرت سیّدؒ نے اُسی وقت اُٹھ کر سامانِ سفر باندھا اور تمام اہل و عیال اور خلفاء و خدام کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب آپ درۂ خیبر پہنچے تو یہاں ایک قریہ میں ٹھہرے۔ یہاں منکشی ذات کی قوم کے لوگ آباد تھے۔ انہوں نے جناب سیّد مرادؒ کی کافی آؤ بھگت کی۔ حضرت نے یہاں چند ہفتے قیام فرمایا اور اپنے بڑے فرزند حضرت سیّد نور سعید بخاریؒ کا نکاح فرمایا اور چند ہفتے کے قیام کے بعد کشمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ملتان سے اُچّہ بلوشا آکر آستانۂ جدِّ پاک (روضۂ مبارک سید مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ) میں چند ایّام قیام فرمانے کے بعد جب دریائے اٹک کے کنارے پہنچے تو یہاں جس ناؤ کے ذریعہ لوگ دریا عبور کرتے تھے اسے ناقابلِ استعمال پایا تو آپؒ بڑے متفکر ہوئے۔ اتنے میں ایک بزرگ نے حضرت سیّد کے قافلے کو کشتی میں بٹھا کر دریا عبور کرایا۔ حضرت شیخ مراد سے پہلی ملاقات میں عطا کیا ہوا آہنی عصا واپس لیا اور رخصت ہو گئے[1]۔ اسطرح دنتور پکھلی سے ہوتے ہوئے حضرت سیّد کا یہ قافلہ مظفر آباد پہنچا۔ یہاں سے آپ نے علاقہ پونچھ کا رُخ کیا۔ لیکن آپ نے پہاڑی راستہ اختیار فرمایا تاکہ اوڑی کے راستے وارد کشمیر ہوں۔

اوڑی کے پچھلے علاقہ میں ایک پہاڑی مقام[2] پر ایک چراگاہ میں خیمے

---

[1] یہ حضرت خواجہ خضرؑ سے حضرت سیّد کی دوسری ملاقات ہے۔ [2] (اگلے صفحے پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نصب کر واکر ٹھہرے۔ چونکہ اللہ والوں نے ہمیشہ ایسے مقامات کو پسند فرمایا ہے۔ جہاں بستیوں کا دور دور تک نام ونشان نہ ہو۔ حُسنِ قدرت کی فراوانیاں ہوں تاکہ گھنے درختوں والے ان سُنسان بیابانوں میں بغیر کسی مداخلت کے ذکراللہ میں محو و مستغرق رہیں۔

جناب حاجی مرادؒ یہاں کوئی مہینہ بھر قیام فرما رہنے کے بعد اوڑی سے پَرن پیلان کے مقام پر دریائے جہلم کو عبور کر کے براستہ علاقہ دچھنہ (مغل روڈ) اپنی اٹھارہ سالہ سیاحت کے بعد ۸۴۶ھ میں دوبارہ وارد کشمیر ہوئے۔ قصبہ بارہمولہ میں پڑاؤ ڈالا اور یہاں ہفتہ بھر قیام پذیر رہے۔

بارہمولہ سے آپؒ نے کاندہامہ اور سکندر پورہ کا ارادہ باندھا تاکہ اپنے چچا اور والدِ محترم کے مزارات پر حاضری دیں۔ لہٰذا شاہراہ عام کے بجائے قدرے پہاڑی و سخت راستے سے دوبارہ سفر شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک گھنے جنگل میں واقع ایک مرغزار میں پہنچے جہاں پر پڑاؤ ڈالا۔[1]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) جناب حاجی سیّد مراد بخاریؒ کی یہ قیام گاہ اسی وقت سے "حاجی پیر" کے نام سے موسوم و مشہور ہے۔ علاقہ اُوڑی والی ہندوپاک کنٹرول لائن اور وہاں پر جاری ایک نالہ کو بھی آپؒ ہی کے نام پر حاجی پیر بارڈر اور حاجی پیر نالہ سے جانا جاتا ہے۔

[1] حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ اپنی تصنیف "اسرارالابرار" میں اس مقام کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں: "وہ جگہ خوبی میں جنّت جیسی اور تروتازگی میں باغِ ارم جیسی تھی۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت شیخ سیّد عالی نژادؒ) جب ایک جانب سیر کے طور پر روانہ ہوتے تو ایک سنسان جنگل میں پہنچے جو ہزاروں آباد شہروں سے بہتر تھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جناب سیّد پاک نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ قدرت کی صناعی کا بھرپور مشاہدہ کیا۔ اہلِ قافلہ کو اس مقامِ سبزہ و گل پر شب باشی کی ہدایت فرمائی۔

دل نے گواہی دی کہ یہی وہ جگہ ہے کہ جس کی جناب رسالت مآبؐ نے نشاندہی فرمائی ہے۔ کچھ لوگ جو یہاں شاید گرد و نواح سے اپنے مال مویشی چرانے کیلئے آئے تھے، سے اس جگہ کا نام جو پوچھا تو جواب ملا کہ اس جگہ "کوکریری" کہتے ہیں۔

مؤلف سفرنامہ "تحفۂ مرادؒ" نے اس قطعہ ارضی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

؎ بود جائے لطیف و خوش بہ ہوا
زان ہوا مرغ ہا بعیش و نوا
بیشہ صحرائے عیش ماوائے
ہم چو دشت ختن طرب زائے
سبزہ زارش ز آبِ رحمت نم
رشک باغِ سفید و باغِ ارم
وسعتِ بوستانِ باغ فراغ
کردہ شاخِ درخت ہا در شاخ
تاب بر سایہ کردہ زر پوشی
یا منقش بصنع نقاشی

ان اشعار میں کسی شاعرانہ مبالغہ آمیزی کا کوئی دخل نہیں کہ اس جگہ کو حضور سرورِ کونینؐ نے دیکھا اور پسند فرمایا تھا۔[1]

---

[1] مراد آباد کے لوگوں میں ایک بات عام ہے کہ حضرت سید حاجی محمد مرادؒ (بقیہ آگے)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خیام نصب کرنے کے بعد حضرت سیّدؒ نے اپنے چند خُدام کو پانی کی تلاش میں بھیجدیا۔ لیکن جب وہ مایوس ہوکر لوٹے تو حضرت سیّدؒ خود ایک جانب نکل پڑے۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے فرمایا تھا کہ ایک نورانی بزرگ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے ایک جھاڑی اکھیڑ پھینکی اور اس کے نیچے سے انتہائی صاف و شفاف اور ایک میٹھی جوئے آب رواں ہوگئی۔ آپ انتہائی خوش ہوئے، وضو کیا اور نماز پڑھی۔ وہ نورانی بزرگ کوئی اور نہیں خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔

جب حضرت شیخؒ عبادت الٰہی سے فارغ ہو چکے تو حضرت خضرؑ نے پاس آکر فرمایا: اے سیّد مُرادؒ آپ مُراد کو پہنچے۔ پھر کچھ رموزات سے آشنا فرمایا۔

یہ چشمۂ آبِ شیریں آج تک جاری ہے اور "پیر پوکھری" یعنی چشمۂ حضرتِ پیر کے نام سے مشہور ہے۔ دور و دراز علاقوں سے عقیدت مند اس چشمے کا پانی لے جاکر مریضوں کو پلاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی خشک سالی پڑے تو اہلِ قریہ اس چشمے کی صفائی کے بعد اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ آج تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ پروردگارِ عالم جناب شیخ سیّد کے طفیل رحمتِ باراں سے نوازتا آیا ہے۔[1]

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحے سے) نے اس جگہ جہاں پر آپ کا آستانہ اور چاروں طرف قبرستان ہے، مدینہ پاک سے کچھ مٹی لاکر اس رقبۂ زمین میں پھینکی ہے۔ اس کہاوت کا پس منظر دراصل یہ ہے کہ اس قطعۂ زمین پر حضورؐ کی رحمتوں اور شفاعتوں والی نظریں پڑی ہیں۔

[1] یہاں پر یہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ چشمہ کبھی بھی کسی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قدسی کشمیر اس آبِ شفا کے بارے میں بیان کرتا ہے ؎

چشمۂ خوش گوار و آبِ زلال — سلسبیلش بناز کی سلسال
شربتِ شہد و قندِ ناب نبات — خضر آن بود ایں ست آبحیات
حوضِ آبش چو حوضۂ کوثر — کز شرابِ طہور جان پرور
شافۂ او شفائے رنجوران — اہلِ برص و جذام و ناسوران
بہرِ گرما مزاج برف آب است — سستیٔ معدہ را کہ جلاب است

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحے سے) بھی شرک و بدعت کا سرچشمہ نہیں رہا ہے۔ نہ اس چشمے سے پیدا شدہ کسی شرک کو دور کرنے کے لئے حضرت شیخ حمزہؒ یہاں آئے ہیں۔ یہاں پر کبھی کوئی مسجد تعمیر نہیں کرائی گئی ہے۔ یہ چشمہ راقم کے ملکیتی رقبۂ زمین میں واقع ہے جو کہ راقم کا موروثی ورثہ ہے۔

جہانتک نمازِ جمعہ قائم کرنے کا تعلق ہے وہ یہاں (مُرادآباد کریری) حضرت شیخ حمزہؒ نے نہیں کی ہے۔ بلکہ حضرت شیخ سیّد حاجی محمد مُراد بخاریؒ نے بادشاہِ وقت زین العابدین بڈشاہ سے بعد اجازت قائم کی ہے۔ جیسا کہ محمد فاروق بخاری نے اپنی تالیف "کشمیر میں اشاعتِ اسلام" میں لکھا ہے

یاد رہے کہ جناب شیخ سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ کی زُرّیت میں اس وقت حضرت سیّد میر میرک بخاریؒ، حضرت سیّد میر یوسف بخاری، حضرت میر حمزۃ البخاریؒ حضرت میر مقصود البخاریؒ جیسے جیّد عالم، محدّثین، مجدد دین اور یکتائے روزگار عابدین پیدا ہوئے ہیں۔ اِس لئے اِس علاقہ یا اس مقام یعنی مراد آباد میں کسی طور سے اس قسم کی بدعت و شرک کا امکان ہی نہیں۔ یہ چشمہ "پیر پوکھری" ایک ولیٔ کامل اور شیخِ طریقت کو بطور تحفہ ملا ہے اور ایسی چیز کبھی بھی اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چند روزہ قیام کے بعد آپؒ نے اس خاص مقام کو بھی پہچان لیا کہ جو مقام بطور خاص آپ کو دکھایا گیا تھا۔ لہٰذا یہاں سے کسی اور جگہ چلے جانے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ چند ایّام کے اندر اندر ہی آپ کے یہاں قیام فرمانے کی خبر چاروں جانب پھیل گئی تو گرد و نواح کے دیہات سے لوگ جوق در جوق آکر آپ کی ملاقات سے مشرّف ہوتے رہے۔

اب تعمیری کام کا مرحلہ درپیش تھا۔ لیکن آپ کو لگا کہ چشمے کا پانی اس کیلئے ناکافی ہوگا۔ لوگوں سے پتہ چلا کہ ٹنگمرگ کے نشیبی علاقہ فیروز پورہ مایاں سے جوئے آب لائی جاسکتی ہے۔ دوسرے روز جناب سیّد اوراد و اذکار سے فارغ ہوئے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے) کسی بھی صورت میں شرک و بدعت کا باعث نہیں بن سکتی۔ کاش ڈاکٹر بخاری صاحب نے سُنی سنائی باتوں کے بجائے عملی تحقیق سے کام لیا ہوتا۔

حضرت شیخ حمزہؒ کریری آتے رہے ہیں۔ مگر حضرت شیخ سیّد کی درگاہ پر حاضری دینے کیلئے۔ کیونکہ یہاں آپ کے سلسلۂ روحانی کے ایک سرخیل قطبِ زمانہ و آفتابِ معرفت جلوہ فگن ہیں۔ یہاں حضرت شیخ کسبِ نور کرنے کے لئے موضع تاپر سے ہی (جو کہ اس مقدّس درگاہ سے چھ کلومیٹر دور ہے) پابرہنہ آیا کرتے تھے۔

جناب شیخ حمزہؒ کا حضرت شیخ سیّدؒ کی اِس درگاہِ فیض پناہ پر حاضری آپ کی حیاتِ ظاہری تک محدود نہیں تھی۔ اس بات کی تصدیق یہاں کے ایک عارف باللہ حضرت میر ثناء اللہ بخاریؒ نے بھی فرمائی ہے اور یہ واقعہ حضرت میر ثناءؒ کی ایک منقبت (جو کہ آپ نے جناب شیخ حمزہؒ کی مدح میں بیان کی ہے) کا شانِ نزول بھی ہے۔ اس مشہور منقبت کا پہلا شعر ہے ؎

دردِ دل ناشاد چھُم   سلطانہ میانیو داد چھُم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنے دو خادموں حاجی غلام محمد مُغل اور حاجی عبدالرزاق بُدوی کو ساتھ لیکر فیروزپور والے منبع آب کی طرف روانہ ہوئے۔ مشہور ہے کہ منبع پر آپ کے تشریف آور ہوتے ہی موکلِ آب دست بستہ حاضرِ خدمت ہوا۔ حضرت سیّدؒ نے اس سے فرمایا کہ ہمیں ایک نہر پانی کی لینا مقصود ہے۔ موکّل آب نے عرض کیا کہ میرے پاس کُل سات نہریں تھیں۔ چھ چلی گئی ہیں، ساتویں تو ہے لیکن گونگی اور بہری ہے۔ مزید برآں کہ تند مزاج بھی ہے۔ اگر آپ لینا پسند فرمائیں، ممکن ہے کہ آپ کی نظرِ کرم سے سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہوگا۔

حضرت میرؒ نے اس نہر کو کریری پہنچایا اور اس کا نام "بابل" رکھا۔ پانی آنے پر پہلی جائے سکونت کے مقام پر ایک حجرہ تعمیر کیا گیا۔

جب حضرت شیخ سیّدؒ کے ورودِ کشمیر اور بمقام کریری خیمہ زن ہونے کی خبر کشمیر کے اطراف واکناف میں پھیل گئی تو سُلطان زین العابدین بڈشاہ بھی اس قطب زماں کی آمد سے باخبر ہوا۔ اُس نے اپنے وزیر ملک احمد تیو کو جو کہ بذاتِ خود ایک فقیر منش تھا، پرسانِ حال کے لئے کریری روانہ کیا۔ تاکہ وہ اس نو وارد بزرگ کی نسبت تمام تر حالات کا مشاہدہ کرکے واقفیت دلا سکے۔ اس طرح جب ملک احمد تیو اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ کریری پہنچا تو حضرتؒ کو گھر میں موجود نہ پایا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آپ جنگل کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔

نصف دن انتظار کرنے کے بعد ملک بھی بطرفِ جنگل چلا گیا۔ کچھ ہی دور چل کر اس نے حضرت شیخؒ کو شیر پر سوار آتے ہوئے دیکھا۔ سلام و دعا کے بعد ملک نے اپنے آنے کا مُدعا بیان کیا اور عرض کی کہ ہمارا بادشاہ انتہائی نیک خو ہے۔ اس کے اخلاص و محبّت کی وجہ سے بہت سارے درویش و علماء شہر میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مقیم ہیں اور اُنہیں ہر طرح کی آسائشیں میسر ہیں۔ میں آپ کو عزّت و احترام کے ساتھ بادشاہ کے پاس شہر لے جانا چاہتا ہوں۔

جناب سیّدؒ نے در جواب فرمایا کہ ہم شہر میں رہنا نہیں چاہتے ہیں۔ بلکہ ہمارا یہیں پر قیام کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ کا بادشاہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے تو ٹھیک ہے بصورتِ دیگر ہم واپس غوّر یا غزنین چلے جائیں گے۔ ملک احمد نے عرض کیا کہ کشمیر میں آپ کی آمد بادشاہ کے لئے نویدِ جانفزا ہے۔

حضرت نے ملک سے خوش ہو کر دُعا فرمائی۔ گھر واپس پہنچے تو ملک چند ایّام خدمت گذاری کے بعد واپس بادشاہ کے پاس چلا گیا۔

وزیر جب واپس پہنچا تو اُس نے جناب حضرت شیخ سیّدؒ کے تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی سے، جو کہ اس کے مشاہدے میں دورانِ قیام آئے تھے، بڈشاہ کو واقف کیا، جس سے بادشاہ کے دل میں حضرت میرؒ سے ملنے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ چنانچہ صرف چند دنوں کے اندر اس نے اپنے اُمراء و وُزراء کی ہمراہی میں مراد آباد کریری پہنچ کر قطب الاقطاب حضرت شیخ سید محمد مراد بخاریؒ کی درگاہ میں حاضری دی۔ نایاب و بیش بہا تحائف اور سیم و زر آپکی نذر کیا اور اس کے بعد عرض کیا۔

"اے شاہِ والا! میں پُشت در پُشت آپکی غلامی میں ہوں[1]۔ میرا یہ تاج و تخت آپ ہی کی مہربانیوں سے ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ چل کر

---

[1] ۷۴۷ھ میں ورودِ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ پر سلطان علاء الدّین آپکا خادم و مُرید ہو چکا تھا۔ اسی طرح سُلطان سکندر بت شکن حضرت شیخ سیّد علاء الدّین بخاریؒ کا عقیدت مند و مرید ہوا تھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دارالسلطنت میں قیام فرمائیں۔

جناب سیّد برحقؒ نے جواب دیا کہ اے نیک بخت بادشاہ! اس ایک مطالبے کے بغیر جو بھی بات ہوگی میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ یہ ویرانہ مجھے باغِ جنّت سے بھی دل پسند ہے۔ ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم پُر آسائش شہری زندگی کے بدلے اسی جگہ بیٹھ کر زندگی گذاریں۔ باقی رہی مال و زر کی بات تو یہ چیزیں ہمارے کس کام کی!

بادشاہ نے چند دیہات اخراجاتِ لنگر کے لئے پیش کئے اور دعاؤں کے موتی اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس سرینگر چلا گیا۔

نہر بابل جاری ہونے سے پانی کی فراوانی جو ہوئی تو اس قطعۂ زمین یعنی مراد آباد کریری میں پہلی بار تعمیری کام شروع ہوگیا۔ اہلِ خاندان کے لئے جو مکان بنایا گیا اس کے علاوہ تمام کنیز و خدام کے لئے بہت سارے مکانات، خلفاؔ کے لئے ایک خانقاہ اور ایک مسجد تعمیر کرائی گئی۔

کارگہِ حیات کے ان چھوٹے موٹے امورات کی تکمیل کے دوران بھی حضرت سیّد محوِ ذکرِ محبوب رہے اور جب اس بے چراغ جنگل میں ایک بھرپور قریہ اُبھر کر نمودار ہوا تو گردونواح سے لوگوں کا ایک جمِ غفیر حضرت میرؒ کے پاس آنے لگا۔ چونکہ اب بادشاہِ کشمیر حضرتؒ کے پاس گاہے بگاہے حاضری دیا کرتا تھا۔ اسی دوران ایک بار اس نے کمال انکساری سے قاضی القضاۃ کے منصب کو قبول کرنیکی درخواست کی تاکہ آپ کی سربراہی میں انصاف کے زیادہ سے زیادہ تقاضے پورے ہوں اور عوام النّاس کے جو حقوق بادشاہ کے سر ہیں، اس کا بوجھ بھی کچھ ہلکا ہو۔

بادشاہ انصاف پسند بھی تھا اور رعایا پرور بھی۔ نیک دل و پاکباز بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور اللہ والوں سے محبت کرنے والا بھی ـــــ اس کے اندازِ کلام کا شیخ طریقت کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ آپؒ نہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہ کر سکے اور قاضی القضاۃ کا منصب قبول فرمایا۔ چنانچہ بادشاہ نے قاضی کشمیر کیلئے مراد آباد کے گرد و نواح میں ایک بہت بڑے علاقے کو بطور جاگیر پیش کیا۔ لیکن سلطنتِ خدا میں اس عظیم جاگیردار نے شاہ کی پیش کش یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ ہم یہ چیزیں ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ البتہ ایک بات ہے کہ اگر آپ عنایت کریں تو یہاں نمازِ جمعہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرمائیں۔

کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے یومِ جمعہ تک یہیں قیام کیا۔ اس طرح مراد آباد کریری میں ۸۴۷ھ میں نمازِ جمعہ قائم ہوئی۔ قاضی القضاۃ حضرت شیخ سیّد محمد مرادؒ بخاری نے امامت فرمائی اور سلطانِ کشمیر زین العابدین بڈشاہ نے اپنے اُمراء و وزراء کے سمیت اقتدا کی۔

اب جناب شیخ سیّدؒ ذکر و اذکار اور تبلیغ و تالیف میں جو محو ہو گئے تو رہبرِ طریقت کے متلاشی لوگوں کے علاوہ جب عوام و خواص کا رجوع قاضی القضاۃ کی طرف ہونے لگا تو جنابِ شیخ یہ حالت دیکھ کر گھبرا اُٹھے کیونکہ شب و روز اس جمِ غفیر کی موجودگی آپ کے تمام تر معمولات میں رخنہ اندازی پیدا کرنے لگی۔ چاہے تحریر و تالیف کا کام ہو کہ خانقاہ میں درس و تدریس، ذکر و فکر کا وقت ہو کہ تجدیدِ دین کے امورات، آپ پھر بھی تمام حالات سے نبرد آزما رہے کہ بی بی صاحبہ

نہ اس میں شاید ایک اور خیال کو بھی دخل ہے وہ یہ کہ سلسلہ سہروردیہ میں حکام کے ساتھ مراسم جائز ہیں البتہ شان و شوکت اور تزک و احتشام کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں بلکہ اس سے بے زار بھی ہیں۔ ● ـــ (ت۔ن)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

براتؒ اس دارِ فانی سے کوچ فرماگئیں۔ آپ کے جسدِ مبارک کو اسکندر پورے جاکر جوارِ حضرتِ شیخ فخر الدّین بخاریؒ میں دفن کیا گیا۔ جنازے میں سلطانِ کشمیر بذاتِ خود اپنے اُمراء و وُزراء کے ساتھ شریک ہوا۔

جنابِ شیخ کے لئے یہ ایک عظیم صدمہ تھا۔ کیونکہ آپؒ ایک نیک سیرت شریکِ حیات ہونے کے علاوہ خدا رسیدہ عابدہ و زاہدہ تھیں۔ لیکن ان کی رفاقت میں جناب سیّد کو سفر و حضر میں اموراتِ خانگی کی فکر سے کبھی بھی دوچار نہیں ہونا پڑا۔ اور اس نیک بی بی نے انہیں کبھی بھی ذکر و فکر الٰہی میں سدِ راہ نہ ہونے دیا۔ چنانچہ اُن کی رحلت کے بعد حضرت سیّدؒ منصب قاضی القضاۃ سے مستعفی ہوگئے۔ اگرچہ سلطان زین العابدین آپ کے اس فیصلے سے رنجیدہ دل ہوئے۔

حضرت شیخ سیّد حاجی محمّد مراد بخاریؒ چارؔ روحانی سلسلوں سے وابستہ تھے اور یہ سلسلہ ہائے طریقت یہ ہیں:

(۱) سہروردیہ
(۲) قادریہ
(۳) شطاریہ اور
(۴) کبرویہ

آپ کے مرشدانِ طریقت کے اسمائے گرامی یوں بیان ہوئے ہیں:

• — حضرت خواجہ خضر پیغمبر علیہ السلامؑ

؎ حضرت شیخ صدر الدّین نے تبصرہ میں لکھا ہے کہ میں نے معتبر لوگوں سے سُنا ہے کہ حضرت شیخ (سیّد حاجی محمد مُراد بخاریؒ) نے "فتوحات" میں وضاحت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں چار اپنے بدنِ عنصری میں ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

- حضرت شیخ سیّد علاؤالدّین بخاری الجلالیؒ
- حضرت شیخ سیّد ضیاءالدین بخاری زیرک مخدومؒ
- حضرت شیخ ابواسحٰق رومی الشطاریؒ
- حضرت میر سیّد عبداللہ برزش آبادیؒ
- شیخ غزنین حضرت علی لالہؒ

جناب سیّد کو پانچ مُرشدانِ کاملین نے خرقۂ خلافت پہنایا ہے۔

سلسلۂ قادریہ میں حضرت سیّد علاؤالدّین بخاریؒ نے، سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت سیّد ضیاءالدّین بخاریؒ زیرکؒ نے، سلسلۂ شطاریہ میں حضرت ابواسحٰق رومیؒ نے، سلسلۂ کبرویہ میں حضرت میر عبداللہ برزش آبادی نے اور ایک خرقۂ خلافت آپ کو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے پہنایا ہے۔

حضرت سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ ایک عظیم المرتبت شیخِ طریقت تھے اور جیساکہ ہم مفصّل بیان کرچکے کہ آپ روحانیت میں چار سلسلوں سے نہ صرف وابستہ رہے بلکہ مسندِ خلافت پر رہبری بھی فرماتے رہے۔

آپ چونکہ اپنے جدِّ بزرگوار حضرت شیخ مخدوم جہانیاںؒ کے سلسلہ سے از ابتداءِ عمر ہی وابستہ رہے اور بعد میں باقی سلسلوں میں خرقۂ خلافت سے نوازے گئے اس لئے آپ خانقاہی طرز پر تبلیغ و تجدیدِ دین کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس شیخِ طریقت نے مراد آباد کریری میں اُچّہ ملتان کی طرز پر مسجدِ جامع کے علاوہ ایک خانقاہ تعمیر کروائی۔ مسجدِ جامع آپ کی پہلی جائے رہائش کی جگہ بنائی

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحے سے) دو آسمان میں ــــ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریسؑ اور دو زمین پر حضرت خواجہ خضرؑ اور حضرت الیاسؑ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گئی تھی اور خانقاہ آپ کی آخری وابدی جائے سکونت کے نزدیک تعمیر کی گئی جہاں پر پورے کشمیر اور پنجاب سے آئے ہوئے درویش وصوفیاءِ کرام قیام پذیر ہوکر جناب سیّد سے کسب فیض کرتے رہے۔ یاد رہے کہ خانقاہ حاجی مرادؒ کی جگہ آج چوتھی مرتبہ بنی ہوئی تعمیر ہے، جسے اب جامع مسجد کہہ کر پکارا جاتا ہے لیکن اصل میں خانقاہ ہی ہے۔ عمر رسیدہ مرد وزن اسے آج بھی خانقاہ ہی کہتے ہیں اور اس کے ملحقہ ایک کھائی کو "خانقاہ نار"۔

جناب سیّد برحقؒ کے ساتھ جو درجنوں خلفاء یہاں آئے اور جن میں سے اکثر کشمیر کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ اُنہی میں سات سادات کرام جو یہاں مراد آباد میں ٹھہرے وہ اپنی آخری عمر تک یہاں خانقاہِ حاجی مرادؒ میں انتظامی امورات کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ یہ سب حضرات اسی مزارِ جنّت نشان میں آسودہ ہیں۔ اگرچہ وہ جگہ آج بالکل مسطّح ہوچکی ہے تاہم چار دیواری کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ ان سادات کرام کے نام ہمیں دستیاب نہ ہوسکے جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

ساتھ آئے ہوئے خلفاء میں دو اور افراد حاجی غلام محمد مغل المعروف شہید اور حاجی عبدالرزاق بُدوی تھے جو ہر وقت حضرت سیّد کی خدمت گذاری میں لگے رہتے تھے، کی ذرّیت آج تک بالترتیب آخون اور بدو خاندانوں سے موجود ومشہور ہیں۔

حضرت شیخ سیّد کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ صرف انسانوں کے ہی رہبر ورہنما نہیں تھے بلکہ جنّات بھی آپ کی ذاتِ بابرکات سے مشرّف فیض ہوئے ہیں۔ چنانچہ عبدالرسول نامی شاہِ جنّات (جس کا نام پورے کشمیر میں مثالی طور مشہور ومعروف ہے) جناب سیّدؒ کے دست مبارک پر علاقہ خیبر بلوچستان میں بیعت کرچکنے کے بعد آپؒ کی ہمراہی میں ایک بڑی جماعت کو ساتھ لیکر یہاں مراد آباد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آیا۔ بزرگوں کے بیان کے مطابق عبدالرسول اور اس کے بھائی کریم رسول کا ٹھکانہ سیّد کی پہلی جائے رہائش یعنی مسجد جامع کے قریب ہے۔ جنّات کی یہ رہبری جناب سیّدؒ کو ورثہ میں ملی تھی اور یہ سلسلہ حضرت شیخ مخدوم جہانیانؒ کے وقت سے چلا آرہا ہے۔ کیونکہ آپ کے رہبرانِ طریقت میں حضرت سلیمان پیغمبرؑ بھی رہے ہیں۔

اگرچہ حضرت شیخ سیّدؒ کی تالیفات و تصانیف کُتب کی تعداد بہت بتائی جاتی ہے۔ لیکن ان میں ایک تصنیف "فتوحاتِ محمد مرادِ بخاریؒ" کا زیادہ چرچہ ہے۔ اس میں توحید، رسالت، شریعت، طریقت، واجبات نماز و روزہ، ذکر و اذکار اور مناقبِ اولیاء وغیرہ جیسے موضوعات کے علاوہ تصوّف اور اس کے متعلقات کی بھی بھرپور وضاحت موجود ہے۔ لیکن اب یہ کتاب بھی نایاب ہو چکی ہے اور سادات کریری کے درجنوں کُتب خانوں میں بھی دستیاب نہیں ہے۔

اس کے علاوہ آپؒ نے حمد، مناجات و نعوت بھی لکھی ہیں۔ جناب سیّدؒ کو کشمیری، فارسی، عربی، ہندی، سندھی جیسی زبانوں پر پوری طرح دسترس حاصل تھی۔

یہ بھی مشہور ہے کہ جنابِ شیخؒ نے عمر کے آخری حصّہ میں فارسی میں تفسیرِ کلام اللہ بھی لکھی ہے۔ لیکن یہ نسخہ بھی دستیاب نہیں ہے۔

جناب سیّدؒ کی آمد سے مرادآباد علم و دانش اور سلوک و عرفان کا بقعۂ نور بنتا جارہا تھا۔ خانقاہِ حاجی مرادؒ میں کشمیر کے ہر علاقے سے آئے ہوئے علماء، عابدین، ریشی اور صوفیاء کا ہجوم رہتا تھا۔ ان میں مُلا سید حسینؒ، شیخ بہاؤالدّین گنج بخشؒ، مُلّا باقر رومیؒ، بابا پیام الدّین ریشیؒ اور قاضی میر علی بخاریؒ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

ان بزرگوں کو اگرچہ دربارِ مرادؒ سے مختلف سلسلوں میں تعلیم و تربیت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ملتی رہی لیکن اکثر حضرات کو سلسلہ سہروردیہ میں ہی تربیت دی جاتی تھی۔
حضرت بابا پیام الدین ریشی کو بھی اس دربار سے سلسلہ سہروردیہ کا خرقۂ خلافت پہنا دیا گیا۔ تکمیل تربیت کے بعد بابا پیام الدین ریشیؒ کو حضرت شیخ کے فرمان کے مطابق علاقہ ٹنگمرگ کے ایک گھنے جنگل رمبوہ کے مقام پر قیام کا اذن ملا تو آپ حسب ارشاد شیخ طریقت چلے گئے لیکن حضرت ریشیؒ کو جنات کے ایک ہجوم نے وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی اور آپؒ فریاد لے کر واپس حضرت شیخؒ کے پاس آئے۔

اس واقعہ پر حضرت شیخؒ غضبناک ہوئے۔ اپنے جن خلیفہ عبدالرسول کو ہم جنس جماعت کے ہمراہ روانہ فرمایا تاکہ اس بدطینت گروہ کے شر سے حضرت ریشیؒ کو نجات دلائیں۔ اس کے بعد آپ خود بھی رمبوہ روانہ ہوئے اور اُس باغی طبقہ کو سلامتی کے راستے پر لایا۔ ایک چڑیل جو اس گھنے جنگل میں حضرت ریشیؒ سے مخاصمت رکھتی تھی، اُسے ایک قوی ہیکل دیودار کے درخت پر اپنے ہی سر کے بالوں سے لٹکا دیا اور حضرت ریشی کو اس مقام جانفزا پر مسند نشین فرمایا۔ یاد رہے کہ وہ چڑیل والا دیودار رمبوہ میں آج بھی موجود ہے، اگرچہ ثابت نہیں لیکن سرسبز ضرور ہے۔

جیسا کہ ہم اپنی کتاب "ذکرِ سادات" کے پہلے مقالے حیاتِ حضرت شیخ سیّد مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ میں بیان کر چکے ہیں کہ سلسلہ سہروردیہ میں کرامت سے زیادہ استقامت پر زور دیا گیا ہے۔ جناب شیخ سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ نے بھی صبر و شکر کے ساتھ اپنی تمام زندگی میں استقامت کو ہی ترجیح دی ہے۔ اُس وقت جبکہ انتہائی صغر سنی میں والدۂ محترمہ کے شفیق سایہ سے محروم ہو گئے، اُس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وقت جب صرف پانچؔ سال کی عمر میں والدِ محترم نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ، اُس وقت
جب عین نوجوانی میں اپنے سرپرست چچا جان کی شفقتوں سے محروم ہوئے کہ
پردیس میں کوئی یار و غمخوار موجود نہ تھا اور اس وقت بھی کہ جب صرف چند سال
کی رفاقت کے بعد دورانِ سفر اپنے برادرِ محترم کی رفاقتوں سے محروم ہوئے۔ آپؒ
ہر وقت اور ہر آن راضی برضائے الٰہی میں پوری استقامت سے آگے بڑھتے گئے۔
یہ اور بات ہے کہ ان تمام آلام و مصائب کے بعد آپؒ کو خدائے عزّ و جل نے
اپنی بھرپور عنایتوں اور نوازشوں سے خوب خوب نوازا۔

بہر حال ہم پھر بھی یہاں پر اس سلطنتِ سلوک کے خواجۂ وقت کی چند
کشف و کرامات کا ذکر ضرور کریں گے، تاکہ قارئینِ کرام کوئی تشنگی محسوس نہ کریں اور
وہ اس ہمہ پہلو ولیٔ کامل کے اس گوشے سے بھی روشناس ہو سکیں۔

(۱) ۔ روایت ہے کہ جب حضرت شیخ سیّدؒ کی ملاقات حضرت اسحٰق شطاریؒ سے
ہوئی تو آپ نے حضرت کو اپنے اونٹوں کی نگہبانی کا کام تفویض فرمایا تاکہ آپؒ تنہائی
و یکسوئی میں، ذکر و فکر میں رہ کر منازل معرفت طے کر سکیں۔ چنانچہ حضرت سیّدؒ
بڑی جانفشانی کے ساتھ اونٹوں کی پرورش کرتے رہے۔ اسی دوران ایک روز چوروں
کی ایک جماعت کہیں سے لوٹا ہوا مال و اسباب بوریوں میں لا رہے تھے کہ اُن کی نظر
اونٹوں پر پڑی۔ انہوں نے اونٹوں کو پکڑا اور ان پر سامان لاد کر چلے گئے۔
جناب سیّدؒ جو کہیں اطراف میں بیٹھے محوِ عبادت تھے جب واپس آئے تو اونٹوں
کو غائب پایا۔ آپؒ متفکر ہوئے کہ مُرشدِ پاک کو کیا جواب دیا جائے۔ دوسری
جانب جب چور گھروں کو خوشی خوشی پہنچے کہ ان کے ہاتھ مال و اسباب کے ساتھ
اونٹ بھی آئے تھے۔ انہوں نے جونہی اونٹوں پر سے بوجھ اُتار کر مال سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بھری ہوئی بوریاں کھولنی شروع کی۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ اِن میں قرآنِ پاک کے نسخے ہیں۔ بہت پریشان ہوئے۔ اونٹوں کو لے کر اُسی جگہ پہنچے جہاں سے چُرایا تھا۔ حضرت کو دیکھا اور سربسجود ہو گئے اور آئندہ چوری کرنے سے تائب ہوئے۔

● — ساربانی کے دوران ہوئے ایک اور واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ حجِ بیت اللہ سے دوسری بار واپسی پر جب جناب سیّدؒ اپنے پیر و مُرشد جناب شطاری کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں ایک بار پھر ساربانی کا کام سونپ دیا۔ ایک دن دُزدانِ صحرائی آکر اونٹوں کے ساتھ تمام ساربانوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں بند کر دیا۔ اسی روز شب گئے اس بدوی سردار کا جوان و توانا بیٹا، جس کا نام عبدالرزاق تھا، سخت بیمار ہوا۔ جس کے گھر میں یہ ساربان مقید تھے۔ بیٹا دردِ لادوا میں تڑپ رہا تھا اور باپ اس اچانک اور قیامت خیز منظر میں دماغی توازن کھو بیٹھا۔ اتنے میں نہ جانے اسے کیونکر خیال آیا کہ مقید ساربانوں میں ضرور کوئی ولیٔ خدا موجود ہے۔ اُس نے فوراً جا کر ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور ایک ایک شخص کے چہرے کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لینے لگا اور جب اسکی نظر جناب سیّدؒ کے چہرۂ تاباں پر پڑی تو آپؒ کے پاؤں پر گر کر فریادی ہوا۔ عرض کیا کہ حضور میں بدبخت شیطان کے چُنگل میں پھنسا اور یہ کارِ ناہنجار کر بیٹھا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ میرا بیٹا مجھے واپس عنایت فرمائیں۔ میں آپ کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کے لئے تمام برائیوں سے توبہ کرتا ہوں۔ حضرت سیّدؒ نے اُس کے حق میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ اس کا بیٹا ایسا صحتیاب ہوا کہ جیسے بیمار ہی نہ رہا ہو۔ بدوی سردار کا یہ بیٹا اسی وقت سے جناب سیّدؒ

لہ حضرت عبدالرزاقؒ جناب سیّدؒ کے ہمراہ مراد آباد آئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ی خدمت میں آگیا۔ حضرت شیخ سیدؒ کے ساتھ دو بار حج بیت اللہ کو گیا۔ صحبت پیر میں ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے اور بہت بڑا عابد و پرہیزگار بن کر ابھرا۔

● — جب ٹنگمرگ میں فیروز پورہ کے منبع پر نہر کے حصول کیلئے پہنچے تو آپؒ نے مؤکل کے جواب کے بعد اپنا عصا زمین میں گاڑا اور خود آگے چلتے گئے اور پانی کی نہر پیچھے پیچھے بہتی رہی۔ راستے میں کہیں کچھ چڑھائی بھی آئی تو پانی بغیر رُکے چلتا رہا۔ کسی بھی جگہ ابتداء سے انتہا تک نہر نکالنے کے لئے مزدوروں سے کھدائی کا کام نہیں لیا گیا۔ آج تک یہی واحد نہر اس پورے علاقے کی ہزاروں ایکڑ زمینوں کو سیراب کرتی آرہی ہے۔

● — جناب سیدؒ کی خانقاہ میں جو سینکڑوں درویشان خدامست آتے رہتے تھے اُن میں سے حضرت بابا پیام الدین رشیؒ بھی آپ کے ایک خلیفہ تھے۔ اس کا تفصیلی ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت شیخؒ کے دل میں ایک نئے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی اور یہ بات بابا پیام الدین نے بھی سُنی تو انہوں نے حضرت کو یہ خیال ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جب حضرت رشی ایک مدت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا ایک کم سن بچہ قرآن پاک تلاوت کر رہا ہے۔ آپ حیرت و استعجاب میں غلطاں تھے کہ جناب سیدؒ بھی تشریف لائے۔ حضرت شیخؒ نے بابا پیام الدین سے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"تمہارا انکار اسی بچے سے تھا حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ تلاوتِ قرآن

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) آپؒ کی اولاد میں بہت بڑے عابدین پیدا ہوئے۔ آپؒ کی کی زریت آج بھی یہاں بُدو خاندان کے نام سے موجود ہے اور تقریباً پورے کشمیر میں ایک معزز و متدول خاندان کی حیثیت سے مشہور ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کر رہا ہے (گویا حضرت شیخؒ پہلے سے ہی اس بات سے باخبر تھے کہ آپ کی پشت سے ایک بیٹے کو پیدا ہونا ہے)۔ حضرت ریشیؒ آپ کی یہ باتیں سُن کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

جناب سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ کی بابرکت حیات ہر لحظہ و ہر آن ذکر و فکر، تعلیم و تربیت، درس و تدریس اور تلقین و تالیف میں گُذری، یہاں تک کہ آپؒ ایک دن بخار میں مبتلا ہوکر چند ایّام کی علالت کے بعد ۸۶۱ھ میں، ۱۷ ذی الحجہ تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۰

سلطانِ کشمیر زین العابدین بڈشاہ اپنے وزراء و امراء کی ہمراہی میں آپکے جنازے میں شریک ہوئے اور مراد آباد کریری ہی آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ تعمیرِ روضہ پہلی بار سلطان نے ہی کرائی ہے اور یہ زیارت عالیہ اہلِ کشمیر کے لئے ہی نہیں بلکہ کشمیر سے باہر کے لوگوں کے لئے بھی وجہ افتخار ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد صدیق نیاز مند*

حضرت مولوی شیخ احمد چاگلیؒ

حضرت مولوی شیخ احمد چاگلی سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ کے خلفاؑ میں شامل تھے۔ وہ اپنے زمانے کے عالم دین، ولیؑ کامل اور عارف بزرگ پیشوا تھے۔ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں انکو کمال حاصل تھا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ فارسی نثر میں انکی تصنیف رسالۂ سلطانیہ آج کل دستیاب ہے۔ اس طرح انہیں کہکشانِ سلطانیہ کے درخشندہ تاروں میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔

پرگنہ کمراز میں ایک گاؤں چاگل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ احمد چاگلی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کی مناسبت سے انہیں "چاگلی" کہتے ہیں۔ بعض تذکروں میں انکے نام کے ساتھ "کامراجی" اور بعض میں دونوں یعنی "چاگلی کامراجی" بھی درج ہے۔ بعض تذکروں میں انکے نام کے ساتھ "مولوی" کا درج ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ شیخ صاحبؒ کو دینی علوم میں بھی مہارت حاصل تھی۔ تذکروں میں تفصیل کیساتھ مولوی صاحب کے حالات زندگی درج نہیں۔ البتہ حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ جو مولوی

★ صدر شعبہ [illegible] کشمیر یونیورسٹی حضرت بل سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

صاحب کے معاصر تذکرہ نگار ہیں، کی تصنیف "ہدایۃ المخلصین" میں انکی ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ خفیف اشارے ملتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ شیخ صاحب کو بچپن سے ہی تحصیلِ علم کا بے حد شوق تھا۔ بچپن میں اُن کا حافظہ کمزور تھا لیکن ایک ولیٔ کامل کی دعاؤں کے طفیل اُن کا حافظہ اس قدر مستحکم ہوا کہ صرف چھ سال کی عمر میں قرآن پاک ازبر ہوا۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے فارسی زبان و ادب کی طرف توجہ مبذول کی۔ "کنز الدقائق" اور "تفسیر میر حسینی واعظ کاشفی" جیسی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ تحصیلِ علم کا شوق انہیں شہرِ سرینگر کھینچ لایا۔ کچھ دیر تک یہاں مشہور و معروف علماء سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ لیکن یہاں پر مالی پریشانیوں کا شکار رہے۔ تحصیلِ علوم کے دوران ہی انہیں حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم رح کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہوئے اور اُن سے تربیت پائی چنانچہ اُنکے ہی ایما پر وہ علاقۂ کامراج گئے تاکہ وہاں پر تبلیغِ دین کا اہم فریضہ انجام دیں سکیں۔ وہ علاقۂ کامراج میں عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ تشنگانِ معرفت الٰہی کے زنگ آلود قلوب کو انوارِ الٰہی سے منوّر کراتے رہے۔ وہ خود بارہ سال تک ریاضت و عبادت میں مشغول رہے اور دریائے وحدت غوطہ زن ہوکر دُرِ یائے معرفت چُنتے رہے۔ حتیٰ کہ ذاتِ الٰہی کی شناخت میں اس قدر مستغرق ہو گئے کہ انہیں اپنی سدھ بدھ تک نہ رہی۔ اُنکے زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری کو نظر میں رکھتے ہوئے حضرت مخدوم پاک رح اُن کی بے حد عزت اور احترام کرتے تھے۔ جب وہ اپنے پیرِ طریقت حضرت مخدوم پاک رح کے پاس جاتے تو مخدوم پاک رح ان کا گرم جوشی سے استقبال کرتے اور انہیں اپنے قریب بلا کر بٹھاتے۔ شیخ صاحب رح حضرت مخدوم پاک کے اولین مریدوں میں شمار ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] حضرت بابا محمد علی رینہ: تذکرۃ العارفین برگ ۲۰۳ الف ب۔ کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تحصیلِ علوم کے سلسلے میں حضرت احمد چاگلی رح نے کشمیر اور کشمیر سے باہر بھی سفر کئے ہیں۔ یہ سفر کب اور کن حالات میں انہوں نے کئے ہیں انکی تفصیل تذکروں میں درج نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ سفر انہوں نے کسبِ علوم کے سلسلے میں کئے تھے۔ چنانچہ تذکرۃ العارفین میں درج ہے:-

"در ہر علم ماہر بودہ، خذاقتِ تام در ہر کلام چہ در نظم وچہ در عربی داشتہ چندگاہ در کشمیر تحصیلِ علوم کردہ وچندگاہ در بلادِ دیگر" [1]

مولوی صاحب کے دو بھائی ملا ابراہیم اور ملا عبدالعزیز بھی حضرت سلطان العارفین رح کے حلقۂ مریدی میں شامل تھے [2] البتہ تینوں بھائیوں میں سے علم و فضل اور عرفانِ حق حاصل کرنے میں مولوی شیخ احمد صاحب رح کو برتری حاصل تھی [3]

حضرت شیخ احمد چاگلی رح کو فارسی نثر و نظم دونوں میں مہارت حاصل تھی۔ وہ اگرچہ دینیات کے زیادہ ماہر تھے لیکن انکی طبیعت شعر و شاعری کے لیے بھی موزون تھی۔ اُن کا مجموعہ کلام آج کل دستیاب نہیں البتہ انکے جستہ جستہ اشعار مختلف تذکروں میں محفوظ ہیں۔ "ہدایت المخلصین" کے مصنف حضرت باباحیدر تیلہ مولی نے انکی درجِ ذیل رباعی نقل کی ہے:-

چون قیدِ من و تو ہیچ درمانی نیست	خود قاتل و مقتول کسی فانی نیست
صدبار اگر کشتہ شوم از یدِ دوست	خود دوست شود کشتہ مرا جانی نیست [4]

---

[1] حضرت بابا محمد علی رینہ۔ تذکرۃ العارفین، برگ ۴۲ اب ـــــ کلچرل اکادمی سرینگر

[2] بابا داؤد خاکی رح۔ دستور السالکین اردو ترجمہ بنام حرز المحبین ۲/۷۰ مطبوعہ

[3] باباحیدر تیلہ مولی۔ ھدایت المخلصین، برگ ۴۰ ۲ و ب۔ مخطوط کتب خانہ محکمہ تحقیق واشاعت۔ شمارہ مخطوط ۵۰۲

[4] ایضاً

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مولوی صاحب کی شعر و شاعری عارفانہ ہے۔ وہ تصوف کے اسرار و رموز سیدھے سادے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے انکی شاعری سادہ اور بے پیرایہ ہے۔

حضرت شیخ احمد چاگلی رحؒ کی تصنیفات کی تعداد کتنی ہے اس بارے میں وثوق سے کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت بابا محمد علی رینہ رحؒ نے "تذکرۃ العارفین" میں جہاں انکی فارسی نثر میں تحریر کی گئی کتاب "رسالۂ سلطانیہ" کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے مولوی صاحب کی ایک کتاب "ترجمانِ سلطانیہ" کا نام بھی درج کیا ہے۔ چنانچہ "تذکرۃ العارفین" میں درج اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"او نیز بیانِ مقامات حضرت مخدوم قدری در سلطانیہ از احوال سلطانیتِ حضرت مخدوم مذکور کردہ و ترجمانِ سلطانیہ کہ نیز از تصانیفِ ایشانست ہم دران ذکر سلطانیتِ حضرت مخدوم و از مشائخ دیگر و از احیائے خود قلمی ساختہ"[1]

مولوی صاحب جیسا کہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے، ایّامِ طفولیت میں ہی حضرت سلطان العارفین رحؒ کے مریدوں میں شامل ہوئے تھے۔ لہذا بچپن سے ہی انہیں اچھی طرح سے جانتے تھے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:-

"بدان ای مخلص صمیمی و ای مرید حقیقی فقیر حقیر در ابتدائے طفولیت از ولایت جناب حضرت سلطان خود الیٰ آخر ولایت ایشان واقفم"[2]۔

شیخ صاحب نے رسالہ سلطانیہ کو دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ دراصل یہ رسالہ

---

[1] حضرت محمد علی رینہ۔ تذکرۃ العارفین، برگ ۱۴۳ اب

[2] حضرت شیخ احمد چاگلی۔ رسالہ سلطانیہ برگ ۵ ب، مخطوطہ ۱۲۲ مخطوط مملوکہ جموں و کشمیر کلچرل اکادمی سرینگر۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کُل چوبیس اوراق پر مشتمل ہے۔ اس مختصر سے رسالے میں مولوی صاحب نے اپنے اپنے پیر طریقت اور مرشد کامل حضرت سلطان العارفین محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومؒ کے حالات، کشف وکرامات اور ریاضات وعبادات درج کئے ہیں۔ یہ رسالہ چک دور میں تحریر کی گئی متصوفانہ نثر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ مذکورہ رسالہ کی ابتدا یوں ہوتی ہے:۔

"الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسول محمدؐ سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ الطاہرین اجمعین۔ اما بعد اضعف عباد اللہ و احقر فقراء اللہ احمد چاگلی کامراجی میگوید۔۔۔۔۔۔۔۔" [1]

رسالۂ سلطانیہ کی آخری عبارت یوں ہے۔

"ہرچند کہ در شغلِ خوارق عادات پیر دستگیر خود درآیم چون نہایت یافتہ نمی شود، پس بہتر است کہ بہمین قدر مثالی اکتفا نمایم فی التاریخِ ثمانین وسعمایتہ من الہجرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ نہصد وہشتاد از ہجرت گزشتہ بود کہ این نسخۂ سلطانیہ را ترتیب دادہ شد بفضل اللہ تعالیٰ"۔ [2]

---

[1] حضرت شیخ احمد چاگلی۔ رسالہ سلطانیہ۔ برگ اب، مخطوطہ ۳۳۴، مملوکہ جموں وکشمیر کلچرل اکادمی۔ سرینگر۔

[2] حضرت شیخ احمد چاگلی۔ رسالہ سلطانیہ۔ برگ ۲۴ب، مخطوطہ۔ ۳۳۴ مملوکہ جموں وکشمیر کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رسالۂ سلطانیہ ایک مختصر رسالہ ہے اور مصنف نے اسے دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے جنکی ترتیب یوں ہے۔

- فصل اوّل :- دربیان اشغال اذکار بطریق خود
- فصل دوم :- دربیان ولایت و رتبت و عظمت و سلطانیت ومحبوبیت و مطلوبیت و غوثیت و قطبیت و مقصودیتِ شیخ خود بجناب حقانی[1]

رسالۂ سلطانیہ کا پہلا باب صرف پانچ اوراق پر مشتمل ہے جس میں مولوی صاحب ایسے سالکوں کو جو قربِ الٰہی کے طلبگار ہوتے ہیں ذکرِ حق کی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ انکی نظروں میں ذکر ہی سالک کو انوارِ حق سے سرشار کر سکتی ہے اس لئے وہ پہلے ذکرِ حق کی اہمیت اور ضرورت واضح کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ نوآموز سالک کو ذکرِ حق سے آشنا کراتے ہیں کیونکہ شیخ صاحب کے مطابق سالک کے لئے پہلے پہل ذکرِ حق کے طور طریقے سے آشنائی حاصل کرنا اشد ضروری ہے اُن کے مطابق سالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل کو ماسوائے اللہ کے تمام آلائشوں سے صاف کرے۔ ہوا و ہوس سے اپنے آپ کو بچاتا رہے، خواہشات دنیا سے پاک رہے۔ ذکر کی آغوش میں پناہ لیکر اسی میں محو رہے۔ ہر وقت توبہ واستغفار کرتا رہے۔ دوران ذکر تجدید غسل لازمی ہے۔ قبلہ رُو دو زانو بیٹھکر کر یہ ذکر پڑھا کرے "لا الٰہ الا اللہ" نوآموز سالک کو یقین ہو کہ ماسوائے اللہ کے دنیا میں کوئی معبود نہیں، کوئی مطلوب نہیں اور کوئی مقصود نہیں۔ سالک دنیا و

---

[1] حضرت شیخ احمد چاگلی۔ رسالہ سلطانیہ۔ برگ ۵ ب مخطوطہ ۴۳۴ مملوکہ جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی سرینگر۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اہل دنیا سے قطع تعلق کرے۔ لیکن کسب معاش کے لئے اپنے کام میں ایسے محو رہے کہ "دست با کار و دل بایار" کی کیفیت ہو۔ ہر وقت زبان پر ذکر حق جاری ہو۔ کھانا پینا اپنی حلال کی کمائی سے ہو۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد مرشد طریقت کے پاس جاکر رہنمائی حاصل کرتا رہے۔ اس طرح سے سالک پر اللہ کے انوار منکشف ہوں گے۔

حضرت شیخ احمد چاگلیؒ کے مطابق انوار الٰہی سے سرفراز ہونے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سالک قبلہ رو بیٹھکر پہلے تیرہ بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد ایک بار فاتحہ الکتاب یعنی اَللّٰھُمَّ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ وَتَوْفِیْقِ طَاعَتِکَ وَعِبَادَتِکَ اکتالیس بار، خیر الفاتحین، اکتالیس بار سُبْحَانَکَ مَاذَکَرْنَاکَ حَقَّ ذِکْرِکَ اس کے بعد اپنے پیر کامل کو یاد کرے اور فاتحہ پڑھے۔ کلمہ طیبہ پڑھکر حبسِ نفس کرے اور ساتھ ہی مراقبہ کرے تاکہ نور الٰہی کا مشاہدہ کر سکے۔[1]

رسالۂ سلطانیہ کا دوسرا باب محبوب العالم حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ کے تراجم مکاشفات تبلیغ دین کشف و کرامات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ چونکہ مولوی صاحب حضرت سلطان العارفینؒ کے نہایت قریبی ساتھیوں اور انکے برگزیدہ خلفا میں شامل تھے لہٰذا ان دونوں بزرگان دین کے درمیان نہایت قریبی تعلقات قائم تھے۔ وہ اپنے پیر طریقت کے تراجم قلمبند کرنے سے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت محبوب العالمؒ کے ولایت کے درجے پر فائز ہونے اور سلوک میں

---

[1] حضرت شیخ احمد چاگلی۔ رسالۂ سلطانیہ برگ ۱۵-۱-ب مخطوطہ مملوکہ جموں و کشمیر کلچرل اکیڈمی تحقیق و اشاعت نسخہ نمبر ۱-۵

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُن کے بلند پایہ حیثیت کو بیان کرنا میرے قلم کے احاطے سے باہر ہے۔ مولوی صاحب کے مطابق حضرت سلطان العارفین پہلے قطب تھے اور گیارہ سال کی عمر میں وہ 'غوث عالم' کے درجے تک پہنچے۔ انہیں اکیس سال کی عمر میں قطب الاقطاب کا درجہ ملا۔ اکتیس سال کے ہوئے تو "غوث الثقلین" مقرر ہوئے۔ بتیس سال کی عمر انہیں محبوبتِ رحمانی کا درجہ نصیب ہوا۔ حضرت مخدوم اکتالیس سال کی عمر میں سلوک کی اعلیٰ ترین منزل "سلطان عالم" سے سرافراز ہوئے۔ اس طرح سے آپ اولیاءُ اللہ کے سلطان مقرر ہوئے۔[۱۵] یہ درجہ بہت کم اولیاءُ اللہ کے نصیب میں آتا ہے۔

حضرت شیخ احمد کے رسالہ سلطانیہ میں حضرت مخدوم کے بہت سے کشف و کرامات درج ہیں۔ وہ اپنے پیرِ طریقت کے خوارقِ عادات کے چشم دید گواہ ہیں۔ قارئین حضرات مخدوم پاک کے ان کشف و کرامات کو رسالۂ سلطانیہ کے علاوہ دوسری اہم کتابوں جن میں "چل چاہ العارفین"۔ "دستور السالکین"۔ "راحت الطالبین"۔ "ھدایت المخلصین" وغیرہ میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت چاگلی نے رسالۂ سلطانیہ میں مخدوم پاک کی قدر منزلت اور عظمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انکے ساتھ ہمیشہ گیارہ نورانی بزرگ ہوا کرتے تھے اور حضرت مخدوم بارہویں ہوتے تھے۔ ان گیارہ نورانی بزرگوں کا تعلق عالم غیب سے ہوتا تھا۔ "دستور السالکین" میں حضرت بابا داؤد خاکی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مخدوم پاک کے ساتھ ہمیشہ عالم غیب سے کئی نورانی بزرگ رہا کرتے

---

[۱۵] حضرت شیخ احمد چاگلی۔ رسالۂ سلطانیہ برگ ۶ الف تا ۱۵ الف مخطوطہ ... جموں و کشمیر محکمہ تحقیق و اشاعت نسخہ نمبر ۵۰۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تھے[1]

رسالۂ سلطانیہ سنہ ۹۸۰ھ میں مرتب ہوا ہے یعنی یہ رسالہ اُس وقت مرتب ہوا ہے کہ جب حضرت سلطان العارفین رح بقیدِ حیات تھے۔ اس لحاظ سے قوی امکان ہے کہ یہ رسالہ انکی نظروں سے گزر چکا ہوگا۔

اس رسالے کے بہت سے قلمی نسخے کشمیر اور کشمیر سے باہر کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس رسالے کا ایک دیدہ زیب مخطوطہ آجکل جموں و کشمیر کلچرل اکادمی سرینگر کے کتب خانہ مخطوطات میں زیر شمارہ ۳۴۴ بخط نسخ محفوظ ہے۔ اس نسخے کی کتابت سنہ ۱۰۷۹ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن اس میں کاتب کا نام درج نہیں۔ اس کتاب کا ایک اور نسخہ محکمہ تحقیق و اشاعت سرینگر، کشمیر یونیورسٹی میں بھی ۵۰۲ نمبر کے تحت موجود ہے۔ یہ نسخہ خط نستعلیق میں ہے۔ اسمیں سنہ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں۔ نسخے کی قدامت، اسکے جوہر اور کاغذ کی ساخت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بارہویں صدی ہجری میں لکھا گیا ہوگا۔

حضرت مخدوم پاک رح کے سات خلیفوں نے انکے احوال و مکاشفات پر مختلف رسالے لکھے ہیں۔ ان رسالوں میں حضرت شیخ احمد رح کے رسالے کو بے حد اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ رسالہ "دستور السالکین" کے بعد ہی تحریر ہوا ہے۔ او پیشرو ہونے کے ناطے مخدوم پاک رح کے اکثر مریدوں اور خلفا کی نظروں سے گزر چکا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو حضرت سلطان العارفین رح کے دوسرے خلفا نے اسی رسالے کی تقلید میں اپنے رسالے قلمبند کئے ہیں۔

---

[1] حضرت بابا داؤد خاکی رح۔ دستور السالکین اردو ترجمہ حرز المحبین ۱/۵۴ مطبوعہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رسالہ سلطانیہ میں مولوی صاحبؒ کا اسلوب نگارش سادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ رسالہ صرف چوبیس اوراق پر مشتمل ہے لیکن یہ رسالہ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی فارسی نثر سادہ نویسی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اگرچہ بعض جگہوں پر اسمیں عربی عبارات بھی درج ہوئیں ہیں لیکن وہ عبارات اصل فارسی مطلب کی وضاحت یا اسکے دلائل پیش کرنے کی ضمن میں درج ہوئیں ہیں۔ رسالے میں غیر ضروری صناعات یا پیچیدہ الفاظ یا پیچ در پیچ مفاہیم و مطالب سے اجتناب کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ احمدؒ حضرت مخدوم پاکؒ کے ایک صاحب واقعات مُرید ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے رسالۂ سلطانیہ میں اپنے مرشد سے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اوّل درجے کا ماٰخذ قرار دیا جاسکتا ہے۔ چونکہ حضرت مخدومؒ کے تربیت یافتہ تھے اس لئے خود بھی ایک پیشوا اور ولی کامل تھے۔ وہ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے حضرت مخدومؒ نے اُنہیں علاقہ چاگل میں تبلیغ دین کا اہم فریضہ انجام دینے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ شیخ صاحبؒ جب تک زندہ تھے تو اسی علاقے کے عام لوگوں کی تربیت کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے اسی علاقہ چاگل میں داعی اجل کو لبیک کہا اور یہیں پر مدفون ہوئے۔ چاگل میں ان کی زیارت آج بھی مرجع عام و خاص ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مرغوب بانہالی

حضرت سیّد محمّد امین اویسیؒ

چودھویں صدی عیسوی کے دوران تبلیغ دینِ مُبین کے عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے جن ساداتِ کرام نے حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ یا اُن کے فرزند حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے ترتیب دیئے ہوئے کاروان میں شامل ہو کر کشمیر کا رُخ کیا اور ہجرت کے یک گونہ تجربے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کئی کئی برسوں کیلئے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو خدمتِ اسلام والمسلمین کیلئے وقف کیا ان میں سرِفہرست وسط ایشیائی سادات تھے۔ انہی سادات میں سے بعض کو ہمدانی، بعض کو خراسانی، بعض کو بیہقی اور بعض کو بلخی جیسی نسبتوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی صفِ اوّل کے کشمیر نواز سادات میں سیّد حسین اور اُن کے برادر سیّد محمود بھی شامل تھے جو خراسان کے بیہق نامی علاقے کی نسبت سے اپنے مُریدوں میں بیہقی سادات کہلائے۔ البتہ جب سُلطان سکندر کے عہدِ حکومت میں (۱۳۸۹ء تا ۱۴۱۳ء) کے دوران سرینگر نوشہرہ میں ایک بڑے علمی اور دینی ادارے کا قیام عمل میں آیا اور اس میں چُن چُن کر اربابِ علم وفضل کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تقرّری ہوئی تو اوّلین درجے کے اساتذہ میں سیّد حسین بیہقی بھی شامل ہو گئے۔ ان کو منطق میں خاص فضیلت حاصل تھی اس لئے جلد ہی سید حسین منطقی نام سے مشہور ہو گئے۔ ان کے سگے بھائی سیّد محمود بدستور بیہقی نام سے ہی معروف رہے۔ خاص طور پر جب سلطان سکندر نے موصوف کو اپنا سمبندھی بنایا یعنی جب اُس نے بڑی تمنّاؤں کے ساتھ سیّد محمود کی دختر نیک اختر کی خواستگاری اپنے دوسرے نمبر کے چہیتے بیٹے شاہی خان کیلئے کی تو بیہقی سادات کے اثر و رسوخ میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ بعد میں وہی شاہی خان سُلطان زین العابدین بڈشاہ کہلا کر کشمیر کا ایک مثالی حکمران قرار پایا اور اس کی وہی اہلیہ ملکۂ کشمیر کی حیثیت سے بیہقی بیگم کہلائی۔ تاریخوں میں یہ بات درج ہے کہ شادی کرنے کے بعد سلطان زین العابدین کو عرصۂ دراز تک کوئی اولاد نہ ہوئی جس کے سبب وہ اور بیہقی بیگم دل ملول سے رہتے تھے۔ اسی پس منظر میں اپنی رفیقۂ حیات کی نفسیات کو ملحوظ رکھ کر بڈشاہ نے اس کے میکے والوں کی طرف رجوع کیا اور اُس کے مُشفق چاچا سے ملکہ کی دل بہلائی کی درخواست کچھ اس خلوص اور لجاجت سے کی کہ سیّد حسین بیہقی (منطقی) نے اپنا نومولود (سیّد محمد امین) فوراً بڈشاہ کی گود میں ڈالدیا۔ بڈشاہ نے پہلے ہی تقاضا پر اس بے تکلّفی سے عطا ہونے والے بچے کو ارمغانِ مُسرّت اور نعمتِ عظیم سمجھ کر نہ صرف گلے لگایا بلکہ اس کو اپنی گود میں اٹھا کر (کسی خادم کو حوالہ کئے بغیر) تیز قدموں کے ساتھ اپنے حرم خانے کا رُخ کیا اور دلی مبارکباد کہتے ہوئے اس بچّے کو اپنی بیگم کی گود میں ڈالدیا۔ پھر کیا تھا شاہی جوڑے کی سونی سونی ازدواجی زندگی میں ایک پُرکیف بہار آگئی۔ جس کی بدولت بیہقی بیگم نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کچھ عرصہ بعد اپنے میاں کو دوسری شادی کرنے کی اجازت بھی دی اور خود وہ اس خداداد فرزند سعید کی پرورش و تربیت کی فکر میں منہمک رہیں۔

بعد میں بیہقی سادات کا یہی چشم و چراغ اور سلطان زین العابدین بڈشاہ و بیہقی بیگم کا یہی پروردہ بچہ میر محمد امین منطقی، سیّد محمد امین اوسی بیہقی اور بابا میرویس کشمیری جیسے پیار بھرے ناموں سے لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے۔ سلطان زین العابدین کے لمبے عہدِ حکومت (۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء) کے دوران اس مادرزاد ولیٔ کامل اور اہل بصیرت شاعر کی شخصیت کے کئی باکمال پہلو منظرِ عام پر آجاتے ہیں۔ بہارستان شاہی میں اس جانب واضح اشارہ کیا گیا ہے کہ جب بڈشاہ کی درخواست پر سیّد حسین منطقی نے اپنی بھتیجی کی دلجوئی کے لئے اپنے سب سے چھوٹے لختِ جگر کو اس کی آغوش میں ڈلوایا تو فرطِ انبساط اور فرطِ محبّت سے اس میں مادرانہ شفقت اس قدر بیدار ہو گئی کہ ایک حقیقی ماں کی طرح اس کی چھاتی سے دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں۔ البتہ بہارستان میں جہاں والد کا نام بابا حسن منطقی ظاہر کیا گیا ہے وہاں سید محمد امین کا نام بھی صرف میرویس ظاہر کیا گیا ہے اور دونوں باپ بیٹے کو بابا حاجی ادہم سے روحانی فیض ملنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"ازان جملہ است بابا حاجی ادہم کہ از ولایت بلخ آمدہ بود و جماعتے از مریدان و ملازمان ہمراہ داشت و بابا حسن منطقی کہ پدرِ میرویس بود و در مزار سلاطین مدفون است از جملہ مریدان بابا حاجی ادہم است۔"

آگے چل کر میرویس کے صاحب کمال عالم و شاعر اور ولی بننے کے بارے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں لکھا گیا ہے :

"و ہر چہ علوم و فضائل پیدا کرد از تربیت سُلطان زین العابدین داشت و ہر چہ از درویشی و مجذوبیت داشت از ارثِ پدر و صحبت بابا حاجی ادہم داشت۔"

گویا بڈشاہ نے میرویس کو پدرانہ شفقت دینے کے ساتھ ساتھ دیگر امور میں بحیثیتِ اُستاد بھی اہم رول ادا کیا تھا اور گویا میرویس کی ذہنی و روحانی تربیت میں اُن کے والدِ بزرگوار کی وراثت کے علاوہ بابا حاجی ادہمؒ کی صحبت کا بہت زیادہ دخل تھا۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ کشمیر کے دوسرے تذکروں میں میر حسین منطقی کے فرزند کا نام حسن منطقی ظاہر کیا گیا ہے اور یہی وہ بزرگ سیّد حسن منطقی ہیں جو اونتی پورہ کی مشہور زیارت گاہ میں مدفون ہیں جہاں آج بھی راہ چلتے مسافر گاڑیوں کو رُکوا کر سالانہ لاکھوں کا نذرانہ پیش کرتے رہتے ہیں۔

اگرچہ بڈشاہ اور بیھقی بیگم نے اپنے پسرِ پروردہ کی پرورش بڑے ناز و نعمت سے کرنے کے دوران اس کو وارثِ تخت و تاج بنانے کے ارادے بھی باندھ لئے تھے خاص طور پر بڈشاہ کا دوسرا نکاح اور اولادِ نرینہ ہونے سے پہلے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو کچھ اور ہی مطلوب تھا۔ وہ میرویس کو کسی اور ہی سلطنت کی تاجداری کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میرویس نے بڑے ہو کر سلطنت کے کاموں میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی اور یوں بڑے ہوتے ہی اکثر گہری سوچ میں ڈوبی رہنے والی اُس کی طبیعت کے جوہر بڈشاہ پر بھی کھُلنے لگے۔ ہر وقت روحانی اسرار و رموز کی طرف مائل رہنے والی اُس کی طبیعت کا رُخ بدلنے کیلئے بڈشاہ نے اُس کو تاجداری کی طرف مائل کرنے کے کئی اقدام کئے جن کی تفصیل

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تذکروں میں موجود ہے۔ ملّا خلیل مرجان پوری نے اپنی تاریخِ کشمیر کے صفحہ ۵۲ پر بڈشاہ کی دلی تمنّا کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"در صددِ تربیتش اُفتادہ۔ بنا بر کمالِ عقل و کیاست
خواستہ بود کہ امورِ مملکت را بآنجناب سپارد۔"

سیاست اور سلطنت کی طرف متوجہ نہ ہونے والے میر ویس نے اپنی تمام تر توجہ تقویتِ ایمان اور حصولِ عرفان کیلئے وقف کر دی تھی۔ چنانچہ وہ حضرت اویس قرنیؓ اور حضرت شیخ العالم ریشی شیخ نورالدین کشمیری کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست فیض پانے کی تمنّاؤں میں غرق رہتے تھے اور اس غیبی رہبری کے متلاشی رہتے تھے جس کی طرف بعد کے ایک باکمال روحانی رہرو بابا داؤد خاکیؒ نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں یوں اشارہ کیا ہے ؎

ہر کہ را از غیب روحِ رہبری پیدا شود
او اُویسی باشد اندر اصطلاحِ خوش خصال
بود اُویسی ایں چنیں بعضے شیوخِ نقشبند
دیدہ ام ایں مکتوب در تصنیفِ شیخ خوش مقال
ریشیان ایں دیار اکثر اُویسی بودہ اند
چشمِ عبرت بینِ شان را بود از حق اکتحال

سیّد امین منطقی کے اویسی بن جانے کے سلسلے میں حاجی محی الدّین مسکین کی تاریخِ کبیر کے اُس اقتباس سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا جس میں میر ویس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

"تعلیمِ قرآن و استفادۂ علمِ ظاہری از بابا حاجی ادہم نمودہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

... درابتدار ازارواحِ شریف انبیار واولیار استفادہ مے نمود۔ بعد آن در خدمتِ حضرت خواجہ ہلال نقشبندی آدابِ طریقت وسلوکِ معرفت آموختہ چراغِ خاطر افروخت۔ پس در موضع اشم (سونہ واری) بمدّتِ بسیار خلوت ہا کشیدہ۔"

شہرِ سرینگر کی رونقوں سے اور شورشوں سے بھاگ کر سونہ واری جیسے دور مقام پر جاکر سکوت اور یکسوئی ڈھونڈھنے کا ارادہ میر ویس کے اس مشہور ترجیع بند میں بھی منعکس ہوا ہے جس میں اپنے ارادۂ ترک دنیا کا سیاق وسباق یوں اُبھارا گیا ہے ؎

بعد ازیں ویس ترکِ گفت وشنود   کُنجِ کوہ وعبادتِ معبود

یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ بڈشاہ جیسے عظیم وفہیم بادشاہ کے ساتھ زندگی کے بعض نازک اور اہم مسائل پر بحث کرنے اور مذکورہ بزرگوں سے علم وفضل کا حصہ حاصل کرنے کے بعد میرویس کی طبیعت میں پوشیدہ شاعری کا جوہر کُھل کر سامنے آنے پر مجبور ہو گیا ہوگا۔ اگرچہ ان کی طبع آزمائی شروع ہونے کی بات پوری قطعیت کے ساتھ نشاندہی میں نہیں لائی جاسکتی اور نہ شاعری میں رہے ان کے اُستاد کا نام لیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہی کیا کم ہے کہ اُن کے چاچا سیّد محمود بھی اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے اور خود سلطان زین العابدین قطبؔ/ قطبیؔ عمدہ فارسی اشعار کہتے تھے۔ شیخ عبدالوہاب نوری نے فتحات کبرویہ میں میرویس کے شاعرانہ دردوسوز کو مولانا رومیؔ کے اس دردوسوز کے قریب قرار دیا ہے جس کے تحت اُس نے غزلیاتِ شورانگیزِ شمس تبریزی تخلیق کی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

"میر سیّد محمد امین (مانندِ شیخ ابوالقاسم گرگانی) درابتدائی حال 'اویس، اویس' ، وِرد داشتند وازکثرتِ شغلِ اینچنانی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

در حضرت اویس قرنیؓ مشغوف و مستغرق بوده کہ وجودِ خود را در
آنحضرت (اویس) محو کردہ ایشان را در خود مشاہدہ مے نمود
ولہٰذا تخلصِ خود اویس نمودند۔ چنانچہ مولانا جلال الدّین رومی
ہنگام غلبۂ فنا فی الشیخ از آئینۂ جسم روح شیخ شمس الدین تبریز
قدس سرہٗ دیدہ در یک دیوانی بجائے تخلصِ خود نامِ مُرشد
آوردہ الحال بدیوانِ شمس الدّین تبریز مشہور است"۔

عبدالوہاب نوری نے اس بات کو بھی قرینِ قیاس بنا دیا ہے کہ میر ویس
پر لڑکپن کے زمانے سے ہی شاعرانہ اور صوفیانہ کیف و سرور چھایا رہتا تھا اور
اپنے وارداتِ قلبی ابتدا ہی سے اس کو عارفانہ اظہار پر اُبھارتے رہتے تھے اور
اسی کیف و سرور کے عالم میں انہیں مال و دولتِ دنیا سے عدمِ دلچسپی دکھائی پڑتی
تھی ۔ اس ضمن میں فتحات کبرویہ کے یہ الفاظ قابلِ توجہ ہیں :

"از آنجا کہ سرِ ایشاں ہوائی سیرِ فضائے عالمِ معنوی بود۔
ذائقۂ حلاوتِ مال و جاہ و لذاتِ صوری نمی یافت"۔

محمد الدّین فوق نے فارسی تذکروں کی ایسی ہی عبارات کا استفادہ کر کے
تاریخِ بڈشاہی میں لکھا ہے۔

"لیکن شاہانہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے باوجود محمد امین
(ویس) تصوف کی طرف زیادہ مائل تھا۔ وہ امورِ مملکت سے
بالکل دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ . . . مگر قدرت چونکہ اس بچّے سے
دنیائے تصوّف آباد کرانا چاہتی تھی۔ اس لئے بہت سی کوششوں
کے باوجود اُس ہونہار اور زیرک مگر صوفی منش بچّے نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

امورِ سلطنت کی طرف مطلق توجہ نہ کی ۔"

اپنے مرشد بابا ادہم کی طرح امورِ سلطنت سے اپنی بے رغبتی کا عمدہ نقشہ میر ویس نے یوں پیش کیا ہے ۔ اللہ سے مخاطب ہو کر ؎

زما سوای تو آنانکہ فارغ البال اند

بہ عالمی نہ فروشند ذوقِ تنہائی

میر ویس کے اظہار میں کشمیر کے روحانی مُرشد حضرت میر سیّدہ علی ہمدانی المتخلص علایی کے اس شعر کی صدائے بازگشت صاف سنائی دیتی ہے جس میں اسی طرح سے اللہ تبارک و تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے ؎

اے گرفتارانِ عشقت فارغ از مال و منال

والہانِ حضرتت را از خود و جنّت ملال

اپنے سوزِ آرزومندی کو شاہی دربار کی رنگ رلیوں کے بھینٹ چڑھنے سے بچانے کے لئے میر ویس نے جس قلبی مضبوطی کا ثبوت دیا ہے اس کے ناطے سے کئی کرامتیں تذکروں میں درج کر لی گئی ہیں ۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سونہ واری (اشم) کے متصل جھیل ڈل میں کشتی سواری کا جو جلوس بڈشاہ نے زینہ ڈب یا خرم آباد نام کی یادگار عمارت مکمل ہونے کی تقریب کے سلسلے میں نکلوایا تھا ۔ اس کے رنگ میں بھنگ مل گئی تھی ۔ جب شہزادے (ویس) نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور سب لوگ اس کے ڈوبنے کے غم میں مبتلا ہو گئے تھے ۔ لیکن جلد ہی ان کو بتا دیا گیا تھا کہ میر ویس جھیل کے اُس پار کنارے پر بیٹھے ہیں اور اپنے کپڑوں کو سی رہے ہیں جو گیلے نہیں ہوتے ۔ غرقابی کی اُس گھڑی میں جو کچھ بادشاہ پر، امیروں، وزیروں اور غوّاصوں یا ملاحوں پر بیتی اور پھر جو حیرت ان پر طاری ہو گئی اس کا ایک منظر نامہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ریاض الاسلام کے مصنف عبدالوہاب شائق نے یوں پیش کیا ہے:

بحیرت بماندند شاہ و وزیر — دو دیدند یکبار سوی امیر
تبسم کُنان میر ویسِ شہید — بفرمود بادشاہِ عشرت نوید
کہ کارِ خداہست کارِ دگر — بحق باش راضی سخن مختصر
چو با بحرِ وحدت شوی آشنا — خدا یاورِ تُست نے ناخدا
پس آن میرویسِ حقیقت گزین — بسلطان بکشتی شدہ ہم نشین
شد منزوی بازہ آن حق پرست — کمر حُسپت در طاعتِ حق ببست

اس کرامت کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جہاں بڈشاہ نے میرویس کی کی رغبت دنیائی امور کی طرف پھیرنے کی ہر ایک کوشش ترک کر دی وہاں اپنے پروردہ کی شفقت کو دوسرے ڈھنگ سے بروئے کار لاکر اشم (پرگنہ محمود آباد) میں سیّد ہلال نقشبندی کی خانقاہ کے متصل ایک اور عمدہ خانقاہ تعمیر کرائی جس میں میر ویس کو ذکر و فکر کے لئے حسب خواہش خلوت اور یکسوئی میسر آگئی۔ خانقاہ کے بعض مصارف کی کفالت کے علاوہ شاہی حکم کے تحت ایک ایسے صاحب حال دربان کی تقرری بھی عمل میں لائی گئی جو میرویس کے روحانی مشاغل میں کسی کو مخل ہونے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ کہتے ہیں جب میرویس استغراق میں محوِ عبادت ہوتا تھا تو دربان ملنے کے لئے آتے ہوئے لوگوں سے "میر با خداست" کہہ دیتا اور مخل ہونے سے ممانعت کرتا تھا۔ البتہ جب اندر میرویس کو قدرے فارغ پاتا تو اجازت کی بات یوں کہہ دیتا "میر با خدا و با خود است" اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ زائرین کے لئے باریابی پانے کا وقت ہے۔ خانقاہِ اشم میں یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن زندگی کے آخری ایّام میں میرویس سرینگر شہر میں آکر کوہِ ماران

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(ہاری پربت) کے دامن میں جاگزین ہوئے اور کچھ ہی دیر بعد اپنے آبائی گھر کے پڑوس میں خانقاہ عالی کدل میں شہید ہونے تک قیام پذیر رہے، جس کی تفصیل "اسرار الاخیار" میں درج ہے۔ البتہ محمد الدین فوق نے بعض دیگر شواہد کی بنیاد پر یہ عندیہ پیش کیا ہے کہ شہادت کے وقت میر ویس محلہ نوشہرہ میں قیام پذیر تھے۔ ملاحظہ کیجئے ان کی "تاریخ بڈشاہی" کا یہ اقتباس:

"جب (بڈشاہ کے فرزند حیدر کی چودہ[۱۴] ماہ پر مشتمل حکومت کے بعد ۱۴۷۱ء میں اس کا بیٹا یعنی بڈشاہ کا پوتا) حسن شاہ بادشاہ بنا تو سادات بیہقی میں سے ایک سیّد حسین (ان کو سیّد میرک میر بھی کہتے تھے) کو وزارت کا عہدہ ملا۔ امرارِ کشمیر نے اس غیر ملکی کی اطاعت سے انکار کیا۔ چنانچہ ایک شورشِ عظیم بپا ہوگئی .... سیّد میر ویسی .... کے والدین بھی چونکہ بیہقی سیّد تھے اس لئے مخالفوں نے اُن پر بھی اہل فتنہ و فساد کو مشورے دینے کا الزام لگایا۔ حالانکہ ان باتوں سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اُس زمانے میں سیّد میر اویسی سادات کی ایک جماعت کے ساتھ محلہ نوشہرہ میں رہتے تھے۔ اشرار کی جماعت رات کے وقت آپ کے حُجرے میں گھُس گئی اور اپنی طرف سے اُن کو (اُن کے چودہ[۱۴] ساتھیوں سمیت) شہید کر کے چلی گئی۔ لیکن (نیم بسمل) میر ویسی میں ابھی جان باقی تھی۔ چنانچہ آپ نے اُسی حال میں اپنے قوتِ ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے چند شعر برجستہ کہے جن میں سے یہ موجودہ کر ہم تک پہنچے ہیں ؎

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

منم آن رِندِ جہاں گردِ[1] مسیحا نفسے
کہ من ایں ہر دو جہاں را نہ شمارم بہ خسے
اگر از عشق توام سر برود گو بِرود
ہرگز ایں سرِ نہانِ تو نگویم بہ کسے

○

من فارغم ز مصلحتِ اہلِ روزگار
مے دان یقین کہ کشتنی من بود بے گناہ
اکنون بیا و شعر بخوان بر مزارِ من
تا روے ظالمانِ ستمگر شود سیاہ"

فوقؔ کے مقابلے میں شائقؔ نے میرویس کی مندرجہ بالا دو[2] رباعیوں کا صحیح متن پیش کیا ہے اور بیشتر کا اندراج ہونے کے ناطے بھی وہی متن مقدم ہے خاص طور پر دوسری رباعی میں فوقؔ کے "بود بے گناہ" کے برعکس شائقؔ کا "ہست بے گناہ" لکھنا موقعے کی نزاکت کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ قتل کے فوراً بعد اصلیت معلوم کرنے والوں کے لئے دوسرے شعر میں "اکنون بیا" کا ندائیہ اختیار کرنے کے ناطے سے بھی اس دوسرے شعر کے آخر میں "روے" کے ساتھ فوقؔ کے "شود تباہ" کے برعکس دیدہ مری اور شائقؔ کا "شود سیاہ" لکھنا محاورے کے اعتبار سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہر چند کہ بشری عقل کے لئے قتل ہونے

---

[1] جہاں گرد اصطلاح کا استعمال بڑا معنی خیز ہے اور میرویس کی اس جہانگردی کی طرف واضح اشارہ ہے جس کو بیشتر تذکروں میں یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ میرویس کا کشمیر سے باہر جانا اور لاہور کے علاوہ پنجاب کے دوسرے علاقوں میں گھومنا ایک دلچسپ موضوعِ بحث ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے بعد ایسے اشعار کہہ سکنا قابل باور نہیں لیکن کرامات کو مطلوبہ بصیرت پیدا کر کے کراماتی تناظر میں ہی پرکھنا پڑتا ہے شاید اسی لیئے مولانا رومی نے بھی ارشاد فرمایا ہے ؎

پس قیامت شو قیامت را ببیں

دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں

مؤرخ حسن نے اسرار الاخیار میں شواہد کا حوالہ دیئے بغیر اس ضمن میں دو باتوں کی اضافی تشہیر کی ہے۔ ایک یہ کہ حضرت میرویس نے قاتلوں کے نوشہرہ میں حملہ آور ہونے کے بعد یا دوسرے الفاظ میں سرکٹ جانے کے بعد پیدل سفر طے کر کے اپنے آپ کو خانقاہ عالی کدل تک پہنچایا اور خانقاہ کی دیواروں پر مندرجہ بالا دُو رباعیاں اپنے خون سے لکھیں۔ مؤرخ حسنؒ کے الفاظ ملاحظہ کیجیئے:

"جسدِ مبارک ایشان مجروح کنانیدند و حضرت میر فگار و خونبارہ و عالی کدل آمدہ جان بحق تسلیم نمودند۔ پیش از وفات این دُو رباعی بر دیوار حجرہ از خون خود نوشتہ گذاشتند۔"

شہادت پانے کے وقت حضرت میرویس کی عمر کیا تھی اس کا صحیح اندازہ لگانا آپ کی تاریخ ولادت کی عدمِ دستیابی کے سبب مشکل ہے البتہ سال شہادت ۸۸۹ھ ہے اور یوم شہادت اس سال کے ذی قعدہ مہینے کی آخری تاریخ۔ آپکے سال وفات کو نظم کرنے والوں نے کمال ارادتمندی سے بڑی غور طلب ترکیبیں وضع کی ہیں مثلاً شہیدِ کشمیر، شہیدِ شرع، شہیدِ عرش اور مخدومِ واصلین۔ اس ضمن میں چند شعر حوالوں کے ساتھ درج کیئے جاتے ہیں۔

میر سعد اللہ شاہ آبادی نے باغِ سلیمان میں لکھا ہے ؎

برتر از جملہ رتبۂ میر است ۔ سالِ وصلش شہیدِ کشمیر است

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عبدالوہاب شائق نے ریاض الاسلام میں لکھا ہے ؎

شہید ار بکشمیر سازی قرین　　بود سالِ روزِ شہادت ہمیں

بابا داؤد مشکواتی نے مُلّا احمد ہادی کے حوالے سے اسرار الابرار میں لکھا ہے ؎

رفت از جہانِ فانی بیرون چو میر ویسی
گفتند سال وصلش مخدومِ واصلین بود

خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے آپ کے تئیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے جو بیس شعر واقعاتِ کشمیر میں درج کئے ہیں اُس میں بھی کئی دلچسپ تراکیب وضع کی گئی ہیں اُن میں سے فقط ایک شعر پیش کیا جاتا ہے ؎

اے گُلِ باغِ کرامت اے دُرِ دریائے جود
شاہدِ بزمِ شہادت ، شاہِ اقلیمِ سجود

کشمیر کے علائی، صرفی، حبی، فانی، غنی اور توفیق جیسے ممتاز فارسی گو شعراء میں شامل بابا میر ویس کا دستیاب کلام بڑی پختہ کاری کا آئینہ دار ہے۔ صنفوں کے اعتبار سے اُن کے ہاں رباعی اور ترجیع بند کے علاوہ غزلیات کی تخلیق بھی عروج پر محسوس ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ان کے تغزل کے یہ چند نمونے ؎

گناہِ ما ز عدم گر نیامدے بہ وجود
وجودِ عفو تو در عالم عدم مے بود

○

اگرچہ جملہ عالم غلامت ہست اے شوخ
چو ویسؔ منطقی در قرنہا نیا بی باز

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

صورتِ قبرم ز بعدِ مرگ ویران خوشتر است
نامُرادے ہمچو من با خاک یکسان خوشتر است

اگرچہ میر ویسی کے کلام کا بیشتر حصّہ تلف ہو گیا ہے پھر بھی دستیاب اشعار میں سے مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر اُن کی شیریں زبانی و روانی اور ان کی معرفت و بصیرت کا تعارف پیش کرنے کی غرض سے ایک ترجیع بند کے چند شعر بھی یہاں پر درج کئے جاتے ہیں ؎

عاشقان ہمتے کہ کردم ساز — رخت بر بستم از مقامِ نیاز
عارفان رحمتے ز راہِ کرم — کہ ندارم بجز شما ہمراز
واصلان جذبۂ ز عینِ رضا — تا شوم با شما دمے دمساز
حاضران التماسِ تکبیرے — کہ رہِ سخت و منزلیست دراز
راہِ صدق و صفا گرفتم پیش — میل مہر و وفا نمودم باز
از مخالف ہمے کنم آہنگ — تا رسم با نوازِ راہِ حجاز
ہمچو شمعِ ز جمع دلداران — میروم با ہزار سوز و گداز
مرکبم ہمت است و عشق دلیل — ہمرہم آہ و نالہ ام دمساز
بارِ ہجران و کارِ درد و فراق — کارِ خون خوردنم نشیب و فراز
خاک پای شمایم اے رندان — چونکہ گردید با من ایں آغاز
شمۂ میکنم بہ بندِ اخیر — از مقاماتِ خویشتن ابراز
حالیا چوں طریقِ در پیش است — کردم اطنابِ قصّہ را ایجاز
چونکہ ایں منزلِ اقامت نیست — گوئیا میکنم ہمیں آواز

بعد ازیں ویسی ترک گفت و شنود
کنجِ کرد و عبادتِ معبود

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس ترجیع بند کے اگلے حصّے میں نہ صرف یہ کہ مولانا رومی کی مثنوی معنوی کے چودہ کلیدی اشعار میں علامتی انداز میں بیان کئے گئے نکات کی بازآفرینی دلکش انداز میں کی گئی ہے اور کُلّ شیئٍ یرجع الیٰ اصلہٖ کے روحانی تقاضوں کو روشن بنایا گیا ہے۔ بلکہ دنیا کی بے ثباتی اور حقیقی فلاح و نجات کی صورت گری سے متعلق بھی فنکارانہ تقاضے پورے کئے گئے ہیں ؎

من کہ در اصل بودہ ام عُنقا — قلّۂ قاف داشتم ملجا
ایں زمان زمن بہ اصل خویش شوم — کہ بہ اصلست مرجعِ اشیاء
کُنجِ وحدت قرار گاہِ منست — زانکہ کنج است گنج را ماویٰ
آمدہ بر طریق مہمانے — پنج روزے بریں پنج سرا
میزبانانِ دہر را دیدم — ہر یکے خود لسان اژدرہا
نوش ندہند غیرِ نشِ بکس — بے سم ذل نوالۂ حلوا
چوں بدیدم براہ معنی نیست — با دل خستہ گفتم اے شیدا
کاب حیوانِ کس نسازم نوش — گر بمیرم برنجِ استسقاء
کُنجِ مقصودِ کائنات منم — بر درت گرفتادہ ام چُو گدا
با توام اتحادِ روحانیست — چوں بدیدی مراز خویش جدا
خیر بادے بگفتم و رفتم — گر کُند بخت یاوری بخدا
کردہ ام عہد و بستہ ام پیمان — کہ بتوفیق ایزدِ دانا

بعد ازیں ولیس ترک گفت و شنود
کنجِ کوہ و عبادت معبود

اس بند کے مطابق مصرعے کو عظیم فارسی شعراء کے بیانات اور قرآنی ارشادات

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی روشنی میں زیر بحث لاکر اسرارِ حیات اور معارفِ روح پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے لیکن وقت کی کمی کو ملحوظ رکھ کر ہم اس عظیم (روحانی شخصیت کے مالک) شاعر میرویس پر کسی گمنام عقیدتمند کی ارادت مندی کے چند پھول نچھاور کرنے پر ہی اکتفا کریں گے جو "واقعاتِ کشمیر" سے لئے گئے ہیں ؎

او ولی از رہِ اویس شدہ　　خبر از پیر و از جوان دارم
بے زن و بے ولد چو عیسیٰ بود　　یاد از پیرِ باستان دارم
فاضلِ وقت بود و عارفِ دہر
ایں سخن ہم ز ترجمان دارم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شوکت حسین کینگ*

حضرت حافظ ملّا محمد بصیرؒ

حضرت بانیٔ اسلام فی الکشمیر شاہ ہمدانؒ کی بدولت کشمیر نہ صرف دار الاسلام بن گیا بلکہ دار العلم بھی ___ وہ دار العلم جس کا شہرہ نہ صرف برّ صغیر میں بلکہ اس سے باہر بھی تھا اور شاعر مشرق علّامہ اقبالؒ نے "جاوید نامہ" میں یہ شعر تحریر کرتے ہوئے اسی بات کی جانب اشارہ کیا ہے ؎

خطّہ را آن شاہ دریا آستیں

داد علم و صنعت و تہذیب و دیں

آپ خود بھی بحر العلوم تھے اور آپ کے صاحبزادہ محترم حضرت میر سیّد محمد ہمدانیؒ بھی مُستند عالمِ دین تھے اور ان دونوں حضرات کے ساتھ جو ساداتِ کرام تشریف لائے تھے انہوں نے یہاں مختلف علوم و فنون کی داغ بیل ڈالی۔ چنانچہ قلیل مدّت میں یہاں علمائے کرام کا وہ کارواں وجود میں آگیا جس سے تمام عالم فیضیاب ہوا۔[1]

---

[1] کشمیر میں عربی علوم کی اشاعت اور عربی شعر و ادب کی تاریخ سے متعلق مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں کشمیر میں عربی شعر و ادب کی تاریخ اور اسلامی ثقافت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

* معرفت حنفیہ عربی کالج، اگند رپورہ، عیدگاہ سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ان علمائے کرام و مدرّسینِ عظام میں جس عالمِ دین کا نام سرِفہرست ہے وہ حضرت علّامہ حافظ مُلّا محمد بصیر خندہ بھونی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے بارے میں بخاری صاحب رقم طراز ہیں:

"یہاں صرف عربیّت خاص طور پر علوم آلیہ جیسے صرف و نحو، عروض و قوافی اور بیان و بلاغت کے چند سربرآوردہ مدرّسین کا نام لینے پر اکتفا کرتے ہیں جو اِن فنون میں اپنے علمی تبحّر اور فنّی بصیرت میں شہرت رکھتے تھے۔ اِس سلسلے میں ہم پہلا نام مُلّا بصیر کا لے سکتے ہیں جن کے شاگردوں میں شیخ یعقوب صرفیؒ جیسے عربیّت کے ماہر شامل ہیں۔ شیخ صرفیؒ اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے جملہ علوم کی تحصیل انہی سے کی تھی جن میں علومِ آلیہ بھی شامل تھے۔"

● — (کشمیر میں عربی شعر و ادب کی تاریخ ص ۵۲، ۵۳)

حضرت حافظ مُلّا محمد بصیر خندہ بھونیؒ کے حالات پردۂ اخفاء میں ہیں۔ حضرت خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے "تاریخ اعظمی" اور پیر حسن شاہ کھویہامی نے "تذکرۂ اولیاء کشمیر" میں اگرچہ صرف چند سطور پر ہی اکتفا کیا ہے مگر ان ہی سطور سے ہم اِس بلند پایہ شخصیّت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کتبِ قدیم میں جس کتاب میں آپ کا تذکرہ ہے وہ جامع الکمالات حضرت الیشان شیخ یعقوب صرفیؒ کی بلند پایہ کتاب "مغازی النبیؐ" ہے جو دو دفعہ لاہور میں شائع ہوئی اور جس کے متعدد قلمی نسخہ جات کشمیر کے کُتب خانوں میں موجود ہیں۔

آپ علاقۂ کامراج سے بچپن میں وارد شہر ہوئے تھے۔ یہاں آپ نے مختلف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(بقیہ گزشتہ صفحے سے) از مرحوم سید محمد فاروق بخاری۔

علوم کی تکمیل کی تھی۔ لیکن عربی کے مختلف علوم میں اس مادر زاد نابینا عالم کو جو ید طولیٰ حاصل تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کشمیر سے باہر بھی علم کی پیاس بجھائی تھی۔ قرآن شریف تو بچپن میں حفظ کیا تھا اور ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ کبرویہ سے منسلک ہوگئے۔ اگرچہ کشمیر میں یہ مشہور ہے کہ آپ کبروی تھے لیکن تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ "اویسی" تھے۔ چنانچہ "تاریخ حسن" میں مرقوم ہے:

"آپ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات سے فیض یاب ہوگئے"۔

چونکہ تاریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ کی کئی دفعہ مسجد شریف خندہ بھون میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔ جیسا کہ علامہ خاکیؒ اور دیگر تذکرہ نگاروں نے رقم فرمایا ہے تو اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ ایک دفعہ نہیں بلکہ بارہا زیارتِ خضر علیہ السلام سے مشرف ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے حضرت صرفیؒ جو کبروی سلسلہ کے علمبردار تھے، نے آپ کے تذکرہ میں جہاں آپ کو عالم ربانی و امام حقانی قرار دیا ہے وہاں آپ کی نسبت کسی سلسلہ کے ساتھ نہیں کی۔ اگرچہ اعتراف فرمایا ہے کہ نہ صرف خود بلکہ والد ماجد خواجہ حسن عاصیؒ نے علم سلوک کا اکتساب آپ سے ہی کیا تھا۔

حضرت حافظ صاحب ملہ بابا صاحب کے نام سے معروف ہوئے تھے جو دراصل مُلّا بابا صاحب ہے۔ جیسے مُلّا جامیؒ وغیرہ۔ بہرکیف سرینگر میں آپ نے نواکدل کے شمالی علاقہ یعنی خندہ بھون میں سکونت اختیار کی تھی۔ یہ علاقہ اُن دنوں ہندو دھرم کا اہم مقام تھا اور یہاں ایک مرگھٹ تھا جہاں اہل ہنود اپنے مردوں کو نذرِ آتش کرتے تھے۔ آپ نے اس علاقے کو علم و روحانیت کا مرکز بنا کر یہاں مسجد شریف، خانقاہ اور مدرسہ تعمیر کیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پیر حسن شاہ کھویہامی نے اپنے پیشروؤں کی طرح تحریر فرمایا ہے کہ اُس وقت کے اکثر سربرآوردہ علماء، خدادوست اور بزرگانِ دین ان کی ظاہری اور باطنی تربیت سے مستفیض ہوتے رہے جن میں جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ سرفہرست ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی منظوم تصنیف "مغازی النبیؐ" میں اس کا اعتراف یوں کیا ہے ؎

شدم در علومِ دگر بہرہ گیر زملّا رضی و ز حافظ بصیرؒ

● — (علومِ دیگر میں ملّا محمد آنی شاگرد جامی کے علاوہ جن شخصیات سے بہرہ ور ہوا اُن میں حضرت مُلّا رضی الدّین پالؒ اور حضرت ملّا حافظ بصیر خندہ بھونیؒ شامل ہیں۔)

چو گویم ز حافظ بصیری کہ بود خبر دارِ اسرارِ کشف و شہود

● — (میں حضرت مُلّا حافظ بصیرؒ کے متعلق آپ کو کیا بتاؤں کہ وہ کس درجہ کے صاحب تھے۔ آپ عالمِ ربّانی تھے یعنی صاحب کشف و شہود بزرگ، گویا علم الیقین عین الیقین میں تبدیل ہوا تھا۔)

رضی و بہ از وی ہزاران ہزار بشاگردیش داشتند افتخار

● — (حضرت مُلّا رضیؒ اور ان کی وساطت سے ایک نہیں بلکہ ہزاروں علماءِ کرام کو اس بات پر ناز تھا کہ وہ آپ کے شاگرد تھے یعنی آپ استاذ الاساتذہ یا رئیس الاساتذہ تھے۔)

اگرچہ نبود است بینا چشم کہ خود ظاہراً بود اعمیٰ بچشم
ولی از کمال حضور خدا دلش بود بینا بنور خدا

● — (اگرچہ آپ ظاہری طور مادر زاد اعمیٰ (نابینا) تھے مگر مرتبۂ احسان اَنْ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک کے تحت آپ صاحبِ بصیرت تھے اور اللہ تعالیٰ کے نور سے آپکا دلِ مبارک روشن تھا۔)

عجب آنکہ ہنگامِ کسبِ کمال　　عمایش نہ شد مانع اشتغال

• — (یہ کسی عجوبہ سے کم نہیں کہ کمالات ظاہری و باطنی اور دیگر امورات کے حصول میں آپ کو یہ ظاہری نابینائی مانع نہیں ہوئی۔)

من و والدِ من مربای او　　بجان بندۂ خاص دلولای او

• — [(اس شعر میں حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ نے انکشاف کیا ہے کہ) میرے والدِ محترم حضرت خواجہ حسن عاصی گنائی نے بھی آپ سے کسبِ فیض کیا تھا اور فرماتے ہیں کہ نہ صرف میں (یعنی حضرت صرفیؒ) بلکہ میرے والد ماجد آپ کے پروردہ تھے اور دل و جان سے ہم دونوں آپ کے غلام اور خادم رہے ہیں۔]

ازو علم صوفیہ آموختم　　دقیقات عقلیہ اندوختم

• — (میں نے آپ سے باطنی علوم کا اکتساب کیا اور علوم عقلیہ کی جزئیات سے آگاہی پائی)

فنِ منطق و اصطلاحِ کلام　　بدیع و بیان و معانی تمام

• — (علمِ منطق، علمِ کلام، بدیع و بیان اور علم معانی، غرض سارے علوم آلیہ میں نے انہی سے حاصل کئے)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ "مغازی النبیؐ" کا سالِ تصنیف ۱۰۰۰ھ ہے چنانچہ حضرت صرفیؒ فرماتے ہیں ؎

چو کردم طلب سالِ ختمِ کتاب　　مرا گفت پیرِ خرد در جواب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طلب گر تو خواہاں ایں مطلبی زحرفِ دوم از مغازی النبیؐ

اور حضرت مُلّا حافظ بصیرؒ نے ۹۴۶ھ میں انتقال فرمایا تھا۔ یعنی حضرت صرفیؒ نے حضرت کی رحلت کے بعد پورے چوّن ۵۴ سال یہ کتاب تصنیف فرمائی یعنی اپنی وفات سے قبل صرف تین ۳ سال۔ اس وقت حضرت صرفیؒ کشمیر میں مذہب اہلسنّت والجماعت کی زندہ جاوید علامت تھے۔ اہل سنت والجماعت کے علمبردار کی حیثیت سے معروف و مشہور تھے۔ اسی بنا، پر مورّخِ کشمیر حضرت خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے لکھا ہے۔

"دامن ہمتش از آلائش قیاساتِ مردم مبرّا بود۔"

یعنی آپ کا دامنِ ہمّت و عقائد عام لوگوں کی قیاسات و ظنّیات سے صاف و پاک تھا۔[1]

---

[1] پروفیسر سید محمد فاروق صاحب بخاری نے اپنی تصنیف "کشمیر میں عربی علوم کی اشاعت" میں "مغازی النبیؐ" کے اِن اشعار کو تاریخی سند مان کر مورّخین کے اس واقعہ کو دہرایا ہے کہ حضرت علّامہ بابا داؤد خاکیؒ اور حضرت مولانا شمس الدین پالؒ نے صرف آنجناب کے مدرسہ سے اس لئے راہِ فرار اختیار کی کہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ شیعہ ہم سخنے دارند ـــــ اس میں شیعہ بھی دلیل رکھتے ہیں۔ تو بقول مؤرخین و پروفیسر موصوف، ابھی یہ الفاظ ان کی زبان سے پوری طرح ادا بھی نہ ہوئے تھے کہ ان کے کئی شاگرد خاص کر علّامہ خاکیؒ اور پال صاحب فوراً مجلسِ درس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر برادرِ محترم نے حاشیہ چڑھایا کہ کچھ علمی مسائل میں وہ کچھ ایسی رائے رکھتے تھے جسے اُن کے بعض معاصر علماء ماحول کے قطعاً ناموافق خاص کر مذہب اہلِ سنّت والجماعت کے لئے ضرر رساں تصوّر کرتے تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت مُلّا حافظ البصیرؒ کے کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف ایک صاحبزادی عطا فرمائی تھی یعنی حضرت عصمت پناہ فیروزہ بی بیؒ جو

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے سے آگے)

جواباً عرض ہے کہ ہمیں حضرت حافظ ملّا البصیرؒ اور علامہ بابا داؤد خاکیؒ دونوں کا پورا پورا احترام ہے اور دل جذبۂ عقیدت سے سرشار ہے ۔

دل کو روؤں میں یا جگر کو میرؔ　　میری دونوں سے آشنائی ہے

مبتدی طلبا کی دلیل سُننے کے بغیر ہی مجلسِ درس ترک کرنا کوئی وزن نہیں رکھتا ہے۔ بہر حال منتہی منتہی ہی ہوتا ہے اور وہ منتہی جبکہ تمام علوم عربیہ اسلامیہ میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو اور مشہور ہے کہ آنجناب سلسلۂ عالیہ کبرویہ کے مجاز تھے تو اس سلسلہ کی خصائص میں حُبّ علیؓ و آل علیؓ کو اہم مقام حاصل ہے جس کی بنا پر بعض حلقوں میں حضرت شاہِ ہمدانؒ کو بھی شیعہ عالم قرار دیا جاتا ہے ــــــ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ طلقاء مکّہ مکرّمۃ (فتح مکہ) کو سابقون الاوّلون کی صف میں نہیں لایا جاسکتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی تمام صحابہ کے حق میں رضی اللہ عنہم وارد ہونے کے باوجود سابقون الاوّلون، اصحاب بدر، اصحاب احد، اصحاب بعیتِ رضوان، مہاجرین و انصار وغیرہم کا درجۂ فضیلت اپنی اپنی جگہ مُسلّم ہے۔

اس ضمن میں خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی "واقعات کشمیر" کے صفحہ نمبر ۸۴، ۸۵ سے یہ عبارت نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

"مولانا البصیر المعروف بہ مُلّا بابا اعمیٰ مادر زاد صاحب استعداد خداداد بود چشم از ماسوی بستہ بدنیا آمدہ از پرگنہ کامراج بشہر رسیدہ ضبط علوم بی پایان بدستور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے سے آگے) حفظِ قرآن در صغر سن کردہ باوجود عدم بصارت صوری در بصیرت قلبی ہمتا نہ داشت۔ در عہدِ خود مرجع فضلاء و فقراء بود و گویند بخضر علیہ السلام ملاقات کردہ فیض و فتوح یافتہ در سنہ نہ صد و چہل و شش (۹۴۶ھ) وفات یافتہ در خندہ بون مدفون گشت و حضرت شیخ صرفیؒ در مرثیہ او چند بیت انشاء فرمود ......

مزار متبرکہ اش محل فیض و فتوح است ہر چند بعض اکابر کہ در آن وقت در خدمتش تلمذ می کردند مثل بابا داؤد خاکیؒ و مُلّا شمس الدّین پال وغیرہم بنا بر حرفی کہ در صفحہ بالا مرقوم شد از صحبتش یک سو ماندند، دامنِ ہمتش از آلائش قیاسات مردم مبرّا بود . . . . وقتیکہ در مدرسہ از زمانِ حافظ بصیر صادر شد کہ شیعہ ہم سخنے دارند و ہمہ علماء مثل بابا داؤد خاکی و مُلّا شمس الدّین پال وغیرہ ہما اورا تشیع کردند، بمدرسۂ مُلّا رضی الدّین آمدند و دیگر بمدرسۂ حافظ بصیر نرفتند والعلم عند اللہ"

اسی طرح محی الدین مسکین صاحب نے بھی اپنی "تاریخ کبیر" (مخطوطہ مملوکہ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ، کشمیر یونیورسٹی ـــــ ایکیشن نمبر ۲۰۴۸ صفحہ نمبر ۱۳۸) میں حضرت مُلّا بصیرؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مُلّا حافظ بصیر خندہ بونی، وطن اصلش کامراج بود۔ نام مرشدش معلوم نشد۔ باوجود عدم بصارت ظاہری در ایّامِ طفولیت حفظ قرآن کریم فرمود۔ در سال ۹۴۶ھ انتقال فرمود و در محلہ خندہ بون مدفون شد و دریں ایّام بمزارش "ملہ بابا صاحب" مشہور است۔" ● ــ (ایڈیٹر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

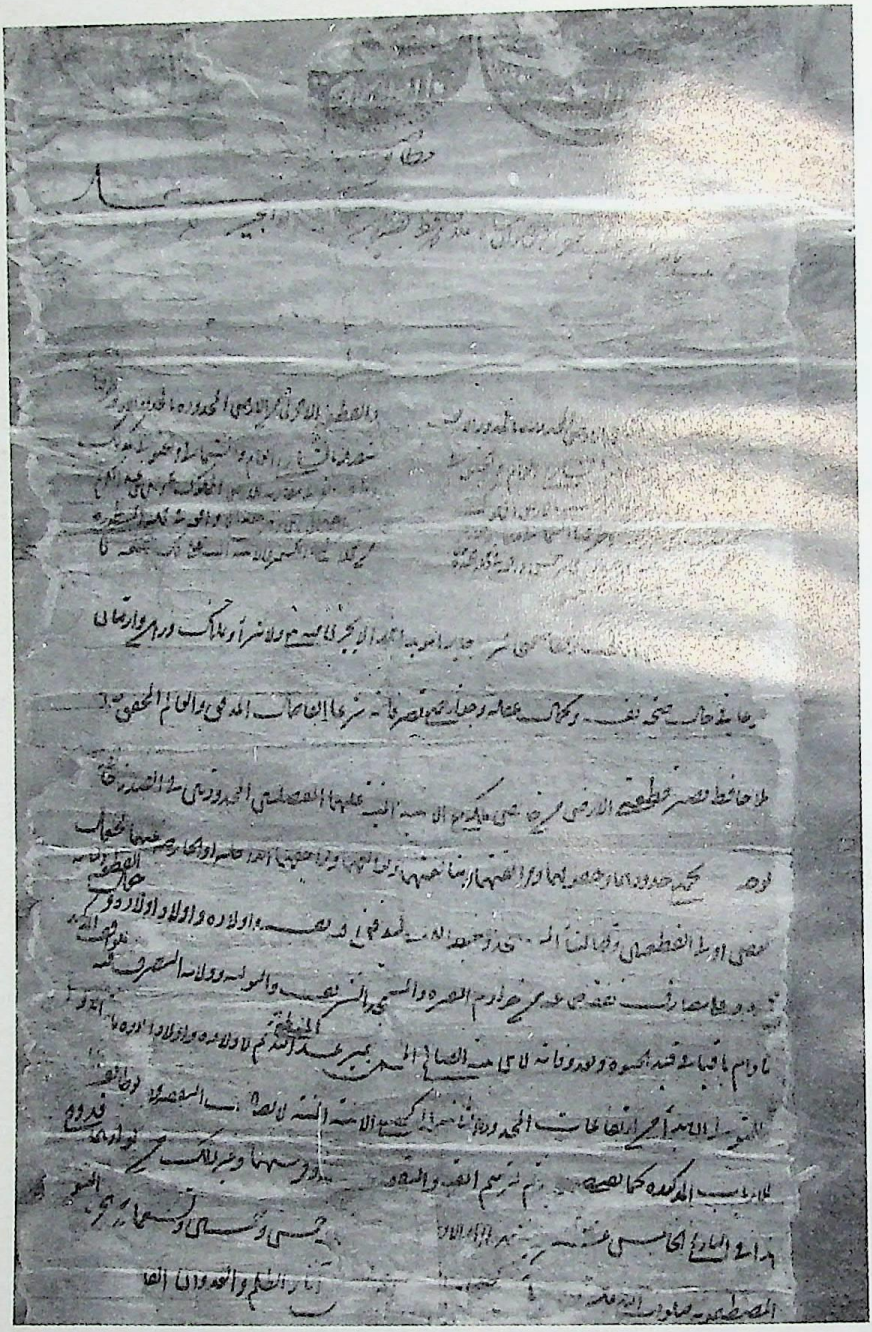

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بھوج پتر پر تولیت نامہ حضرت ملا محمد حافظ بصیرؒ بخطِ حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ

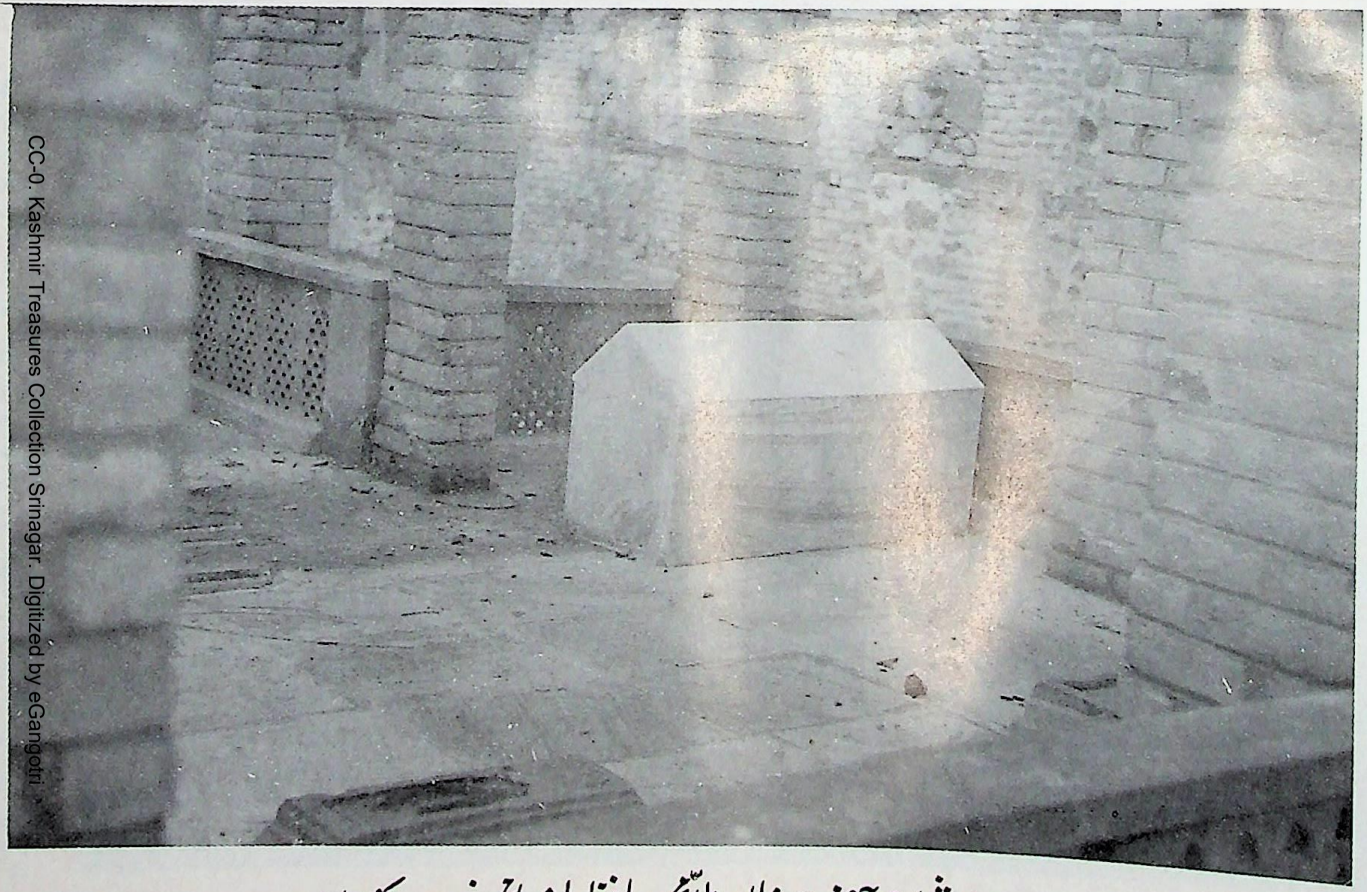

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

روضہ شریف حضرت علامہ ملا محمد حافظ بصیرؒ خندہ بھون

سے تھے) سے بیاہی گئی تھیں۔ جنہوں نے ۷ ار رجب المرجب (سن نامعلوم) میں بمقام فتی میر وفات پائی اور اسی مقام پر دفن ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ درگاہِ حضرت مُلّا حافظ بصیرؒ کی تولیت منطقی خاندان کے ہاتھ میں تھی اور اسی درگاہ کے قرب و جوار میں سادات منطقی مدفون ہیں۔

حضرت مُلّا حافظ بصیرؒ خندہ بھونی نے طویل عمر پاکر بقول مؤرخین ۱۲ ار ذی الحجہ ۹۴۶ھ کو وفات پائی۔ لیکن کچھ محققین کے مطابق آپ نے ۱۱ ار ذی الحجہ ۹۴۶ھ کو مطابق ۸ را اپریل ۱۵۴۰ء سوموار کو انتقال فرمایا اور ۱۲ ار تاریخ کو آپ کی نماز جنازہ حضرت ایشان شیخ یعقوب صرفیؒ نے پڑھائی اور حضرت صرفیؒ نے ہی آپ کو مدرسہ بصیریہ کے صحن میں سپردِ خاک کر دیا اور اس کے ساتھ مسجد شریف و دیگر قطعات کا تولیت نامہ خاندانِ منطقی کے سُپرد فرمایا۔ تولیت نامہ اور آپ کی وفات پر حضرت صرفیؒ کا مرثیہ آج پہلی دفعہ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔ جس کے لئے میں درگاہِ غوثیہ رہ بابا صاحب کے سجادہ نشین جناب میر سیّد غلام احمد قادری المنطقی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ذاتی کتب خانہ سے اس کے نقول مرحمت فرمائے۔

مرثیہ بر وصال حضرت حافظ مُلّا بصیرؒ ــــ از حضرت امام صرفیؒ

سوزِ فراق اندر دلم زد شعلۂ آتش فشان

از سالِ فوتِ مرشدِ مخلص نوازِ قدردان

حافظ بصیری آنکہ او در راہِ دین بود

از فقر آگہہ مو بمو کشّاف اسرارِ نہان

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چوں کرد از عالم سفر از ہجر او خون شد جگر
آں مخلصان را راہبر آن دستگیرِ بے کسان

چوں چشم از خانہ بروں ہرگز نہ رفتہ از سکون
مے دید اسرارِ درون دائم بچشمِ دل نہان

علمش عمل را ہم قدم جز ذکر حق نکشادہ دم
آن مصدرِ لطف وکرم ہر نیک وبد را مہربان

در پردۂ حلم وحیا تنہا نشستہ چون ہُما
در سایۂ خود دادہ جا مر جملۂ پیر و جوان

از ہجرِ آن کانِ عطا دانم یقین باشد روا
گر جوی اشک از دیدہ ہا سازیم چون چشمہ روان

از قصۂ ہجران اگر بر طالبان آرم خبر
آیند جملہ سر بسر در نالہ و آہ و فغان

آن حافظِ علم وادب بودہ بصیر از فضلِ ربؒ
تاریخ فوتش زان سبب شد "عالمِ تفسیر دان"[1]
۹۴۶ھ

---

[1] "عالم تفسیر دان" کے حروف بحساب ابجد ۹۴۶ ہے جو ۱۵۳۹ء کے برابر ہے۔ ○ ۔ (ایڈیٹر)

کتابیات:

۱۔ معازی النبیؐ از حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ
۲۔ تاریخ اعظمی از حضرت خواجہ محمد اعظم دیدہ مریؒ
۳۔ تاریخ حسن حصہ سوم از پیر حسن شاہ کھویہامی
۴۔ رودِ کوثر از جناب ڈاکٹر شیخ محمد اکرم مرحوم
۵۔ رسالہ مقالات و خوارقِ صرفی (قلمی) مملوکہ کتبخانہ منطقیہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام رسول شولا*

حضرت خواجہ عبد الصبورؒ

سلسلہ عالیہ قادریہ کے بعد جس سلسلے نے عالمِ اسلام میں نام کمایا ہے وہ سلسلہ سہروردیہ ہے جس کے بانی حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہیں۔ برصغیر میں جن شخصیات واکابرین نے اسلام کی خدمت میں اہم رول ادا کیا اُن میں سے بیشتر سلسلۂ سہروردیہ سے وابستہ تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ موصوف کے دور میں ہی آپ کے اکثر خلفا وارد ہند ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے "خلفائی فی الہند کثیرۃ"۔[1]

کشمیر میں اسلام کی اشاعت اوّل بھی حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفۂ بالواسطہ یعنی حضرت سیّد شریف الدین المعروف بلبل شاہ صاحب سہروردیؒ کی مرہونِ منت ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ مشائخ چشت۔ از، پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

* باغوان پورہ حبہ کدل سرینگر۔

حضرت بلبلؒ شاہ صاحبؒ کے ذریعہ کشمیر میں نہ صرف اسلام بلکہ حنفی مسلک اور سہروردی سلسلہ متعارف ہوا۔ حضرت بلبلؒ شاہ صاحب کے بعد (حضرت بانیٔ اسلام فی الکشمیر جناب علی ثانی شاہِ ہمدانؒ سے قبل) حضرت مخدوم جہانیاں حضرت سیّد جلال الدین بخاریؒ یہاں تشریف لائے جن کے دستِ حق پرست پر کہا جاتا ہے، للہ عارفہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے بعد حضرت شاہ ہمدان اور حضرت شاہ بازِ لامکان میر سیّد محمد ہمدانی کے دورِ اقدس میں یہاں سلسلۂ سہروردیہ سے تعلق رکھنے والے کئی بزرگ تشریف لائے جن میں حضرت مخدوم جہانیاں کے فرزندِ گرامی قدر اور دیگر احفاد (مثلاً سادات منطقی وغیرہ) شامل ہیں۔

نویں صدی ہجری میں قطب العالم حضرت سیّد عبدالوہاب بخاری دھلوی سہروردیؒ کے دو نامدار خلفاء حضرت سیّدنا سیّد جمال الدین بخاریؒ اور حضرت قطب ربانی میر شاہ سیّد احمد کرمانیؒ یہاں تشریف لائے جنہوں نے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کی اشاعت میں اہم رول ادا کیا۔ اوّل الذکر بزرگ حضرت سیّد جمال الدین بخاریؒ کے کشمیر میں ایک ایسے بزرگ خلیفہ بنے جنہیں نہ صرف یہ کہ روحانی بزرگی حاصل تھی بلکہ مجدّد اعظم بھی تھے۔ اور جن کی اسلامی خدمات کی گونج سے آج بھی پوری ریاست معمور ہے۔ آپ ہیں حضرت محبوب العالم، سلطان العارفین جناب حضرت شیخ حمزہ مخدومی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت مخدوم پاکؒ کے خلفاء نامدار میں جن شخصیات نے نام پیدا کیا اُن میں حضرت شیخنا شیخ بابا عبدالصبور علیہ الرحمۃ سرفہرست ہیں جنہیں مورخ عارفِ مست و مخمور خواجہ عبدالصبورؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حبہ کدل کا علاقہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ دریا کے اس پار یعنی بطرفِ غرب حضرت محبوب العالمؒ کے خلیفہ خاص حضرت شیخ رُوپ ریشیؒ آرام فرما ہیں جن کے متعلق علامہ خاکیؒ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے فرمایا ہے ؎

باتنِ مکتبہ چوں یک شبے سیّاح بود
رہنمائے روپ ریشی بر کوہِ اولر شدہ است

تو اس پار یعنی بطرف مشرق حضرت عارف مست و مخمور خواجہ عبد الصبورؒ آرام فرمائیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ علاقہ حضرت محبوب العالمؒ کے ان دو برگزیدہ خلفاؒ کا مقامِ تبلیغ و رُشد و ہدایت رہا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے حالاتِ زندگی کے بارے میں تاریخی طور نہ سہی لیکن سینہ بہ سینہ جو روایات بطریق تواتر ہم تک پہنچی ہیں ان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ بلند پایۂ صاحب حال و قال اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ گذرے ہیں۔

بعض لوگوں نے آپ کو حضرت بابا عبد الصبور قطب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ سماع کے دلدادہ تھے۔ آپ نے کچھ مدّت نالہ مار کے کنارے رعناواری کے علاقہ میں قیام فرمایا اور کچھ مدت نالہ مار کے بائیں جانب علاقہ نور باغ میں رہے۔ زندگی کا کچھ حصّہ آپ نے یہاں کی مختلف مساجد، خانقاہوں اور درگاہوں میں گزارا جب کہ بیشتر حصّہ تبلیغ و رشد و ہدایت میں صرف فرمایا۔

آخری ایامِ عمر باغوان پورہ بالا سرینگر، متصل بربر شاہ صاحب سرینگر میں گزارے اور بعد وفات مسجد شریف کے صحن میں بطرف قبلہ دفن ہوئے جہاں ہر سال ۱۱ ذی الحجہ کو عرس مبارک کی تقریب منائی جاتی ہے۔ خلیفہ محبوب العالمؒ کی حیثیت سے آج بھی آپ کا روضۂ شریف مخلوقاتِ عالم کے لئے باعثِ رحمت اور مینارۂ نور و ہدایت ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آخر پر میں اس مضمون کو اپنے استاذِ مکرّم خواجہ شوکت حسین کینگ (استاذِ حنفی عربی کالج) و مدیر ماہنامہ "الاعتقاد" کے اُس قصیدہ پر اختتام کرتا ہوں جو آپ نے حضرت شیخ عبد الصبورؒ قطبِ حق موصوف کی شان میں قلمبند کیا ہے اور حال ہی میں آپؒ کے روضۂ مبارک پر کندہ کرایا گیا ہے

شکر للہ حال و قالم دمبدم بہتر شدہ است

پیرِ پیران شیخ حمزہ تا مرا رہبر است

منتہائے بایزید و شیخ معروفؓ و جنیدؓ

ابتدائے آن شہِ عرفا کہ کامل تر شدہ است

بُد اویسی نسبت و گر حال خود تصحیح کرد

در طریقِ سہروردی سیدّ معتبر شدہ است

آن شہابُ الدین والملۃ امامُ الاولیاء

بانیٔ این سلسلہ بُد ہمچنان منجر شدہ است

شیخ ما چوں شاہِ کبُریٰ ہم ولی تراش بُود

صد ہزاران راز لطفش عاقبت بہتر شدہ است

از طفیلش ہردی ریشی حضرت خاکیؒ نیز

گشتہ افلاکی و شانِ ہر یک نیکو تر شدہ است

شیخ دین روپ ریشی شیخ جمعِ ریشاں

از نگاہش ... و سالارِ دین ... شدہ است

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بود از خلفاء ایشان حضرت عبد الصبور
آن امام اتقیا و قطب فاضلتر شده است

از نگاهِ شیخ حمزہؒ گشتہ چوں مخمور او
مست و مخمور گشت اسمش شاہ نام آور شده است

عمرِ خود چوں ساخت صرفِ طاعت حق و رسولؐ
یافت قربِ حق و ہم منظورِ پیغمبر شده است

در ریاضت ہمچو مُرشد بود چوں او بے نظیر
در کرامت مثل غوثِ اعظم و اکبر شده است

مخلصان را روضۂ پاکش بود دارالامان
زائران را مقصد او ماٴمن اکبر شده است

یک نگاه کن بہ شوکت ای شہِ دین پرور
کز نگاہت مسِ قلبِ ناقصاں چون زر شده است

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمدٍ و علیٰ آلہٖ و
اصحابہٖ و علماء شریعتہٖ و اولیاء طریقتہٖ اجمعین
یارب العالمین۔

(آمین)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام نبی کینگ*

حضرت خواجہ عبدالرحیم قادریؒ

وادیٔ کشمیر میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اشاعتِ اوّل کا سہرا حضرت سیّد اسماعیل شامی قادری علیہ الرحمتہ الباری کے سر ہے جو ملکِ شام سے ۹۹۲ سنہ ھ میں یہاں وارد ہوتے تھے۔ سلسلۂ سہروردیہ کے مقتدا اور امامِ اعظم ثانی جناب حضرت علامہ شیخ بابا داوٗد خاکیؒ ان کی شخصیت سے کافی متاثر ہوئے اور ان کی شان میں ایک طویل قیصدہ تصنیف فرمایا جس کے دو۲ شعر نذرِ قارئین کرام ہیں۔ ؎

خدارا گفتہ حمدِ بے شناہی — پس از نعتِ رسالت دستگاہی

کہ آمد سیّد اسماعیل شامی — بکشمیر از عنایاتِ الٰہی

قصیدہ شریف کو غلام محی الدین مسکین سرائے بلی نے اپنی تاریخ میں پہلی دفعہ شائع کیا۔ اسکے علاوہ تاریخ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت علامہ خاکیؒ سلسلۂ قادریہ میں انہی سے بیعت کی تھی اور تبادلہ حضرت سیّد اسماعیل ثانیؒ نے سلسلۂ عالیہ

★ ایڈیٹر ڈوم ورگِ قاتان، سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri.

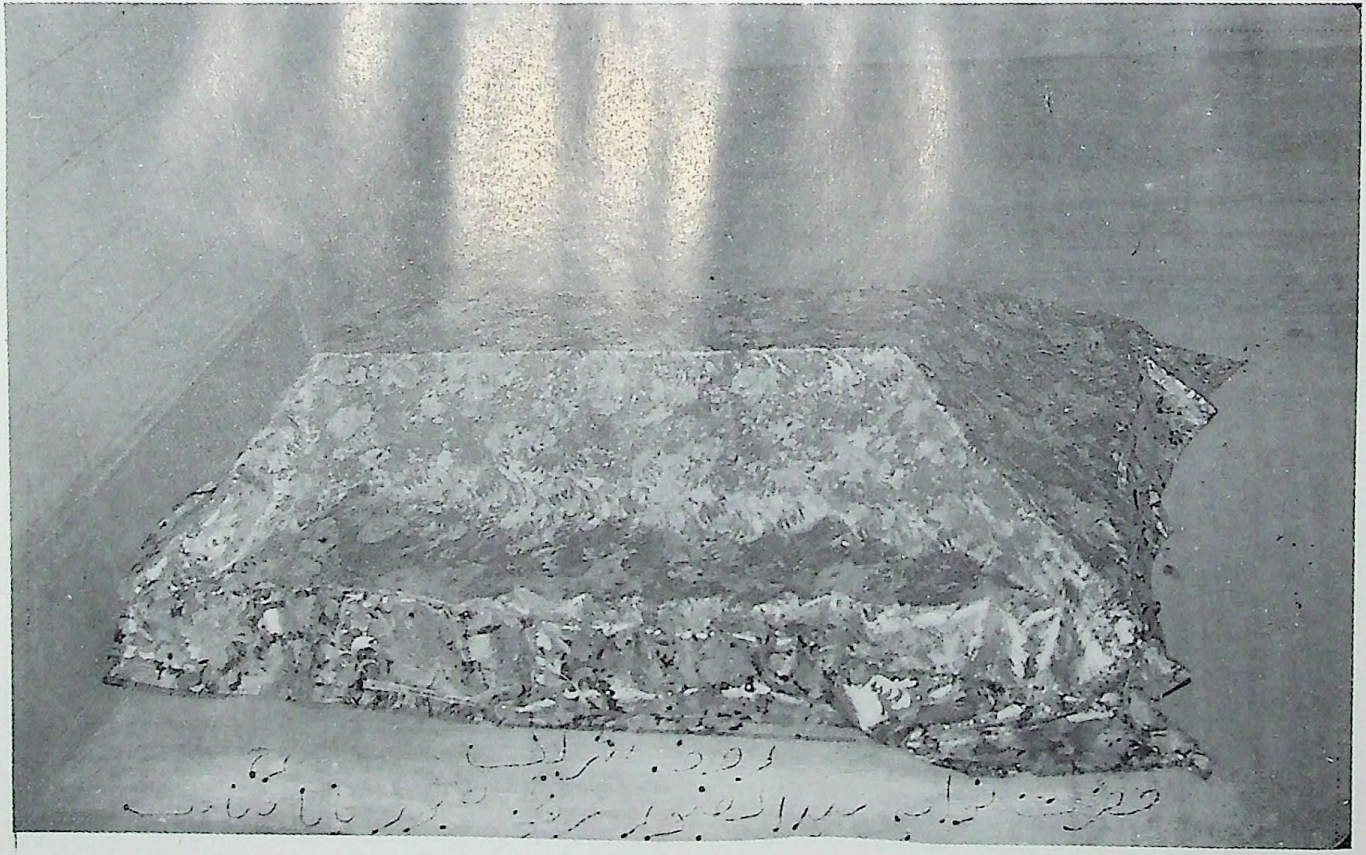

روضۂ شریف حضرت خواجہ عبدالصبور رح

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

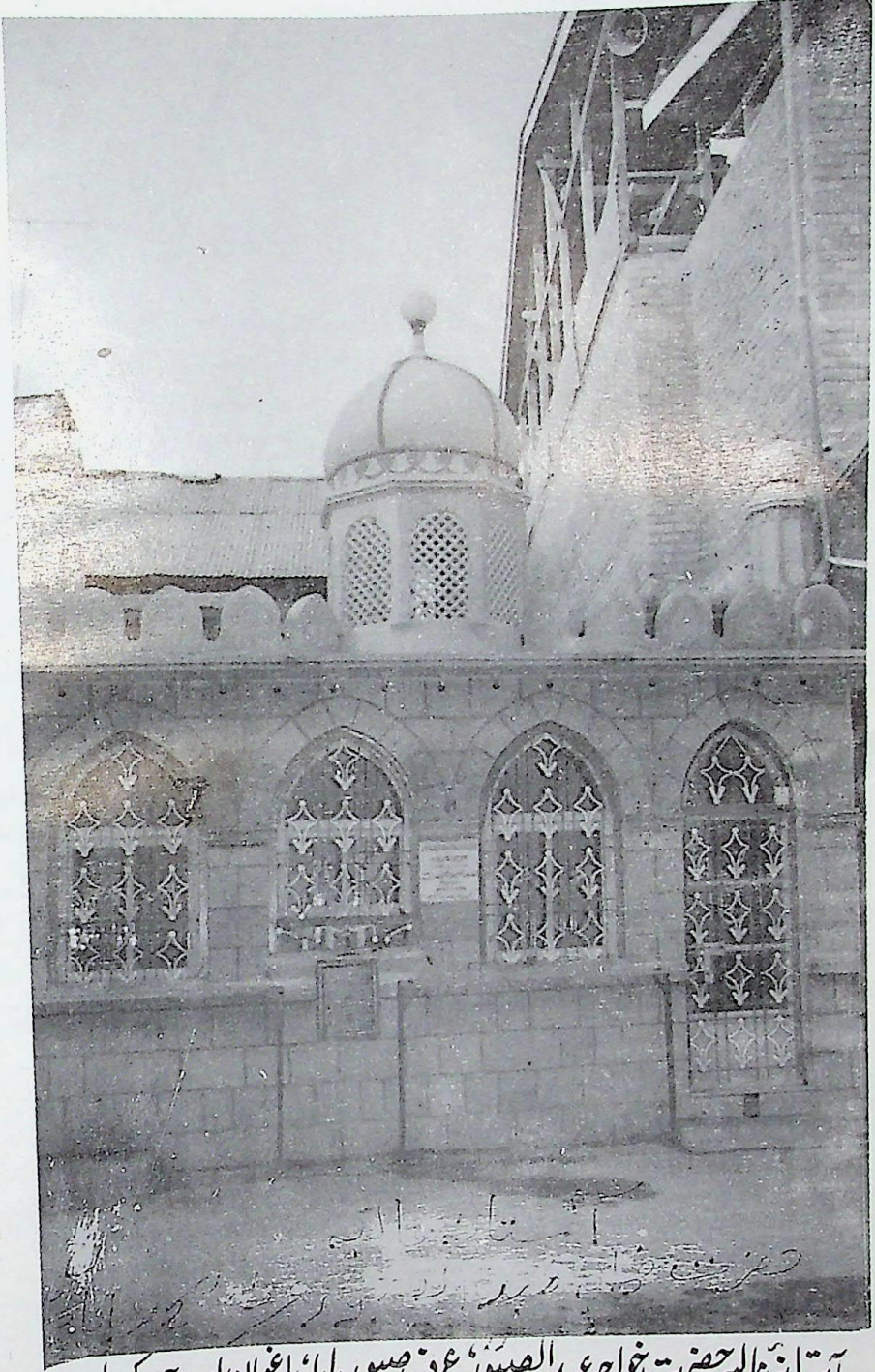

آستانۂ عالیہ حضرت خواجہ عبد الصبور عرف صبور بابا، باغوان پورہ حبہ کدل۔
جو طرزِ تعمیر کے اعتبار سے روایتی آستانوں سے مختلف ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

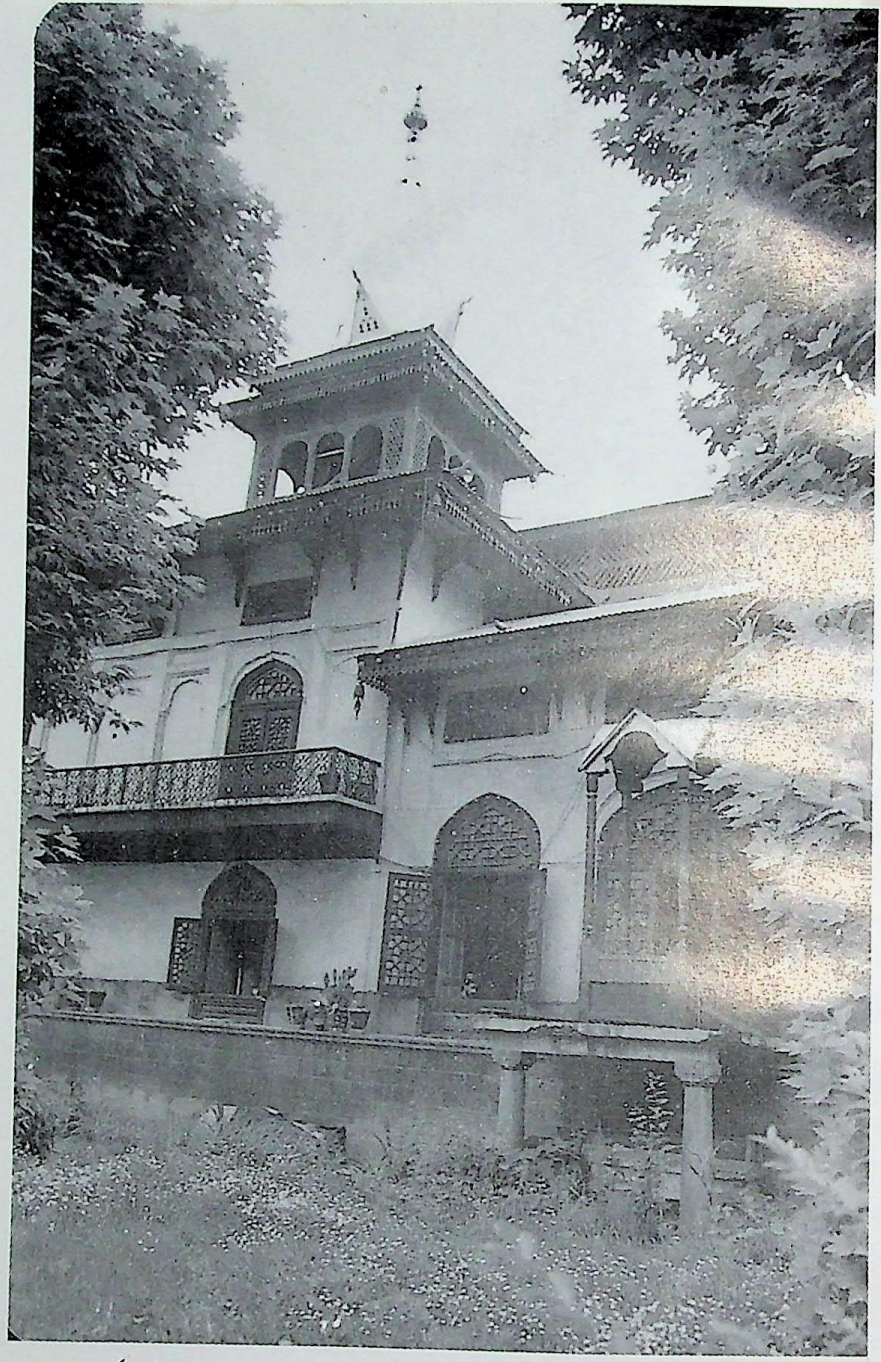

آستانہ عالیہ حضرت خواجہ عبدالرحیم قادریؒ (راحباب صاحبؒ عالی کدل) جو کشمیری طرزِ تعمیر، پنجرہ کاری اور چوب کاری کا ایک نمائندہ نمونہ ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

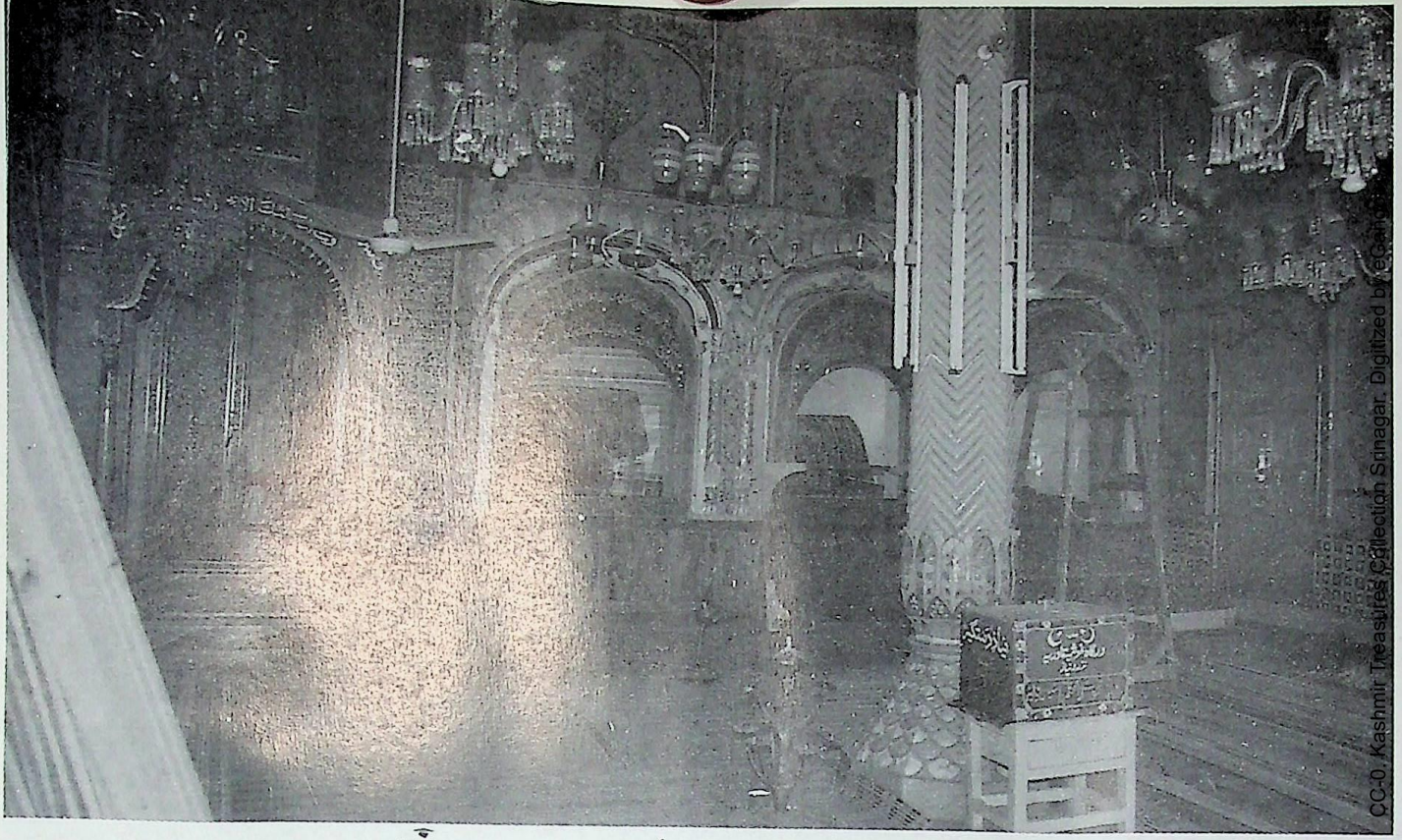

روضۂ شریف حضرت خواجہ عبدالرحیم قادریؒ جسے روایتی کشمیری پیپر ماشی،
چوب کاری اور نقش و نگاری سے آراستہ کیا گیا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سہروردیہ کی خلافت آپ سے حاصل کی تھی۔ حضرت شامی رح کے مفصل حالات مفقود ہیں۔ البتہ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ حضرت سید اسماعیل شامی نے یہاں چند برگزیدہ خلفاء کی تربیت فرمائی جن میں مقتدائے انام حضرت سید میر نازک قادری رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے جو قاضی میر علی بخاری رح شیخ الاسلام دورِ بڈشاہی کے احفاد میں سے تھے۔ حضرت سید میر نازک قادری نیازی کی رحلت کے بعد ان کے بڑے فرزند حضرت سید میر علی قادری علیہ الرحمتہ ان کے خلیفہ اوّل اور جانشین قرار پائے۔ معاصر تذکرہ نگاروں نے حضرت میر علی قادری رح کو حضرت سید میر نازک قادری رح کا خلیفہ اوّل تسلیم کیا ہے لیکن انہیں حضرت میر کا فرزندِ ثالث قرار دیا ہے جب کہ نازکی خاندان کا دعویٰ ہے (مدعیاں میں جناب ڈاکٹر عبدالرشید نازکی صاحب بھی شامل ہیں) کہ آپ حضرت میر نازک رح قادری کے فرزندِ اوّل تھے۔ بہرحال انہی حضرت میر علی قادری کے خلیفہ اعظم جناب حضرت خواجہ عبدالرحیم قادری، جو رحیبا صاحب رح کے نام سے مشہور ہیں، گزرے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب کشمیر کے مشہور تاجر و علمی گھرانہ یعنی مانجو خاندان کے چشم و چراغ تھے جس کے اکثر بزرگوں کے تذکرہ سے تاریخ کے اوراق مزین ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے تکمیل تعلیم کے بعد خدا طلبی کے شوق میں حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ کشمیری رح کے خلیفہ حضرت خواجہ مسعود پانپوری علیہ الرحمتہ کے مرید خاص جناب خواجہ بنگر ریشی کا دامن تھام لیا اور سلسلۂ سلوک کی ابتدائی منزلیں طے کیں۔ بعد میں آپ نے حضرت میر نازک قادری علیہ الرحمتہ کی بیعت کی لیکن خلافت حضرت سید میر علی قادری علیہ الرحمتہ (جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا) سے پائی۔ اسکے علاوہ آپ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ کا فیض دو اہم ترین شخصیات سے بھی پایا جن کے اسمائے گرامی (۱) حضرت علامہ حیدر کشمیری قادری رح جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے شاگرد رشید اور خلیفۂ خاص تھے اور (۲) حضرت سید شاہ ابوالحسن پشاوری قادریؒ

یاد رہے کہ آپ کے برادرِ اصغر حضرت سید شاہ محمد فاضل قادریؒ جو چند واسطوں سے حضرت غوث الاعظمؓ کے جسمی و نسبی احفاد سے ہیں اور آپ کا روضۂ مبارک زیارت درگاہِ غوثیہؒ خانیار شریف سرینگر میں ہے۔

غرض تکمیل سلوک کے بعد آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے جید راہنما تسلیم کئے گئے اور خلقِ خدا کا رجوع آپ کی جانب ہوا۔ اور آپ نے محلہ جمالٹہ کے بالائی علاقہ (متصلِ عالی کدل) میں ہدایت و معرفت کے چراغ روشن کئے۔ بعد میں یہ علاقہ آپ کے نام سے محلہ رحبایا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آج بھی آنجنابؒ کے نام سے معروف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اب لوگ رحباب صاحب کے بجائے "رہ باب صاحب" کہتے ہیں۔

آپ کی بعض صفات کا احاطہ پیر حسن شاہ کھویہامی نے "تاریخ حسن" (حصہ دوم) میں یوں کیا ہے:

"آپ ریاضت کش، نفس کش، پابندِ شریعت، پرہیز گار، متقی، عالی ہمت اور روشن ضمیر و صاف دل بزرگ تھے"۔

سخاوت اور داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ آج بھی لوگ حضرت خواجہ صاحب کو "سخی خواجہ غیور" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

صاحب کشف و کرامات بزرگ ہونے کے باوجود آپ بلند پایہ مبلغ دین تھے مورخ حسن نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

"آپ نیک کاموں کو بجالانے اور برائیوں سے بچنے کے لئے لوگوں کو سمجھاتے بجھاتے رہتے تھے"۔

لیکن اس کے باوجود خاندانی وضعداری بزرگانہ اطوار اور دبدبۂ خود شناسی و خدا شناسی میں آپ اپنی مثال آپ تھے چنانچہ ریاست کے مشہور شاعر اور عالمِ دین پیر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عبد القادر آشم ملارٹی مرحوم نے "قصیدہ وردِ انجم در مدحِ غوث الاعظم رضؓ" میں آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے ؎

ذوالمعالی خواجگی عبد الرحیم مانٹجوؒ
در طریقِ قادری معروف و مُستشہر شدہ است

حضرت سید اسماعیل شامیؒ نے حضرت میر نازک قادی نیازیؒ کو حضرت غوث الاعظم رضؓ کے دو خرقہ مبارک عطا کئے تھے۔ ایک تو موصوف نے اپنے ساتھ مطابق وصیتِ خویش بطور زادِ سفر کفن کے ساتھ اپنے ساتھ رکھا۔ اور دوسرا خرقۂ مبارک، جو دراصل خرقۂ خلافت تھا، حضرت سید میر علی قادریؒ کو عطا فرمایا۔

حضرت سید میر علی قادریؒ نے یہ خرقۂ خلافت حضرت خواجہ عبد الرحیم قادری کو عطا فرمایا جو آج بھی درگاہ غوثیہ رہ باب صاحب عالیکدل میں موجود ہے۔ اور ہر سال اسکی زیارت کرائی جاتی ہے۔

باالآخر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے ۲۲ شوال المکرم ۱۰۹۷ سنہ ھ کو جانِ شیریں جان آفرین کے سپرد کی۔ "شیخ الواصلین" سے سال وفات ظاہر ہے۔
۱۰۹۷ھ

حضرت خواجہ صاحب کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے فرزندِ اکبر اور خلیفۂ خاص جناب حضرت خواجہ عبد الرشید قادری (المتوفی ۲۶ ماہ رجب المرجب ۱۱۳۶ سنہ ھ) آپکے جانشین قرار پائے۔ دیگر خلفا میں حضرت خواجہ عبد الباقی قادری اور حضرت خواجہ حافظ حبیب اللہ صاحب قادری وغیرھم معروف ہیں۔

حضرت خواجہ عبد الرشید قادریؒ کے بعد اُن کے داماد اور خلیفہ اوّل حضرت شیخ بابا ضیا الدین قادریؒ نے اس سجادہ کو آباد کیا۔ ان کے بعد حضرت میر سید نجم الدین منطقی قادری (المتوفی ۱۱۹۵ سنہ ھ مدفن بغداد شریف) اور ان کے فرزند دلبند حضرت میر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سید بہاؤ الدین منطقی قادری (المتوفی ۹ ربیع الاول ۱۲۴۳ سنہ ھ مدفن درگاہِ غوثیہ رض مائی لدر) نے بالترتیب اِس سجادہ قادریت مآب کو رونق بخشی۔ بالآخر حضرت میر سیّد بہاؤ الدین قادری منطقی کے فرزندِ اوّل اور خلیفۂ خاص جناب حضرت سیّد میر حسین قادری منطقی (المتوفی ۲۲ ماہِ ذی الحجہ ۱۳۰۰ سنہ ھ مدفن مکہ معظمہ) نے حضرت خواجہ عبدالرحیم قادری علیہ الرحمتہ نے اس مزارِ مبارک پر عظیم الشان درگاہ تعمیر کی جو درگاہِ غوثیہ رہ یا یا صاحب عالی کدل کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے سادات ہبدی العلی یانار سے بعوضِ زرِ کثیر موئے مبارک حضرت غوث الاعظم رض حاصل کیا اور درگاہ عالیہ میں رکھا۔ دیگر دیگر تبرکات کے ساتھ اس کی زیارت ہر سال عرس مبارک حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رح پر کرائی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ عبدالرحیم قادری علیہ الرحمتہ کے روضۂ مبارک میں ان کے جانشین و فرزند حضرت خواجہ عبدالرشید قادری رح، حضرت میر سیّد بہاؤ الدین منطقی رح اور حضرت علامہ میر سید محمّد قاسم قادری المنطقی رح (المتوفی ۲۲ جمیدالاوّل ۱۳۲۴ سنہ ھ) مدفون ہیں۔

آخر پر حضرت خواجہ عبدالرحیم قادری موصوف کا شجرۂ طریقت ش درج کیا جاتا ہے جو حضرتِ غوث الاعظم رض سے ہوتے ہوتے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے۔ اسے حضرت خواجہ صاحب کے سجادہ آرای قادریت کے سجادہ نشیں حضرت سیّد میر عبداللہ شاہ صاحب قادری المنطقی مرحوم و مغفور (المتوفی ۲۲ ماہ رجب المرجب ۱۳۸۹ سنہ ھ

ش ہاں یہ بات ضبطِ تحریر میں لانا ضروری ہے کہ اس شجرۂ منظوم کی رُو سے حضرت سید اسماعیل شامی رح (بانی سلسلۂ قادریہ کشمیر) کو حضرت غوث الاعظم رض تک دس واسطے ہیں جب کہ نازکی خاندان کے پاس موجود شجرہ کی رُو سے گیارہ واسطے ہیں۔ ایسا کیوں ہے اس بارے میں تحقیق ہونا باقی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی بزرگ کی کُنیّت یا لقب کو مستقل شخصیت نہیں گردانا گیا ہے (و اللہ اعلم بالصواب)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مدفون درگاہِ غوثیہ رضؓ عالی کدل) نے نظم فرمایا ہے۔ سه

الٰہی رحم فرما مصطفٰےؐ کے واسطے — یا رسول اللہؐ کرم کیجئے خدا کے واسطے
بخشدے یارب محمد مصطفٰےؐ کے واسطے — حضرت مولا علی مشکل کشا کے واسطے
حضرت شیخ حسن شیخ حبیب العجمی — حضرت داودِ طائی پارسا کے واسطے
حضرت معروف کرخی حضرت شیخ سری — حضرت شیخ جنید مقتدا کے واسطے
حضرت شیخ ابی بکر و ابی الفضل تمیم — شیخ طرسوسی ابوالفرح باصفا کے واسطے
بوالحسن شیخ علی قرشی ہنکاری بنام — بوسعید شیخ مبارک رہنما کے واسطے
غوث الاعظم شاہ جیلانی شیخ سید محی الدین — عبد قادر پادشاہِ اولیاءؒ کے واسطے
عبدالرزاق و جناب سید ابی نصر بھی — وہ شہاب الدین حبیب کبریا کے واسطے
شیخ شرف یحیٰ سید محمد شمس الدین — احمد و سید علی نورِ ہدیٰ کے واسطے
از پئے سید حسن احمد و عبدالواسط وہ — سید اسماعیل شامی دلربا کے واسطے
میر نازک میر علی عبدالرحیم راہبر — خواجہ عبدالرشید باخدا کے واسطے
شیخ ضیاء الدین و سید نجم الدین قادری — میر بہاء الدین رحمانی مُلا کے واسطے
شیخ دین سید حسین قادری و منطقی — میر قاسم سالک راہِ خدا کے واسطے

عطا کر عمرِ دراز و عفو فرما جرم بھی
بندہ عبداللہ کو اِن سب اولیاءؒ کے واسطے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام رسول جان★

حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ

"جب زندہ لوگوں میں زندگی کے آثار نہ پائے تو مردہ لوگوں کے ساتھ باتیں کیں۔ مردہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنا مجھے اچھا لگا تاکہ کوئی زندہ مجھے بھی یاد کرے۔ میں (مشکواتی) نے بہت سے مردان خدا کی باتیں کہدیں۔ اگر تم بھی مرد خدا ہو تو مردان خدا کو تم بھی یاد کرو۔"ؔ

تین سو سال سے زائد عرصہ گزرنے پر بھی بابا داؤد مشکواتی کی یہ بلیغ بات کثیر الجہت معنی کی حامل ہے۔ زندوں میں انسانیت نہ دیکھکر مُردوں کے ساتھ ہمکلام ہونا اور انہیں موضوعِ سخن بنانا گویا مولانا رومؒ کے اس آفاقی مصرع

از دام و در ملولم وانسانم آرزوست

کے مصداق دکھائی دیتا ہے۔ مشکواتی کے اس نکتے نے راقم کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ اس مردِ نہماں کے متعلق بعض اہم پہلوؤں کو اُبھارا جائے کیونکہ

ؔ مشکواتی، اسرارالابرار، اردو ترجمہ، مطبوعہ ص ۳۰۷

★ ریڈر ڈیپارٹمنٹ آف پرشین کشمیر یونیورسٹی سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

؎ آنکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند آیا بود گوشۂ چشمی نما کنند

اس مقالے میں بابا داؤد مشکواتی کی حیات، آثار و افکار سے متعلق بعض اہم پہلوؤں کی عکاسی کرنا دراصل سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہوگا۔ راقم الحروف نے اس سلسلے میں زیادہ بابا مشکواتی کی مایہ ناز تصنیف اسرار الابرار کو ہی بنیاد بنا کر خارجی شہادتوں کے بجائے داخلی شہادت کو ترجیح دی ہے۔

موصوف کا نام داؤد، بابا[1] اور مشکواتی[2] کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ والد کا نام ملک مسعود تھا۔ دیگر خاندانی افراد میں ملک قاضی ٹھکور، ملک فیروز ٹھکور اور ملک مسعود ٹھکور اُن کے اجداد میں شمار ہوتے ہیں[3]۔ ملک اور غوری خان ٹھکور جیسے خاندانی القاب سے موسوم ہیں[4]۔ بابا داؤد مشکواتی کا تعلق شیخ اور ٹھکور کے

؎۱ مشکواتی نے بابا بلبلؒ کے تذکرے میں بابا کی کیفیت یوں لکھی ہے کہ اس ملک (کشمیر) کے لوگ مرشد و مربی کو بابا کے نام سے پکارتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرار الابرار صہ ۲۷ اردو ترجمہ)

؎۲ کہا جاتا ہے کہ مشکوٰۃ شریف کی ساری حدیثیں ازبر تھیں لہٰذا اس لقب سے اپنے استاد محترم خواجہ حیدر سے مشرف ہوتے ؎ آنکہ مشکوٰۃ خواند از بر بود عمبرترین زمشک ادفر بود

چونکہ مشکوٰۃ جملہ یادش ماند باز مسکواتی استادش خواند

بود اُستادش از کرامت حق خواجہ حیدر علیہ رحمت حق

؎۳ ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرار الابرار، اردو ترجمہ مطبوعہ صہ ۱۴۸

؎۴ ان القاب کی نسبت بابا مشکواتی کا کہنا ہے کہ ان میں سے اکثر بڑے بہادر ہو گزرے ہیں اسی لئے انہیں غوری خان ٹھکور کہتے ہیں۔ ٹھکور قوم کے سردار کو کہتے ہیں۔ یہ ہندوستان میں اُنکا لقب بن گیا اور ملک بادشاہ کے خواص کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اس لقب سے کشمیر میں موسوم ہوتے۔ (اسرار الابرار صہ ۱۴۸)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قبیلے سے تھا۔[1] انکا خاندان غور سے آکر ہندوستان میں آباد ہوا اور اُنکے اجداد جو دہلی کے بادشاہ تھے، میں جلال الدین غوری کا نام سرفہرست ہے جنکا سلسلہ ضحاک بادشاہ سے ملتا ہے۔[2]

مشکواتی نے تاریخ کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے کہ جب فریدون بادشاہ نے ضحاک کو شکست دی تو اُسکی اولادوں میں سے ایک جماعت غور کے پہاڑوں کی طرف آنکلی اور وہاں مضبوط قلعے بنوائے جو فریدون کی زحمت کے باوجود وہاں سے پست پا نہ ہوئے یہاں تک کہ بالآخر فریقین کے مابین صلح وصفائی ہوئی۔[3] چنانچہ اسی سلسلہ کے ایک فرد شبیب یہودی نے، جو ضحاک کی اولادوں میں سے تھے، کے علاوہ اس خاندان کے دیگر افراد نے حضرت علیؑ کے دور خلافت میں اسلام قبول کرلیا اور بعد میں اس قبیلے کے بعض افراد حکومت کے منصب پر فائز ہوئے[4] اور بعض حوادثِ زمانہ کا شکار ہوکر کشمیر کی طرف آنکلے۔[5]

---

[1] ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرارالابرار، ص ۱۴۸۔

[2] مشکواتی نے جلال الدین غوری کا خاندانی شجرہ تاریخ کے حوالے اسطرح لکھا ہے "جلال الدین غوری ابن بہاوالحق بن شمس الدین بن فخرالدین بن مسعود بن عزالدین حسین ابن قطب الدین غوری بن محمد بن عباس بن شبیب" (ملاحظہ ہو اسرارالابرار ص ۱۴۷ مطبوعہ)۔

[3] ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرارالابرار، اردو ترجمہ مطبوعہ ص ۱۴۷

[4] سلاطین غور، بامیان کے بادشاہ اور دہلی کے حکمران اسی سلسلہ کے بادشاہ ہوگزرے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرارالابرار، ص ۱۴۷

[5] ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرارالابرار، اردو ترجمہ ص ۱۴۷۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بابا داؤد مشکواتی کی خاندانی وجاہت نہ صرف دنیوی حکومت و امارت تک ہی محدود ہے بلکہ یہ خاندان اولیاؔ اور دیگر صوفی بزرگوں کے زمرہ میں بھی تخصیص کا حامل ہے ملک مقصود، ملک ابدال، ملک جمشید اور ملک دولت وغیرہ اسی فہرست کے صفِ اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔ ملک اوتر ٹھکور جیسے صاحبِ کشف و کرامات بزرگ اسی قوم کی شہرت کے باعث ہیں۔ اسکے علاوہ ملک حسن اور ملک اسمٰعیل کا شمار بھی صاحبِ کرامات بزرگوں میں ہوتا ہے۔ ملک حسن ہی اس سلسلہ کے وہ فردِ واحد ہیں، جو سب سے پہلے وارد کشمیر ہوئے۔ ملک جلال الدین ٹھکور نے سلطان سکندر شہمیری کے زمانے میں گوجوارہ (سرینگر) کے مقام پر ایک خانقاہ کا قیام عمل میں لایا[1] جو مدتوں تک صاحبان علم و فضل اور راہ گیر صوفی بزرگوں کے لئے مرکز علم و ادب کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔

تذکرہ نویس بابا داؤد مشکواتی کے سالِ تولد اور انکی جائے پیدائش کے بارے میں خاموش ہیں البتہ انکی وفات ۹۷ برس کی عمر میں ۲۷ ربیع الاوّل سال ۱۰۹۷ھ کو بیان کی جاتی ہے[2] اس لحاظ سے انکی ولادت سال ۱۰۰۰ھ میں ہوئی ہوگی۔ اُن کی پرورش، تعلیم و تربیت خاندانی روایت کے بموجب ہوئی۔ چنانچہ اُنکے والد ملک مسعود ٹھوکر مشکواتی کے لڑکپن کے زمانے میں بوڑھے اور نحیف

---

[1] مشکواتی ملک جلال الدین ٹھکور کا مرتبہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُنکی ولایت اور کرامات و مقامات کے اکثر لوگ معتقد ہیں ــــ خاصکر مولانا حسین خبار جو مدّت تک اُنکی حکومت میں خلوت نشین رہے۔ انہوں نے مجھ سے اُنکی ولایت کے حالات بیان کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرار الابرار مطبوعہ ص ۱۴۸ اردو ترجمہ)

[2] پیر غلام حسن "تذکرہ اولیائے کشمیر" مطبوعہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہو چکے تھے[1]۔ البتہ یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی ہے کہ اُنکے والد عمر کے کس سن و سال تک بقید حیات تھے۔ "اسرار الابرار" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشکواتی اصل میں ضلع بارہمولہ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں شہر سرینگر میں محلہ بلدیمر میں رہنے لگے اور اپنی زندگی کے آخر میں کہیں اور جاکر بس گئے اور اس سلسلے میں خود ہی لکھتے ہیں کہ پیر باستان سے مراد شیخ حسین علی ہے وہ بہت ہی نازک طبع اور ذہین تھے۔ جہاں میں آجکل رہتا ہوں وہیں پر بیٹھا کرتے تھے۔[2]

شیخ بابا داؤد مشکواتی نے ظاہری اور باطنی علوم کا اکتساب اپنے وقت کے بلند مرتبہ اساتذہ اور چشمان فیض کے تلمذ میں رہ کر کیا۔ انہوں نے شیخ حسن حاجی کے پاس قرآن شریف پڑھا۔[3] علم حدیث کا فیض مولانا جمال الدین سے اخذ کیا اور اُن سے باضابطہ سند بھی حاصل کرلی۔[4] مولانا جمال الدین کے فرزند قاضی ابو القاسم، جو بہت بڑے عالم تھے، کا حقِ اُستادی مشکواتی پر ہے۔ علاوہ ازیں حافظ شمس نام بھی اُنکے اُستادوں میں شامل تھے۔[6] اپنے وقت کے چوٹی کے عالم اور فاضل مولانا نو-

---

[1] اسکی صراحت ایک واقعہ سے ہوتی ہے جو کہ مشکواتی نے خود ہی اپنے لڑکپن سے متعلق بتایا ہے اور جسکی جانب واضح اشارہ اگلی سطور میں کیا جائے گا۔

[2] مشکواتی، اسرار الابرار اُردو ترجمہ صہ ۳۴۷، صہ ۲۵۴

[3] ملاحظہ ہو مشکواتی، اسرار الابرار اُردو ترجمہ مطبوعہ صہ ۳۴۱

[4] " ایضاً صہ ۳۷۶

[5] " ایضاً صہ ۳۰۴

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حیدر کے تلمذ میں مشکواتی نے علوم کے دیگر شعبوں مثلاً فقہ، حدیث، تفسیر اور علم طب کا کافیضان پایا۔[1] مشکواتی نے اس بات کی تصریح خود ہی کی ہے کہ مولانا خواجہ حیدر کی وفات سے قبل آخری ایام میں، میں اُنکے پاس مطول نام کی کتاب پڑھ رہا تھا۔[2]

مشکواتی پر بچپن ہی سے بعض صوفی بزرگوں اور اولیا کی نظرِ عنایت رہی ہے اور وہ کم عمری میں ہی بعض مردانِ حق آگاہ کے دیدار سے مشرف ہوتے۔ ابو رضا شیخ عبداللہ نے انہیں مرشد بننے کا مژدہ سنایا تھا۔[3] اسکے علاوہ لڑکپن کے زمانے میں ہی میر سید جمال الدین عطائی کے مزار پر گھومتے گھومتے پہنچے۔[4] جہاں وہ بے ہوش ہوئے اور اس عالم میں تین سو اشخاص کی نورانی مجلس کو دیکھا۔ ابدالوں کی اس مجلس کو دیکھکر انکا دل تڑپ اُٹھا تھا اور بقول خود انہی کے دل میں یہ تڑپ موجود رہ گئی۔[5]

اسکے بعد طالب علمی کے زمانے میں شیخ موسیٰ بلدیمری کی خدمت میں اپنا اکثر وقت گزارتے تھے اور اُن سے اپنے ثبات کے لئے دُعا کراتے اور انکی مدد بھی حاصل کرتے تھے۔[6]

---

[1] (ا) خواجہ محمد اعظم، واقعاتِ کشمیر مطبوعہ ص ۱۷۶ (ب) پیر غلام حسن تذکرہ اولیائے کشمیر مطبوعہ ص ۲۸۴

[2] مشکواتی، اسرار الابرار (اردو ترجمہ) مطبوعہ ص ۳۸۳۔ واضح رہے کہ مولانا خواجہ حیدر کی وفات سال ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

[3] ملاحظہ ہو اسرار الابرار (اردو ترجمہ) ص ۳۰۴

[4] مشکواتی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ مجھ پر اُنکی روحانیت کی بڑی شفقتیں ہیں کیونکہ ابتدا میں جو کچھ فیض پایا وہ اُنہی سے پایا (ملاحظہ ہو "اسرار الابرار" ص ۱۷)

[5] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اسرار الابرار" (اردو ترجمہ) ص ۱۷۰-۱۷۱

[6] ملاحظہ ہو اسرار الابرار ص ۳۶۷۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مشکواتی شیخ موسیٰ بلدیمیری کی خانقاہ میں جاتے تھے اور شیخ موسیٰ کو محوِ عبادت دیکھکر اُنکے طرزِ عمل کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔ انہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ موسم گرما میں بعض راتوں میں اُنکی خانقاہ میں جایا کرتے اور انہیں نصف شب سے صبح تک نماز میں مشغول پاتے۔ وہ تہجد کی نماز میں بارہ بار سورہ یٰسین پڑھتے اور میں اٹھتر بار سورۂ اخلاص پڑھنا چھوڑ کر اسی طریقہ پر چلتا رہا پھر مرشدوں کی سنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ دونوں طریقے مجھ سے چھوٹ گئے بلکہ ایک سال نماز تہجد ہی نصیب نہ ہوئی۔ بہتری کوشش کے بعد پھر اُسی پرانی ڈگر پر آگیا۔[1]

بابا داؤد مشکواتی کم عمری میں ہی اپنے مرشد حقیقی ابوالفقرا بابا نصیب الدین غازی کی خدمت حاضر ہوئے۔ جب وہ موضع ملاچی میں اپنے ایک مرید شیخ کنگر ریشی کے گھر میں تشریف فرما تھے[2] تو ابوالفقرا کے دیدار سے مشرف ہوتے اور ازراہِ رافت مشکواتی سے پرسان حال ہوئے۔ اُنکا حسب و نسب پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ شیخ اوتر ٹھکور کے خاندان سے ہیں۔ شیخ والا مرتبت نے اُسی وقت یہ خوشخبری سنادی کہ موصوف کے قبیلے سے اس زمانے میں اس گروہ میں شامل ہونے والے تم ہو۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو اسرار الابرار ص ۳۶۷۔

[2] اس مجلس پُرنور میں بقول مشکواتی کچھ لوگ تلاوت قرآن میں مصروف تھے کچھ اوراد و اذکار اور فکر و مراقبہ کی حالت میں تھے۔ اس باوقار مجلس کا مشاہدہ کرنے سے مشکواتی پر بقول خود اُن کے ایسا خوف و ہراس چھا گیا کہ وہ ہکا بکا رہ گئے (ملاحظہ ہو اسرار الابرار)

[3] گفت چون از اوتر ٹھاکوری — غم مخور کز قبیلہ نوری
ہر زمان از قبیلۂ ایشان — مے برآمد کسے زدر ویشان
این زمان شاید آن تو خواہی بود — عارف ذوالعیال تو خواہد بود
گفت از لطف حق چہ دور بود — نسلے گر از اہلِ نور بود

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اہل اللہ کے گروہ میں شامل ہونے کی خوشخبری پاکر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بقول خود مشکل سفر طے کئے یہاں تک کہ مدارجِ اعلیٰ پر فائز ہوئے۔ شیخ کے حکم سے چلہ کشی پر مامور ہوئے[1] اور تصوف و سلوک کے مراحل و منازل اپنے مرشد کی رہنمائی میں طے کئے اور انکا شمار معتقد خلفاء میں کیا جانے لگا۔

مشکواتی اپنے پیرو مرشد کی وفات، جو ۱۰۴۷ھ میں ہوئی، کے بعد تقریباً پچاس[5] سال زندہ رہے اور اس عرصے میں دیگر مشائخ کی صحبت سے استفیض کیا ایسے مردانِ حق آگاہ میں شیخ محمود[6]، شیخ داؤد[7] اور شیخ طاہر خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا خواجہ طیب بابا، شیخ یوسف ریشی، جناب سہہ ریشی، شیخ کنگی ریشی، شیخ محمد حسن، خواجہ محمد افضل، آخوند ملا شاہ بدخشی، خواجہ خاوند محمود اور شیخ عبدالرشید وغیرہ اُن کے معاصرین اور احباب میں شمار ہوتے ہیں۔

بابا داؤد مشکواتی نے وادی کے طول و عرض میں کشمیر کے بعض صوفی بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور خانقاہوں میں چلہ کشی کی۔ ایسے مقامات میں کولگام، غارِ کیموہ، لول پور، خانقاہ بابا شمس الدین، خانقاہ بہرام خان، خانقاہ حاجی موسیٰ،

---

[1] مشکواتی نے اپنا پہلا چلہ مرشد کے حکم سے اپنے آبائی قصبہ بارہمولہ میں کاٹا اور بقول خود بہرام خان کی خانقاہ میں یہ مقصود کام انجام دیا۔ ملاحظہ ہو اسرار الابرار ص ۲۰۴۔

[5] بابا داؤد مشکواتی کا کہنا ہے کہ میں تقریباً ۲۰ سال اُنکی صحبت میں رہا انہوں نے مجھے دل کی باتوں اور پوشیدہ معاملات سے آگاہ کیا اور مجھے مرید بننے کی اجازت فرمائی (ملاحظہ ہو ص ۳۰۵، اسرار الابرار)

[6] بقول مشکواتی تیس سال تک انکے ساتھ خوش صحبت رہی۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۴۲)

[7] انکی صحبت کو مشکواتی عظیم نعمتوں میں شمار کرتے ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مزار سید حسن و سید حسین منطقی بہیقی، شیوہ، چرار شریف خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔
اس کے علاوہ اپنے مرشد کی معیت میں کرناہ اور تبت کا بھی سفر کیا ہے۔ دہلی کے سفر
میں بارہا میر سید جمال الدین کے مزار پر حاضری دی اور ان سے بڑا فائدہ حاصل کیا۔
خواجہ معین الدین نقشبندی نے مشکواتی کو اپنے چند مریدوں کے ساتھ بادشاہ دہلی
کے پاس بطور وکیل استغاثہ بھیج دیا۔[1]

بابا مشکواتی نے اپنی زندگی تاہل میں نہیں گزاری بلکہ اپنے مرشد کے ایک مرید
شیخ صالح متقی کی بیٹی سے نکاح کیا۔ البتہ اس نکاح سے حاصل شدہ نتائج کے بارے
میں دستیاب وسائل کی روشنی میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

مختصر طور علم تعبیرات کے شناسا، ظاہری اور باطنی علوم کے شناور اور اپنے عہد
کے یہ شگفتہ مزاج، خوش طبع اور ظریف ۹۷ برس کی عمر میں ۲۷ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ
میں انتقال کر گئے اور شہر سرینگر کے ایک نواحی علاقے محلہ گندربورہ (عیدگاہ) میں
انکا مزار محل فیوض و برکات ہے۔[2]

بابا داؤد مشکواتی ایک صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت
کے عالم و فاضل بھی تھے، اپنے پیر و مرشد کیطرح صاحب تصانیف تھے۔ فارسی
زبان کے علاوہ انہیں عربی پر پوری دسترس حاصل تھی اور ان دونوں زبانوں
میں اپنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے بلند پایہ تصانیف بطور یادگار چھوڑی ہیں۔
چنانچہ فارسی زبان میں "اسرار الابرار" کے علاوہ انہوں نے شیخ فریدالدین عطار
کے "منطق الطیر" کے جواب میں "اسرار الاشجار" نام کی کتاب لکھی ہے۔ ریشیوں کے

---

[1] اسرار الابرار ص ۸۳-۳۸۲

[2] پیر غلام حسن، تذکرہ اولیائے کشمیر ص ۲۸۵

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

• — مرصاد العباد صہ ۹۴ • — مجمع مرعبد الدول صہ ۲۲، نفحات الانس صہ ۸۵
• — اوراد شیخ بدر الدین قریشی (صہ ۲۲۱) • — شرح تعرف صہ ۲۳۲، فتویٰ کبریٰ
صہ ۱۳۰ • — تاج الدسامی صہ ۱۳۵ • — تاریخ مولانا حسین صہ ۱۹۹ • — تفسیر
قاضی صہ ۲۵ • — کشف الحقائق تالیف میر سید علی صہ ۲۷۹ • — مصباح الشریف
صہ ۱۳۱ • — خلاصۃ المناقب وصیت نامہ ملا اسمٰعیل زاہد صہ ۱۸-۸۱ • —
تفسیر رموز صہ ۱۹۲ • — احیا الاسلام صہ ۱۹۲ • — تحفۃ السالکین صہ ۳۰۵
• — اسرار الاولیا و برہان الاصفیا صہ ۲۴۲ • — شرف السادات صہ ۲۰۵،
• — سراج الہدایہ صہ ۳۲۶ • — خلاصۃ الحقائق صہ ۲۳ • — تذکرۃ الابرار من
تصنیف شیخ حسین علی صہ ۲۵۳ • — شرح مشکوٰۃ صہ ۳۷۳ • — صواعق محرقہ صہ ۲۷۳
• — شفا از قاضی عیاض صہ ۳۷۳ • — فتوحات مکہ صہ ۲۷۵ • — فصوص الحکم
(صہ ۲۷۵)، ذخیرہ صہ ۳۸۶، محیط صہ ۳۸۶ • — مناجات عبد اللہ انصاری صہ ۳۸۷،
• — کشف المحجوب صہ ۳۸۵ وغیرہ۔

اسرار الابرار کو تصنیف کرنے کے عوامل اور محرکات کی نشاندہی کرتے ہوئے مشکواتی لکھتے ہیں کہ جب روایات کی لہریں متلاطم ہوئیں اور منقولات کی دوڑ میں تیزی آگئی۔ کشمیر جنت نظیر، خدا اسکو تباہی سے محفوظ رکھے، با اثر مشائخ اور بزرگ مشاہیر کی قابل تعریف و قابل حفظ باتوں، دوستانِ خدا کے پسندیدہ حالات اور عارفوں اور سالکوں کے دلپسند اور مفید رموز نے مجھے اُبھارا کہ میں ایک ایسا تذکرہ لکھوں جو عام فہم اور مفید ہو — لیکن عوام کی باتوں پر بھروسہ کر کے نہیں بلکہ جب تک معتبر اور مشہور کتابوں سے ثبوت نہ ملے تب تک تحریر نہ ہو۔[۱]

---

۱ اسرار الابرار صہ ۱۴-۱۵ (اردو ترجمہ)۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طریقہ پر "منہاج الریشیہ" عربی زبان میں انکا شاہکار تصور کیا جاتا ہے[1] "اسرار الاشجار" اور "منہاج الریشیہ" ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ لہذا ہماری گفتگو کا محور زیادہ تر "اسرار الابرار" پر ہی مرتکز ہے۔

مشکواتی نے "اسرار الابرار" کا تانا بانا جن ماخذ سے بُنا ہے اسکی طرف تمہید میں خود ہی وضاحت کی ہے جسکی تفصیل یوں ہے • دستور السالکین شرح قصیدہ ورد المریدین • غلبۂ مجاہدین • ریشی نامہ در حالات حضرت بابا ریشی • تصانیف بابا داؤد خاکیؒ • نور نامہ من تصنیف بابا نصیب الدین غازی • تصانیفِ شیخ یعقوب صرفیؒ، شیخ موسیٰ زہگیر، خواجہ حبیب اللہ (نوشہری) حبیؒ • فارسی اور کشمیری (سنسکرت) زبان میں لکھی گئی تواریخ۔

• سلسلہ جات کی تاریخ • اقوال جناب ابوالفقرا بابا نصیب الدین، مولانا خواجہ ابوطیب، شیخ مجنون، ابومحمد، شیخ علی محمد، مولانا شیخ علی پانپوری و دیگر علمائے معتبر اسکے علاوہ جو دیگر تصانیف ماخذ کے طور پر استعمال ہوئی ہیں اُنکی تفصیل اسطرح ہے • اقلام الاسلام (ص ۴۱)، گلستان سعدی، شرح مصابیح تصانیف در احوال شیخ جلال الدین بخاریؒ • عوارف المعارف۔ مقامات خاکی • رسالۂ اقبالیہ (ص ۷۳)، منازل السائرین (ص ۱۷)۔ منہاج العابدین (ص ۷۹) • رسالۂ قدسیہ من تصنیف خواجہ محمد پارسا (ص ۸۵)، روضتہ الاحباب ص ۹۲

---

[1] مشکواتی شیخ نورالدین ریشیؒ کے کشمیری کلام کا فارسی زبان میں ترجمہ کرنا چاہتے تھے لیکن بقول خود "مجھے وہ حال میسر نہیں ہوا اور اس حال کے بغیر اُسکی مٹھاس ہاتھ نہ آسکی کیونکہ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حال میں فرمایا ہے اور چونکہ مجھے وہ حال نہ تھا اسلئے یہ جسارت نہ کرسکا صرف چند باتوں کا ترجمہ کیا (ملاحظہ ہو ص ۱۰۹)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اسرار الابرار کو تصنیف کرنے میں مشکواتی تسکین قلب پانا چاہتے تھے ورنہ بقول خود "مجھے قلم کی تلاش اور کاغذ کی خراش کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ قلم کا توڑنا اور کاغذ کا پھاڑنا بہتر تھا۔" ؂

؂ "اسرار الابرار" کو تصنیف کرنے اور تسکین قلب پانے کے ضمن میں مشکواتی نے چند وجوہات بتائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ طلب کی ابتدا میں مجھ میں عجیب سی حالت ظاہر ہوگئی اور کچھ بے چینی سی پیدا ہوگئی تھی۔ مجبوراً اپنے آپکو اس کام پر لگا دیا اور اس میں محو و مگن رہکر ایک طرح کی تسکین پاکر اس بحث میں مصروف ہوا۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۶)۔

ایک اور جگہ مشکواتی اپنے مرشد بابا نصیب الدین کے حوالے سے ابو علی دقاق سے پوچھے گئے ایک سوال ــــ "کیا مردان خدا کی باتیں سننا اور انکا تذکرہ کرنا، جبکہ ان پر عمل پیرا نہیں ہوا جاتا ہو، کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے ــــ ؟ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اسمیں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اگر طالب میں جذبہ جستجو ہو تو اسکی ہمت بڑھ جاتی ہے اور جستجو تیز ہو جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب انکی باتیں سنتا اور انکے حالات دیکھ لیتا ہے تو طالب کا غرور ٹوٹ جاتا ہے اور خودسری سے نکل جاتا ہے (ص ۱۶)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے حبیب محمدؐ کو گزشتہ انبیاؑ کے حالات و واقعات سنانے کے ذیل میں انکی دلجوئی اور تسکین قلب کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف کا کہنا ہے بس خلاصۂ انبیاءؑ کو انبیاؑ و رسل کے واقعات صبر و سکون بخشیں تو دوسروں کا بھی اسی پر اندازہ کرنا چاہیئے حالانکہ حضور پُر نورؐ کی ذات والا صفات صبر و شکر اور برگزیدگی و استقلال اور نور و رحمت کا مخزن ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسطرح خطاب ہوا تو دوسروں کا کیا کہنا جو کسی شمار و قطار میں ہی نہیں۔

(ملاحظہ ہو "اسرار الابرار ص ۱۶")

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے ذہن میں "اسرار الابرار" کا نام پہلے ہی سے موجود تھا[1] پھر بھی دل سے مشورہ کرنے اور دوستوں کی استدعا کو مدنظر رکھتے ہوئے انکے لئے اولیاء اللہ کے حالات اور مردانِ راہ حق آگاہ کے کچھ اقوال پر مشتمل "اسرار الابرار" نام کی کتاب تحریر کی اور یہی اسکا موضوع بنا۔[2]

مشکواتی نے اسرار الابرار کو دُرِ بے بہا اور لعل شب چراغ سے مشابہ کرتے ہوئے قاری پر زور دیکر لکھا ہے کہ وہ یہ نہ دیکھے کہ معمولی اور گھٹیا چیزوں سے حاصل ہونے والی قیمتی اشیا کہاں سے آئی ہیں بلکہ وہ ان بے بہا موتیوں کی قدر و قیمت کو جان لے اسطرح سے مصنف نے ان موتیوں کے نور سے فیضیاب ہونے کی دعوت دی ہے۔

موضوع کے اعتبار سے "اسرار الابرار" کشمیر کے بعض صوفی بزرگوں، اولیاء اور ریشیوں کے حالات اور بعض مردانِ راہِ حق کے اقوال پر مشتمل ہے۔ مصنف نے یہ تذکرہ غرۂ محرم سال ۱۰۶۵ھ کو اختتام کو پہنچایا۔ اسکی ابتدا میں ایک مقدمہ لکھا ہے جسمیں حمد و نعت کے بعد "اسرار الابرار" کو لکھنے کے عوامل و وجوہات اور اسکی قدر و قیمت اور اپنی بے بساطی اور عاجزی کا اعتراف کیا ہے اس کے بعد سید میر علی ہمدانیؒ کے تذکرہ سے کتاب کا باضابطہ طور آغاز کیا ہے جسکی وجہ یہ لکھی کہ چونکہ صاحب ولایت و تدبیر، راہ خدا کے سرزاویہ فنا فی اللہ کے گوشہ گیر حضرت امیر کبیر قدس اللہ سرہ سب سے پہلے رونق افروز گلشن کشمیر ہوئے اسلئے تیمناً و تبرکاً انکے ہی تذکرہ خیر سے ابتدا کرنا مناسب سمجھ لیا۔[3] مشکواتی کو اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ میر سید علی ہمدانیؒ کے ذکر خیر اور انکے اوصافِ حمیدہ سے تو مشاہیر علماء و مورخین کے دواوین پُر ہیں۔[4]

---

[1]، [2] مشکواتی، اسرار الابرار ص ۱۵۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

[3]، [4] ملاحظہ ہو اسرار الابرار ص ۱۷۔

"اسرار الابرار" ۱۲۵ صوفی بزرگوں، ریشیوں، صالحات وعابدات کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس میں تقریباً ہر سلسلہ سے تعلق رکھنے والے مشائخ اور ریشیوں کو زیر بحث لایا گیا ہے اور اس کی خوبی اس بات میں مضمر ہے کہ ایک صوفی بزرگ کے حمیدہ اوصاف کا خلاصہ تمہید کے طور پیش کئے گئے اشعار میں کیا گیا ہے یہ روایت تقریباً ہر ایک کے ساتھ دہرائی گئی ہے، ماسوائے چند ایک کے۔

اسرار الابرار میں جہاں مشائخ اور اولیاء کا تذکرہ ملتا ہے وہاں بعض اہم نوعیت کے تاریخی واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کتاب کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے جس میں تذکرہ کے ساتھ ساتھ تاریخ بھی ہے چنانچہ اسکی تقلید کرتے ہوئے بعد کے مورخین نے اس قسم کی کتابیں تصنیف کیں۔ اور یہ کتاب بطور ماخذ اُنکے پیش نظر رہی ہے۔ جن اہم نوعیت کے تاریخی حقائق کو زیر بحث لایا گیا اُن میں خانقاہ معلیٰ کی تعمیر سے پہلے ایک چبوترہ کی تعمیر، جہاں فقط پنج گانہ نماز ادا ہوتی تھی۔ شاہ ہمدانؒ کا کشمیر میں قیام۔ شہمیری سلاطین کا سلسلہ۔ یعقوب شاہ چک کے ہاتھوں قاضی موسیٰ کا قتل اور اکبر کا حملۂ کشمیر۔ علی شاہ چک کے عہد میں قحط سالی اور پھر اسکا انتقال۔ علی شاہ کی بیوی لبنت مال کا تذکرہ۔ شیخ بابا مجنون کا قول نقل کرتے ہوئے غازی شاہ چک کے عہد کا ایک اہم واقعہ کا اندراج، میر نوروز نادچو کے ظلم کی داستان وغیرہ ایسے واقعات ہیں جو کشمیر کی دیگر تواریخ سے نقل ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات کو دہراتے میں مصنف نے اپنی طرف سے کوئی رائے زنی نہیں کی ہے اور ایسے بیانات کے مطالعہ سے مصنف کی مورخانہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ متذکرہ بالا تاریخی واقعات کو بیان کرنے کے علاوہ مصنف کے ایسے تاریخی واقعات نہایت اہمیت کے حامل ہیں جنکے کہ وہ عینی گواہ اور شاہد رہے ہیں۔ ان میں سرینگر کی جامع مسجد میں ایک عجیب الخلقت پرندے کا ظہور اور اسکے تاریخ واقعہ توت وغیرہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سرفہرست ہیں۔ اسکے علاوہ بعض تاریخی مصرعے جو بعض اہم صوفی بزرگوں کی وفات پر کہے گئے ہیں قابل ذکر ہیں جیسے "کنگی بابا در بہشت"، "گدائے شاہ اقلیم ولایت"، "امجد مشائخ بود وغیرہ۔

بابا داؤد مشکواتی کا تعلق سلسلۂ سہروردیہ سے تھا لیکن انہوں نے کشمیر میں بعض اہم دیگر صوفی سلسلوں کے مشائخ اور صوفیوں کے حالات و واقعات کو زیرِ بحث لایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیر میں ریشی سلسلہ کے احیا کا خاص طور سے تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلہ کے بعض اہم ریشیوں کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ "اسرار الابرار" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے جگہ جگہ شریعت و طریقت اور حقیقت کی ترجمانی کی ہے۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی وضاحت نہایت عمدگی کیساتھ کی ہے۔ نیز تصوّف و سلوک کے بنیادی اور اہم مسائل کو زیر بحث لایا ہے جن میں صوفی کی تعریف، طالب صادق، اہمیتِ مرشد، کاملوں کی صحبت، حکم پیر و اطاعت مرشد، ذکر خیر کی سفارش، ولیٔ کامل کی نشانی، کثرت میں وحدت، وحدت الوجود، اقسام مراقبہ، توبہ، توکل و تسلیم، فنا و بقا، مشاہدۂ عالم غیب اور عالم مثال جیسے صوفیانہ مسائل خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اسکے علاوہ تعین اوّل، عقل اوّل، حکم اوّل اور نور اوّل کو ایک ہی معنی میں لیا ہے۔

مشکواتی نے بعض مقامات پر اپنی محققانہ بصیرت اور تنقیدی نکتہ نگاہ کا واضح ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ شیخ نورالدین ریشیؒ کی گفتگو بعض بیانات کی روشنی میں حضرت امیر کبیرؒ کے ساتھ مشہور ہے لیکن اسکے برعکس مشکواتی لکھتے ہیں کہ وہ اصل میں میر سید محمد ہمدانیؒ کے ساتھ ہوئی ہے نہ کہ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کے ساتھ۔[1]

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

[1] مشکواتی، اسرار الابرار ص ۱۱۲۔

چاہِ بابل سے متعلق تاج الدشامی اور تفسیر قاضی کے بیانات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ کشمیر میں ایک جگہ چاہِ بابل کے نام سے مشہور ہے۔ بعض سیاح اور حاجی کہتے ہیں کہ عرب وعجم کے شہروں میں کشمیر صحرائے بابل اور باغ سلیمان کے نام سے موسوم ہے۔[1]

بعض تذکرہ نگاروں کے برعکس مشکواتی نے بعض مقامات پر اپنی رائے قائم کی ہے اس سلسلے میں سید حسین سامانی کے ورودِ کشمیر کے سلسلے میں تاریخ میں درج ہے کہ انہیں میر سید علی ہمدانیؒ نے کشمیر کے حالات معلوم کرنے سے پہلے اپنے پیشرو کے طور پر کشمیر بھیجا تھا۔ لیکن مشکواتی کا کہنا ہے کہ "ہرات اُنکا وطن تھا۔ وہاں جب فساد برپا ہوا تو پہلے ہندوستان اور پھر اپنے اہل وعیال سمیت وارد کشمیر ہوئے"۔[2] مشکواتی نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ میر سید حسین سامانی کے کشمیر پہنچنے سے پہلے یہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی البتہ بزرگوں کے متعلق بڑی عقیدت رکھتے تھے اور خواہشاتِ نفس اور لالچ سے مُبرا تھے۔[3]

خزانۂ جلالیہ کے حوالے سے مریدوں سے اخذ بیعت لینے کے بعد مشکواتی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آج کے توبہ کرنے والے مریدوں سے زیادہ توبہ کے محتاج ہیں مگر توبہ نہیں کرتے اور نا ہی ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ زبان کھوکھلے وعظ کے لئے اور ہاتھ لالچ کے لئے کھول دیتے ہیں جو ظاہر میں کرتے ہیں وہ باطن میں نہیں کرتے۔

"اسرار الابرار" سے عصری آگہی کے علاوہ کشمیر کی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور

---

[1] مشکواتی، اسرار الابرار ص ۲۳۵۔

[2]، [3] مشکواتی، اسرار الابرار ص ۵۵، ص ۵۴۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تمدنی پہلوؤں کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ کشمیر کے ایک مرغوب غذا "شکار شب دیگ" کا رواج یہاں بہت پہلے سے تھا۔ جو مصنف کے زمانے تک قائم و دائم تھا۔ کانگڑی سینکنے اور سنگھاڑے کھانے کی مقبول رسم، کشمیر کا روایتی بھانڈ جشن، قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا اور کسی کے مرنے کے بعد کھانا پکانا، آلات ساز و آواز مثل بانسری شہنائی ڈھول وغیرہ کا بیان ملتا ہے۔ نیز کشمیر میں دستیاب روایتی اشیا مثلاً کاغذ، روشنائی، شال، پارچہ، قلمدان، قلم اور قلم تراش کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

مشکواتی کو اپنے غیر کشمیری ہونے پر فخر رہا ہے اور انہوں نے کشمیریوں کی نسبت بعض حقارت آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ یہاں (کشمیر) کے لوگوں کی بے وقوفی عقلمندوں کے ہاں مشہور ہے (ص ۳۷) اسکے علاوہ ایک خاص فرقے کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

مغل دور میں ایک نیا سبک، سبک ہندی کے نام سے پنپ رہا تھا جو اپنی مشکل پسندی اور مغلق عبارت آرائی کے باعث مشہور ہے۔ "اسرار الابرار" کا سبک، سبک خراسانی اور سبک عراقی کی صدائے بازگشت ہے۔ اسکی عبارت سادہ، رواں اور شیریں ہے۔ گو یہ تذکرہ فارسی نثر میں ہے۔ لیکن اسمیں اشعار کا جا بجا استعمال کیا گیا ہے جو مصنف کے خود تخلیق کردہ ہیں انکے علاوہ دوسروں کے اشعار سے بھی استشہاد کیا گیا ہے۔ عربی آیات اور احادیث سے اپنے بیانات کو تقویت دی ہے۔ "اسرار الابرار" میں بعض بیانات کی تکرار ملتی ہے اور بعض روایات کے بیان میں احتیاط نہیں برتی گئی ہے مثلاً ایک روایت حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے منسوب کر کے یوں لکھی ہے کہ جب آدمی صبح کرتا ہے تو تمام اعضا سویرے ہی زبان کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے زبان ہم تجھے خدا کی قسم دلاتے ہیں کہ سیدھی رہنا کیونکہ اگر تو سیدھی ہے تو ہم بھی سیدھے ہیں اور اگر تو ٹیڑھی ہے تو ہم بھی ٹیڑھے ہیں"۔ اصل میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ بقول جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے۔

افکار۔ سالک جب آخرت کے کاموں سے قریب ہو جاتا ہے تو دنیا کے کاموں سے دور جا پڑتا ہے۔ دنیا اور آخرت مشرق اور مغرب سمجھ لو ایک کی نزدیکی دوسرے کی دوری کا باعث ہے۔

- عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان ایک واسطہ ہے کیونکہ روحوں کا جسموں میں آنا اور جسموں کا روحوں سے ملنا یہی مطلب رکھتا ہے۔
- کاملوں کی صحبت، صحبت باحق جیسی اور انکے اقوال و افعال (ص ۱۶۳) خدائی اقوال و افعال ہیں کیونکہ حق انکے اعضا اور انکی روحانی اور جسمانی قوت بن جاتا ہے۔ (ص ۱۷۳)
- ساز و آلات کے ساتھ گانے کے جواز میں نہ تو علما مجتہدین سے اور نہ ہی صوفیائے کرام سے ہی کوئی ثبوت فراہم ہوا ہے اور جن باتوں کی نسبت انکی طرف کی گئی ہے وہ بہتان اور انتہائی من گھڑت ہیں۔ (ص ۱۷۸)
- مرشد کے لئے تعبیر، تاویل اور حدیث کا علم اشد ضروری ہے کیونکہ راہ خدا میں چلنے والے کو غیب سے جلوے نظر آتے ہیں اور واقعات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہر واقعہ غیب کا اشارہ ہوتا ہے۔ مرید کی کمی اور زیادتی سستی کا ثبوت، دل کی صفائی اور آلودگی کا پتہ، نفس کی اچھی اور بری صفات کی شناخت، دنیوی اور اخروی محبت کی علامت، شیطانی، نشانی اور رحمانی حالت اور دوسرے امور جنکی کوئی حد یا شمار نہیں۔ ابتدا کرنے والے کو ان میں سے کسی بھی چیز کی خبر نہیں ہوتی اور نہ وہ پہچان سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ساری باتیں غیب کے زمانے کی ہیں اور غیب کا زمانہ بھی غیب والے ہی جانتے ہیں (ص ۱۹۳)
- پر خلوص اہل تصوف، مومن کی دعا کی قبولیت کو اسکی کرامت شمار کرتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں اسی لئے اس مومن کو ولی کہتے ہیں جسکی دعائیں قبول ہوتی (ص ۲۳۷)

●۔۔۔ صادق وہ ہوتا ہے جو استقامت برتے ورنہ طلب نہیں بلکہ ہوس ہوتی ہے جب تک مرشد کا فرمان نہ ہو روحانی کام انجام نہیں پاتے (ص ۳۰۷)۔

مطبوعاتِ

جموں و کشمیر کلچرل اکیڈیمی کی مکمل

فہرستِ کتب

ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر طلب فرمائیں

شعبہ مطبوعات، کلچرل اکیڈیمی، لال منڈی
سرینگر، کشمیر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

منشور بانہالی*

صوبہ جموں کے اولیائے کرام

اولیاء کرام اور صوفیاء عظام مقرب الٰہی اور خاصانِ حق میں سے ہوتے ہیں، جن کے قلوب نورِ ایمانی سے منوّر اور غیر متزلزل عزم و استقلال سے سرشار ہوتے ہیں۔ مجاہداتِ نفس، عبادت و ریاضت، شانِ استغنا اور دعوتِ حق انکے منصبِ ولایت کا خاصہ ہوتا ہے۔ اِن حضرات کی نگہِ معرفت ذات پات اور رنگ و نسل کی جکڑبندیوں کو مسترد کرکے انسانی ضمیر کی تطہیر کرتی ہے اور انسانیت کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کی عملی تدریس سے نوازنا چاہتی ہے۔ اولیاءِ کرام کا مشن عالمگیر رہا ہے۔ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اِن حضرات نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، وہ قدم قدم پر ہمارے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس ان کے پاکیزہ اخلاق و اطوار اور روحانی فضیلت سے متاثر ہوکر اِن کے حلقۂ ارادت میں آتے گئے۔ اِن حضرات کے ذریعے ایسے کشف و کرامات بھی ہوتے رہے ہیں جن کو محض عقلی استدلال پر ہی سمجھنا کافی نہیں ہے۔

اولیاءِ کرام نے سفر کی صعوبتوں اور غیر موافقانہ ماحول کی پرواہ نہ کرتے ہوئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

* - بانہال۔ 182146 (جے اینڈ کے)

دور اُفتادہ اور پسماندہ علاقوں تک رسائی حاصل کی اور لوگوں کو شرک و بدعات، توہم پرستی اور تنگ نظری سے نکال کر باہمی اُخوت، رواداری، مساوات اور پاکیزہ و بلند نصب العین کی طرف رہنمائی کرتے رہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا خطّہ ہو جہاں تک اِن حضرات نے روحانی فیوض و برکات کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔

صوبہ جموں ایک پہاڑی خِطّہ ہے۔ اِس خِطّہ ارض کو بھی ریاست کے دوسرے علاقوں کی طرح ہی کئی برگزیدہ روحانی مبلّغین اور مشائخین کی قدم بوسی کا شرف حاصل رہا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ان حضرات کے بارے میں ایک اجمالی تذکرہ پیش کرنے کی ایک حقیر سی کوشش کی گئی ہے، جن کے فیضانِ نظر اور سعیٔ سعید سے یہاں کے عوام کو اخلاقی بصیرت سے روشناس ہونے کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے اور یہاں کے تہذیب و ثقافت نے ایک نیا رُخ اختیار کیا۔

○ حضرت شاہ محمد فریدالدّین بغدادیؒ

صوبہ جموں میں اولیاءِ کرام کا تذکرہ کرتے وقت ہماری نظر سب سے پہلے سلطان العارفین حضرت شاہ محمد فریدالدّینؒ پر جاتی ہے۔ آپ آسمانِ ولایت کے ایک تابندہ ستارے ہیں اور سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے ایک جامع کمالات، روحانی مبلّغ اور داعیٔ دین ہیں۔ اپنی حیاتِ بابرکت کے آخری حصّے میں آپ نے صوبہ جموں کے شمالی حصّے کے دور افتادہ اور دشوار گذار پہاڑی علاقے، جس میں ضلع ڈوڈہ خاص کر کشتواڑ اور اِس کے ملحقہ علاقے شامل ہیں، کو اپنا مرکزِ توجہ بنایا اور یہاں کے ہزاروں لوگوں کو شرک و بدعات اور توہم پرستی سے نکال کر نورِ اسلام سے روشناس فرمایا۔ آپ کی آمد سے قبل بھی اگرچہ اس علاقے میں علماء اور صوفیاء حضرت کے ورودِ مسعود کے اشارے ملتے ہیں لیکن آپ نے باقاعدہ طور پر ایک جماعت آب داعیٔ دین کی حیثیت سے یہاں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے عوام کو اسلامی طرزِ حیات سے متعارف فرمایا اور یہاں کے تہذیبی اور ثقافتی نقشے کو اسلامی فکر و فلسفہ سے آراستہ فرمایا۔ آپ کی آمد اس علاقے کی فکری تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت شاہؒ کی تاریخ ولادت اور کشتواڑ میں آپ کی آمد کے بارے میں تواریخی تذکرے ہمزبان نظر نہیں آتے۔ "کشیر" (KA'SHEER) کے مؤلف ڈاکٹر صوفی غلام محی الدین کے بیان کے مطابق آپ ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور شاہ جہاں کے آخری دورِ حکومت میں سندھ سے آگرہ، پھر دہلی پہنچے اور وہاں سے اپنے چار رفقاء — درویش محمد، شاہ ابدال، سید بہاء الدین سامانی اور یار محمد کے ساتھ ۱۰۷۵ھ مطابق ۱۶۶۴ء میں بعمر ۷۵ سال، کشتواڑ میں تبلیغ دین کیلئے تشریف آور ہوئے۔ جبکہ عشرت کشتواڑی ۱۶۱۵ء کو آپ کا سال ولادت قرار دیتے ہیں۔ حضرت شاہ فرید الدین قادریؒ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید غلام مصطفےٰ ایک عالم باکمال بتائے جاتے ہیں، جو بغداد کے اکابرین میں شمار کئے جاتے تھے۔ خاندانی روایات کے مطابق شاہ صاحب نے بچپن ہی میں کلامِ الٰہی کو حفظ کیا اور سنِ بلوغ کو پہنچنے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تحصیل مکمل کی۔ آپ بغداد سے مدینہ تشریف لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مدینہ منوّرہ میں آپ کو سرکردہ مشائخ اور صوفیاءِ کرام سے گفت و شنید کا موقعہ ملا اور آپ پر روحانی بصیرت کے رموز و اسرار منکشف ہونے لگے۔ مدینہ سے آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے، جہاں پر آپ کی ملاقات شیخ جلال الدین عربی سے ہوئی جو اپنے وقت کے مشہور عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ شیخ موصوف کی نظرِ التفات سے آپ کی روحانی تربیت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ مکہ مکرمہ سے آپ مصر تشریف لے گئے اور مصر کے اس وقت کے مجتہد العصر حضرت شیخ محی الدین قادری المصری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ کو سلسلہ قادریہ پر سختی کے ساتھ کاربند رہنے کی ترغیب دی ، جس کے نتیجے میں آپ اپنی روحانی منازل کو اور بھی زیادہ سرعت کے ساتھ طے کرنے لگے ۔ مصر سے آپ پھر اپنے وطنِ مالوف بغداد تشریف لے گئے ۔ کہا جاتا ہے کہ مصر میں ہی آپ کو ہندوستان کی سرزمین کی طرف جاکر تبلیغِ دین کے لئے رختِ سفر باندھنے کا اشارہ مل چکا تھا ۔ اس طرح سے آپ نے بغداد سے ہندوستان کا رُخ اختیار کیا ۔ آپ اپنی مسافت کے پہلے ہی پڑاؤ پر تھے کہ ایک نوجوان آپ سے متعارف ہوا جو بغداد سے تجارت کی غرض سے سندھ کی طرف آرہا تھا ۔ جب اُس کی ملاقات شاہ صاحبؒ سے ہوگئی اور وہ شاہ صاحب کے مشن کے بارے میں آگاہ ہوا ، تو اس نے اپنا سارا مالِ تجارت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوکر آپ کے ساتھ چل پڑا ۔ آپؒ نے اس نوجوان کا نام درویش محمد رکھا ۔ وہ شاہ صاحب کی خدمت گزاری میں رہا اور اس نے شاہ صاحب کا پہلا خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہوا ۔ بغداد سے آپ سندھ پہنچے ۔ یہاں پر آپ نے ایک جگہ پر ایک سائیں کو دیکھا جو دریا کے کنارے بیٹھا مے نوشی میں مست تھا ۔ جب شاہ صاحبؒ کی نظر اُس پر پڑی تو اسکے دل کی کیفیت ہی بدل گئی اور توبہ کرکے شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگیا ۔ شاہ صاحب نے اس کو ابدال شاہ کے نام سے نوازا اور وہ بھی آپ کے کارواں کیساتھ شاملِ سفر ہوا ۔ اُن کا مقبرہ اب کشتواڑ سے دو میل کے فاصلے پر موضع ڈوگہ میں واقع ہے ۔ سندھ میں مختصر سے قیام کے بعد آپ آگرہ پہنچے اور ایک خدا رسیدہ بزرگ سیّد بہاؤالدین سامانی سے ملاقی ہوئے ۔ وہ بھی آپ کے روحانی جلال سے متاثر ہوکر آپ کے حلقہ ارادت میں آکر شاملِ کارواں ہوگئے ۔ اِن کا مقبرہ کشتواڑ میں خانقاہ شاہ صاحب کے صحن میں واقع ہے ۔ آپ کے چوتھے خلیفہ یار محمد جو پانی پت کے رہنے والے تھے ، آپ کی نظرِ کرم سے فیض یاب ہوکر خدمتِ اسلام کے لئے آمادہ ہوگئے اور آپ کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سرپرستی میں کشتوار تک آپ کے ہمراہ آئے اور وہیں پر مدفون ہیں۔

حضرت شاہ فرید الدّین مُغل بادشاہ، شاہ جہاں کے آخری دورِ حکومت میں دہلی تشریف لائے۔ یہاں پر آپ کو شاہی دربار کی طرف سے کافی احترام کیا گیا اور دہلی میں سکونت کرنے کی پیش کش کی گئی۔ چنانچہ آپ کے پیشِ نظر دور دراز علاقوں تک دینِ اسلام کی روشنی پہنچانے کا مقصد تھا۔ اس لئے وہ دہلی میں مُستقل قیام کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ دہلی میں آپ نے زاہدہ بی بی نام کی ایک نیک سیرت خاتون سے نکاح کیا اور اس کا نام بدل کر شہزادہ بی بی رکھا، جس کے بطن سے آگے چل کر دو فرزندانِ سعید حضرت اسرار الدین اور حضرت انوار الدین تولد ہوئے۔ روضۃ العارفین مملوکہ حضرت صاحبزادہ صاحبان فتح کدل سرینگر میں زاہدہ بی بی کا شجرہ نسب امام ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہوا ظاہر کیا گیا ہے۔

دہلی میں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ براستہ سیالکوٹ جموں پہنچ گئے اور وہاں سے ریاسی اور ارناس کے علاقہ جات سے ہوتے ہوئے ڈینگ ٹبل پہنچ گئے۔ دورانِ سفر آپکے روحانی کمال سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں آتے گئے۔ ڈینگ ٹبل میں شاہ صاحب نے قلیل عرصہ قیام فرمایا۔ یہاں کے ایک رئیس لشکر رائے کی صاحبزادی آپ کے زہد و تقویٰ کو دیکھ کر کافی متاثر ہوگئی اور آپ سے شادی کرلی۔ شاہ صاحب نے اس کا نام روشن دل آرا رکھا اور اپنا ہمرکاب بنایا۔ کہا جاتا ہے کہ لشکر رائے خود بھی مُشرّف بہ اسلام ہوا۔ ڈینگ ٹبل سے آپ براستہ رام بن راجگڑھ کے علاقے سے ہوتے ہوئے ڈوڈہ پہنچ گئے اور ڈوڈہ کے اوپر نگری گاؤں میں ایک خالی جگہ پر قیام فرمایا، جہاں آج بھی آپ کے نام پر ایک زیارت گاہ موجود ہے۔ یہاں پر آپ نے تقریباً دس سال تک قیام فرمایا اور تبلیغ دین کا کام جاری رکھا جس کے نتیجے میں بہت سے غیر مُسلم مُشرّف بہ اسلام ہوئے۔ موضع نگری

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا نمبردار جو غیر مسلم تھا، وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوا اور اُس نے اپنی بیٹی جس کا نام ملاحت تھا، شاہ صاحب کو نکاح میں دینے کی پیش کش کی۔ شاہ صاحب نے نومسلم نمبردار کا نام نور علی رکھا اور مائی ملاحت کو اسلامی شریعت کے مُطابق رشتۂ ازدواج میں قبول کیا۔ ڈوڈہ قصبے کو آپ کے ورودِ مسعود کے حوالے سے فرید آباد کے نام سے بھی یاد کیا جانے لگا اور آج بھی اس نام پر یہاں کئی تعلیمی ادارے اور ادبی تنظیمیں موجود ہیں۔ فرید آباد سے آپ سِدھ وِن کے راستے، ٹھاکرائی کے علاقے سے ہوتے ہوئے کوڑی کے مقام پر پہنچے جہاں دریائے واڑون کے علاقے کو پار کرنا مطلوب تھا۔ لیکن یہاں اس پُل پر متعین راجہ کشتواڑ کے پہرے داروں نے پُل پر گذرنے سے منع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اِس موقع پر شاہ صاحب نے اپنے ہمسفر خُلفاء کو آنکھیں بند کرنے کو کہا اور دوسرے لمحے وہ سب لوگ دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد بھنڈار کوٹ کے مقام پر بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہاں پر شاہ صاحب نے حیرت انگیز طور پر دریا عبور کیا۔ کشف و کرامات کے ان واقعات کا خوب چرچا ہونے لگا۔ بھنڈار کوٹ سے آپ کشتواڑ پہنچے۔ کشتواڑ کو اِن ایام میں بوٹ نگری کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا۔ مرحوم عشرت کے مُطابق آپ ۱۶۶۴ء میں کشتواڑ پہنچے۔ کشتواڑ ان دنوں میں ایک آزاد اور خودمختار ریاست تھی جس کی آبادی تقریباً چار ہزار کے قریب تھی اور راجہ جے سنگھ یہاں کا والیٔ ریاست تھا۔ شاہ صاحب کشتواڑ میں اپنے رُفقاء کے ہمراہ وارد ہوئے تو لوگ آپ کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر اور آپ کے ارشادات کو سُن کر آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں آنے لگے۔ راجہ جے سنگھ خود بھی آپ کے روحانی کمالات کا مُعترف ہو گیا اور اُس نے اپنے محل کے قریب آپ کے لئے ایک رہائش گاہ تعمیر کی جس میں شاہ صاحب نے مُستقل سکونت اختیار کی اور یہ عمارت آج آستانِ بالا یا دربارِ فرید کے نام سے موسوم ہے۔ راجہ جے سنگھ کے انتقال کے بعد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ کا بیٹا کیرت سنگھ ۱۶۸۱ء میں تخت نشین ہوا اور شاہ صاحب کی سعیٔ جمیل کی بدولت حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ صاحب ۱۶۸۷ء میں نومسلم راجہ کے ہمراہ اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں پہنچے تو شہنشاہ نے اُن کی عزت افزائی کی اور کیرت سنگھ کا نام بدل کر سعادت خان رکھا۔

راجہ کے مسلمان بننے کے بعد یہاں کے عوام پر بھی کافی اثر پڑا اور لوگ بڑی تعداد میں دائرۂ اسلام میں آنے لگے اور اس طرح سے کشتواڑ کو تبلیغ دین کے لئے مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ لوگ یہاں کے دور دراز مقامات سے آکر حاضری دینے لگے اور اصلاح و رہبری پانے لگے۔ اس کے علاوہ آپ نے کچھ مبلغین کو بھی یہاں کے دور پار والے علاقوں میں تبلیغ دین کے لئے متعین فرمایا اور اس طرح سے یہاں پر اسلام کا حلقۂ اثر وسیع تر ہونے لگا۔ تبلیغی کام سے قدرے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے خلفاء حضرت شاہ ابدال اور درویش محمد کو دہلی روانہ کیا اور اپنی زوجہ شہزادہ بی بی کو کشتواڑ پہنچانے کا حکم دیا۔ دونوں حضرات نے حکم کی تعمیل کی اور شہزادہ بی بی کو اپنے خاص وارثوں کے ہمراہ کشتواڑ پہنچایا گیا۔

شاہ صاحبؒ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ شہزادہ بی بی کشتواڑ پہنچی تو یہاں پر آپ کے ڈھائی سال کے قیام کے بعد آپ کے بطن سے ایک فرزند سعید پیدا ہوا جس کا نام اسرارالدین رکھا گیا جو شاہ صاحب کے بڑے فرزند تھے۔ حضرت سید اسرارالدین مادرزاد ولی تھے۔ آپ نے بہت ہی کم عمری میں ایسے کشف و کرامات کا اظہار کیا کہ لوگ ان کے روحانی جلال سے بیحد متاثر ہونے لگے اور بہت سارے لوگ اسلام قبول کرنے لگے۔ دیوار کو شیر کے پیچھے دوڑانا۔ مردہ لڑکے کو زندہ کردینا اور کوڑی کے بیمار کو ٹھیک کرنا وغیرہ آپ کی مشہور کرامات میں سے ہیں۔ آپ کی جانب سے قبل از وقت کشف و کرامات

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا ظاہر کرنا، آپ کے والد ماجد حضرت شاہ فریدالدینؒ کو پسند نہ آیا۔ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ وہ صاحبزادے کو اپنے پاس بُلا لے اور ایسا ہی ہوا۔

روایت ہے کہ جب سیّد اسرارالدین نے ایک مردہ لڑکے کو زندہ کیا تو یہ خبر شاہ صاحب تک پہنچ گئی۔ آپ کو یہ بات ناگوار گذری اور اس کو شریعت کی حدود میں تجاوز کے مترادف سمجھا۔ آپ نے سیّد اسرارالدینؒ کو اپنے پاس بُلایا اور آپ کے سامنے ایک پانی کا پیالہ رکھ کر آپ کو یہ پانی پینے کا حکم دیا۔ آپ نے پانی پینے سے اِنکار کیا۔ لیکن جب شاہ صاحب نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ یہ آپ کے والد کا حکم ہے۔ تب حضرت اسرارالدینؒ نے حکم کی عدولی نہ کرتے ہوئے پیالہ ہاتھ میں اٹھالیا اور پانی پی لیا اور اسی کے ساتھ ایک چادر مُنہ پر ڈھانپ کر واصل بحق ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ ۱۸ برس تھی۔ آپ کا روضہ شریف چوگان میدان کے ایک کنارے پر ہے جہاں پر ہر سال کتک کی ۲۵ تاریخ کو آپ کی یاد میں ایک شاندار عرس منایا جاتا ہے۔ اور ضلع ڈوڈہ میں یہ دن سرکاری تعطیل کا دن ہوتا ہے۔

حضرت اسرارالدین کی رحلت کے ڈھائی سال بعد مائی ملاحت کے بطن سے سیّد اخیارالدین تولد ہوتے۔ آپ بارہ ۱۲ سال تک کشتواڑ میں ابوالقاسم نامی عالم دین کی تربیت میں رہے اور پھر کشمیر روانہ ہو گئے۔ دریں اثنا شاہ صاحب کا تیسرا فرزند شہزادہ بی بی کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام سیّد انوارالدین رکھا گیا۔ لیکن یہ گلِ نودمیدہ اڑھائی سال کے بعد ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔

حضرت سیّد اخیارالدین نے جب کشمیر میں اپنے چھوٹے بھائی کی رحلت کی خبر سُنی تو آپ کشمیر سے کشتواڑ چلے آئے اور یہاں پر کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد اپنے والد کے ارشاد کے مطابق بٹالہ جاکر سیّد عبدالدین کی تربیت میں رہے۔ وہاں سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ سیدھے چل کر مکّہ شریف پہنچے اور فریضہ حج ادا کیا۔ کافی عرصہ تک بلادِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت کے بعد پھر اپنے والد کی خدمت میں کشتواڑ پہنچے۔ شاہ صاحب نے آپ کو مزید روحانی تربیت سے نوازا اور اپنا خلیفہ اوّل بننے کا شرف بخشا۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ نے تقریباً چالیس سال تک تبلیغ دین کا کام کیا۔ آپ کی فعّال شخصیّت کی بدولت ہی ضلع ڈوڈہ کے دور دراز علاقوں تک اسلام کی روشنی پہنچ گئی۔ کشتواڑ سے آپ پھر کشمیر چلے گئے اور سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہؒ کے آستانے پر سات سال تک مقیم رہنے کے بعد پینسٹھ برس کی عمر میں وہیں واصل بحق ہو گئے۔ روایت ہے کہ راجہ کیرت سنگھ کو آپ کی رحلت کے بارے میں کچھ اشارے ملے اور یہ بھی حکم ہوا کہ آپ کے جسدِ پاک کو کشتواڑ پہنچایا جائے۔ راجہ نے اپنے اہلِ کار کشمیر روانہ کئے اور وہاں پر حضرت اخیار الدین کے مُرید خان شاہ کی مدد سے آپ کے جسدِ مبارک کو کشمیر سے کشتواڑ پہنچایا گیا اور آپ کی والدہ مائی ملاحت کے مشورہ کے مطابق آپ کو خانقاہ فریدیہ کی بیرونی بیٹھک گاہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ کا عُرس ہر سال سات پھاگن کو منایا جاتا ہے۔

حضرت شاہ فرید الدین بغدادیؒ کی ذاتِ بابرکت کے ساتھ کئی ایک کرامات وابستہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار جب کشتواڑ میں پے در پے بھونچال آنے لگے راجہ پریشان ہوا اور آخر کار شاہ صاحب کی خدمت میں حاظر ہوا۔ شاہ صاحب نے دُعا فرمائی اور اس کے بعد بھونچال آنے بند ہو گئے۔ اِسی طرح سے یہ کہ ایک بار آپ نے ایک نابینا شخص کی آنکھوں پر اپنا دستِ شفقت پھیر لیا اور اُس کی آنکھوں میں بصارت پھر سے لوٹ آئی۔ آپ کے کئی اقوال مشہور ہیں۔ مثلاً یہ کہ:

• "سچے طالب کو مردانہ وار محبّت کے کوچے میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

• — "شیخ وہ ہے جو شریعت کے لباس سے ملتبس ہو اور اس کا باطن طریقت کے انوار سے پیراستہ ہو۔"

حضرت شاہ ۱۱۵۷ھ بعمر اکیاسی (۸۱) سال واصل بحق ہوئے۔ کئی مؤرخین نے ۱۷۳۶ء اور ۱۷۱۰ء کو آپ کا سالِ وصال ظاہر کیا ہے۔ آپ کا مرقدِ پُر انوار کشتواڑ کے مرکز میں واقع ہے جسے آستانِ بالا یا دربارِ فریدیہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ کے روضۂ مبارک کے قریب ہی پہلو میں آپ کے چھوٹے فرزند سیّد انوار الدین مدفون ہیں۔ مقبرہ کے باہر کے کمرے میں حضرت اخیار الدینؒ کا روضہ پاک ہے، جن کے جسد کو کشمیر سے یہاں منتقل کیا گیا تھا۔ حضرت شاہ کے تین (۳) احباب درویش محمد، یار محمد اور سیّد بہاؤالدین سامانی بھی دربار فریدیہ کے صحن میں مدفون ہیں، جبکہ چوتھے ساتھی شاہ ابدال موضع ڈوگہ میں سُپردِ خاک ہیں۔

خانقاہ فریدیہ میں حضرت شاہؒ کے کچھ تبرکات محفوظ ہیں۔ ان میں شاہ صاحب کا عمامہ، ایک عصا، کچھ ملبوسات، ایک مُہر، کچھ کُلاہ اور ایک شمشیر شامل ہے۔ یہاں پر ہر سال ۷، ہاڑ کو آپ کی یاد میں ایک عُرس منایا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر ان تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے، جن کو دیکھ کر حضرت شاہؒ کی سادہ زندگی، بلند خیالی اور شجاعت کے بارے میں اشارے ملتے ہیں۔ اِس عُرس میں بلا لحاظ مذہب و ملت یہاں کے اطراف و اکناف سے آکر آپ کے عقیدتمند شرکت کرتے ہیں، آپ کے تئیں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

○ حضرت سیّد اسرار الدینؒ

حضرت سیّد اسرار الدین بہت ہی کم عمر لیکن پُر جلال اور صاحبِ کمال ولیِ خدا گذرے ہیں۔ بچپن سے ہی آپ نے حیرت انگیز کشف و کرامات کا مظاہرہ کر کے اپنی روحانی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عظمت کا اعتراف کروایا۔ مشائخ کشمیر میں آپ کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت اسرار الدین ۱۶۷۷ء کے قریب کشتواڑ میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سلطان العارفین حضرت سیّد فرید الدین بغدادیؒ جو خود بھی صاحبِ کشف و کرامات تھے، بغداد کے رہنے والے تھے اور تبلیغِ دین کی خاطر بغداد سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اپنی عمر کے آخری حصّے میں حضرت شاہ نے کشتواڑ کو اپنا مسکن بنایا اور یہاں کے پورے علاقے کو اسلامی تعلیمات سے روشناس فرمایا۔ اِسی دوران آپ کی نیک سیرت بیوی شہزادہ بی بی کے بطن سے حضرت اسرار الدّین ولیؒ پیدا ہوئے۔ شہزادہ بی بی جن کو شاہ صاحب کی پہلی بیوی ہونے کا شرف حاصل تھا، حضرت اسرار الدّین کی ولادت سے ڈھائی سال پہلے دہلی سے کشتواڑ منتقل ہوگئی تھیں۔ حضرت اسرار الدین کے والدِ ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں کا سلسلہ نسب قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے، جو دنیا کے اولوالعزم اولیاء کرام میں شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت سیّد اسرار الدّین پیدائشی طور پر منصبِ ولایت پر سرفراز تھے۔ آپ نے بچپن ہی سے غیر معمولی کشف و کمالات کا مظاہرہ کیا جسکے بارے میں یہاں طرح طرح کی روایات موجود ہیں۔ یار محمد نے آپ کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

"ایک صاحبزادہ پیدا ہوا اور پیدا ہوتے ہی باتیں کرنے لگا۔ ہلال کی طرح اس کا نور اور حسن و جمال بڑھنے لگا۔ کشف و کرامات ظاہر ہونے لگے۔ مُردوں کو زندہ کرتے اور دیوار کو چلاتے۔ مُستقبل کی خبریں دیتے۔ اِس شہزادہ کا نام اسرار الدین رکھا تھا۔"

آپ کے کشف و کمالات کو دیکھ کر یہاں کے مسلمان اور ہندو لوگ دونوں آپ کی شان جلالی کے معترف ہوگئے اور آپ کے سامنے کسی طرح کی گُستاخی کرنے سے گریز کرنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لگے۔ بہت سے غیر مسلم بھی آپ کو دیکھ کر دامنِ اسلام میں آ گئے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک بار ایک سادھو حضرت شاہ فریدالدّین کے پاس کسی بات پر مناظرہ کرنے کے لئے شیر پر سوار ہو کر چلا گیا اور آپ کو اپنی روحانیت سے مرعوب کرنا چاہا۔ حضرت اسرارالدّین کو اس بات کا علم ہو گیا تو انہوں نے شیر سوار سادھو کا تعاقب کرنا چاہا۔ لیکن آپ کے پاس سواری کا انتظام نہ تھا' آپ ایک دیوار پر سوار ہو گئے اور دیوار کو شیر کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ دیوار چلنے لگی اور شیر کو جا لیا۔ حضرت اسرار کئی ایسے واقعات کا پیشگی ذکر کرتے تھے جو دوسرے ہی دن واقع ہو جاتے تھے۔ اسطرح سے لوگ آپ کی ہر بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا کرتے تھے۔ آپ کے کشف و کمال کا راز اس وقت بالکل فاش ہو گیا جب آپ نے ایک ہندو لڑکے کو مرنے کے بعد زندہ کیا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کشتواڑ کے چوگان میدان میں ایک ہندو لڑکے کے ساتھ "ہالہ"[1] کھیل رہے تھے۔ آپ کا مقابل (ہندو لڑکا) بازی ہار بیٹھا۔ چونکہ شام ہو چکی تھی اس لئے کھیل دوسرے دن پر اٹھا رکھا گیا۔ اچانک ہی رات کو وہ ہندو لڑکا انتقال کر گیا۔ دوسرے دن جب اس کی ارتھی کو چوگان میدان کے بیچ سے اٹھا کر شمشان کی طرف لیا جا رہا تھا تو حضرت اسرارالدّین میدان میں نمودار ہوئے اور ارتھی کو نیچے زمین پر رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ لوگ آپ کی عارفانہ مستی سے باخبر تھے اور آپ کی بات کو ٹالنا نہیں چاہتے تھے' اس لئے ارتھی کو زمین پر رکھا گیا۔ اتنے میں آپ نے ہندو لڑکے کے کان میں آواز دی۔

"اٹھو! ہاری ہوئی بازی پوری کرو۔"

چنانچہ وہ یک لخت اُٹھ کھڑا ہوا گویا وہ نیند سے بیدار ہو گیا اور شاہ صاحب کے ساتھ پھر سے کھیلنے لگا۔ اپنی بازی پوری کرنے کے بعد وہ پھر سے ابدی نیند سو گیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

[1] ہالہ "پولو" سے ملتے جلتے ایک کھیل کو کہتے ہیں' جو کشتواڑ میں کھیلا جا رہا ہے۔

لوگ اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے والد حضرت شاہ صاحبؒ تک یہ خبر پہنچی، آپ کافی رنجیدہ خاطر ہو گئے اور حضرت اسرار الدّین کی جانب سے قبل از وقت ایسی کرامات کا اظہار کرنا پسند نہیں فرمایا اور اس امر کو شریعت کے حدود میں تجاوز کرنے کے مترادف سمجھا۔ آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائی کہ اسرار الدین اب زیادہ دیر تک دنیا میں نہ رہیں اور ایسا ہی ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت اسرار الدین کو اپنے پاس بلایا اور پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ آپ کے سامنے رکھ کر آپ کو یہ پانی پینے کا حکم دیا۔ حضرت اسرار الدّین اس رمز کو سمجھ گئے۔ انہوں نے پانی پینے سے ہچکچاہٹ کی۔ تب شاہ صاحب نے دوبارہ یہ کہہ کر اصرار کیا کہ یہ آپ کے والد کا حکم ہے۔ پانی پی لیجئے۔ حضرت اسرار الدّین نے حکم بجالاتے ہوئے پانی کا پیالہ ہاتھ میں اٹھا کر پی لیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے چادر اوڑھ لی اور اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اِس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ آپ کا سالِ وصال ۲۵ اکتوبر ۱۵۹۷ء بتایا جاتا ہے۔ نجم الدّین نے آپ کی تاریخِ ارتحال ۲۵ شعبان ۱۰۰۷ھ قرار دی ہے۔

آپ کا روضۂ مبارک، کشتواڑ کے چٹیل اور سرسبز و کشادہ میدان کے ایک کنارے پر ہے جہاں پر آپ کا آستانہ عالیہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس زیارت گاہ کو "بوہ نہ استان" (آستانِ پائیں) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جو آستانِ بالا کے عین مقابل ہے۔ کشتواڑ کے لوگ اس زیارت گاہ کا بہت احترام کرتے ہیں اور اسے بہت متبرک مانتے ہیں اور ان میں ہندو مسلمان دونوں فرقوں کے لوگ شامل ہیں۔ ۲۵ کتک کو ہر سال اِس زیارت گاہ پر آپ کی شانِ عقیدت میں ایک شاندار عرس منایا جاتا ہے، جس میں ریاست اور بیرونِ ریاست سے بھی عقیدتمند آکر آپ کے تئیں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی دعائیں مانگتے ہیں۔

○ حضرت غلام شاہ بادشاہؒ

حضرت غلام علی شاہ المعروف حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ، ایک عارف باللہ ولیٔ کامل گذرے ہیں۔ آپ بارہویں صدی ہجری میں صوبہ جموں کے شمال مغربی علاقے میں ایک برگزیدہ روحانی شخصیّت کی حیثیت سے چھائے رہے اور لوگوں کو رُشد و ہدایات سے روشناس فرماتے رہے۔ آپ کا روضۂ مبارک قصبہ تھنہ منڈی سے تقریباً آٹھ کلومیٹر دور شاہدرہ کی خوبصورت پہاڑیوں کی آغوش میں ہے، جو ضلع راجوری کے صدر مقام سے تقریباً اٹھائیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ درگاہ بہت ہی متبرک مانی جاتی ہے۔ آپ کی روحانی اور دینی خدمات کے اثر و نفوذ کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آج بھی ہر سال تقریباً بیس لاکھ کے قریب عقیدتمند اس درگاہِ عالیہ پر حاضری دیتے ہیں اور روحانی سکون پاتے ہیں۔

یہ امر باعث تعجّب ہے کہ اس جلیلُ المرتبہ ولی خدا اور داعیٔ دین کے بارے میں یہاں کے تذکرہ نگار مجموعی طور پر لب بستہ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے بارے میں معلومات کا بیشتر مواد سینہ بہ سینہ چلی آئی روایات کی صورت میں ہی ابھی تک موجود ہے۔ راقم الحروف کو گذشتہ سال اس درگاہِ عالیہ پر حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا اور یہاں کے متعلقین درگاہ سے آپ کی حیاتِ بابرکت کے بارے میں کچھ معلومات فراہم ہوگئیں۔

بتایا جاتا ہے کہ حضرت غلام شاہ بادشاہؒ ۱۱۵۶ھ میں ضلع راولپنڈی (پاکستان) کے سعید کیرواں تحصیل گوجر خان کے علاقے میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام ادریس شاہ اور والدہ کا نام غلام فاطمہ بتایا جاتا ہے۔ آپ کے والد سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحبِ کرامت بزرگ تھے جن کا مزار راولپنڈی میں ہی ہے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ کے دادا سیّد ایّاز اور آپ کے جدِ امجد کا نام امام موسیٰ کاظمؒ بتایا جاتا ہے جن کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ سے ملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تربیت اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد قرآن کریم کا درس حضرت مُلا مصری سے حاصل کیا اور آگے چل کر امام بری شاہ لطیف کی صحبت میں رہ کر روحانی مدارج طے کر لئے۔ آپ مادر زاد ولی تھے اور عہد طفولیت سے ہی آپ سے کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد نے آپ کو بکریوں کی رکھوالی کے لئے بھیجدیا۔ آپ کہیں سو گئے اور اتنی دیر میں بکریاں ایک کسان کے کھیت میں گھُس گئیں اور فصل کا صفایا کر دیا۔ جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو بکریوں کو کھیتوں سے ڈھونڈ کر لائے اور گھر پہنچا دیا۔ اتنی دیر میں کھیت کا مالک آپ کے والد کے پاس پہنچا اور نقصان رسانی کا معاوضہ مانگنے لگا۔ جب بابا غلام شاہ سے نقصان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ کسان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بکریوں نے بالکل کوئی نقصان نہیں کیا ہے۔ کافی لے دے کے بعد کسان نے آپ کے والد کو موقعہ ملاحظہ کرنے کیلئے کھیت پر پہنچا دیا۔ لیکن جب وہ کھیت میں پہنچ کر دیکھنے لگے تو فصل پوری کی پوری کھڑی تھی۔ کِسان یہ دیکھ کر شرمندہ ہوا اور معافی مانگنے لگا۔ اس واقعہ سے بابا غلام شاہ کی روحانی طاقت کی بڑی مقبولیت ہوگئی۔ روایت ہے کہ اس واقعہ کے انکشاف کے بعد آپ کے والد یا مُرشد نے آپ کو سعید کیرواں سے "سینہ درہ" کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی اور عازمِ سفر ہوئے۔ لیکن آپ "سینہ درہ" کے محل وقوع سے ناواقف تھے۔ البتہ آپ کے مُرشد نے آپ کو اس مقام کے بارے میں کچھ نشانیاں بتا دیں۔ آپ کیرواں سے نور پور تشریف لے گئے۔ وہاں پر دو سال تک قیام کرنے کے بعد بانڈی چیچاں پہنچے اور وہاں پر پانچ سال تک سکونت پذیر رہے۔ اس کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بعد بانڈیاں تشریف لے گئے۔ وہاں پر دو سال تک قیام کرنے کے بعد منزل کی تلاش میں "سینہ درہ" پونچھ پہنچ گئے اور یہاں پر ایک سال تک یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ اس کے بعد ڈنڈک (پونچھ) اور وہاں سے کالا بن چلے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ کالا بن میں آپ بارہ سال تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ پھر ڈیریاں (پونچھ) اور یہاں سے سینی سُرن کوٹ پہنچے، جہاں دس سال تک قیام کیا۔ سُرن کوٹ سے نکل کر آپ درایہ اور چتر گلی سے ہوتے ہوئے موجودہ شاہدرہ شریف (تھنہ منڈی) پہنچے جہاں پر آپ کو وہ تمام نشانیاں نظر آنے لگیں، جن کے بارے میں آپ کو ابتداء ہی میں اشارہ مل چکا تھا۔ شاہدرہ کی پہاڑیوں میں گھنے جنگل موجود تھے۔ آپ نے درخت کٹوا کر ایک جگہ صاف کروائی اور یہیں پر مقیم ہو گئے۔ کئی لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ نے چالیس سال تک چلّہ کشی کی اور اس دوران عورت کا چہرہ تک نہیں دیکھا۔ شاہدرہ شریف پہنچ کر آپ ہمہ تن مصروف ریاضت رہے اور اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ و نصیحت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔ لوگ آپ کے ایثار و عمل کو دیکھ کر آپ کے گرویدہ ہونے لگے۔ وہ آپ کی خدمت میں آکر اصلاح پانے لگے۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ کی فوج کا ایک سپاہی جس کا نام گلابو تھا، آپ کا بہت معتقد تھا۔ جب وہ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے اس کو یہ بشارت دی کہ "گلابو! جا تو راجہ بنے گا"۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد رنجیت سنگھ نے کشمیر پر حملہ کیا اور وہاں کا ظالم راجہ آگر خان شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ آخر کار آگر خان گلابو کے ہاتھوں گرفتار ہوا، جس کے نتیجے میں راجہ نے خوش ہو کر گلابو کو سپہ سالار کے عہدے پر فائز کر دیا۔ اس کے بعد جب انگریزوں نے کشمیر کا علاقہ رنجیت سنگھ سے لیکر معاہدہ امرتسر کے تحت فروخت کیا تو یہ علاقہ گلابو نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہی خریدا، جو مہاراجہ گلاب سنگھ کے نام سے والئ ریاست بن گیا۔ حکومت کے ملتے ہی مہاراجہ گلاب سنگھ نے شاہدرہ کا نواحی علاقہ حضرت غلام شاہ بادشاہ کو بطور جاگیر نذر کیا۔

آپ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہو جاتا، آپ اس کو صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور بُغض وحسد سے باز رہنے کی تلقین کرتے۔ آپ کے فیضانِ تعلیم سے لوگ دینِ اسلام کے شیدائی ہونے لگے۔ روایت ہے کہ شاہدرہ سے پہلے جب آپ سرن کوٹ میں مقیم تھے تو یہاں پر ایک جوگی جادوگر رہا کرتا تھا، جس نے لوگوں میں یہ واہمہ ڈال دیا تھا کہ اُس کی دعا سے علاقے میں بارش ہو جاتی ہے اور فصلوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ اس بات کے لئے زمینداروں سے محصول بھی لیا کرتا تھا۔ حضرت بابا غلام شاہ کو یہ پتہ چلا تو آپ نے لوگوں کا یہ وہم بارش کے لئے دعا مانگ کر دور کیا۔ جب خوب بارش ہوئی تو ظاہر ہے کہ فصل بھی اچھی ہوئی۔ اس طرح جادوگر کا مکر وفریب ٹوٹ گیا اور وہ بیمار ہو گیا۔ تب اُس نے شاہ صاحب سے معافی مانگی اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بار پونچھ کے راجہ رستم رائے نے آپ کے ایک مُرید کسی غلط فہمی کی بنا پر قتل کروایا۔ شاہ صاحب کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو بہت برہم ہو گئے اور حالتِ جلال میں کہنے لگے کہ

"میں پونچھ کو ڈبو دوں گا۔"

دریں اثنا ایک زبردست اور طویل زلزلہ آگیا اور پونچھ کا علاقہ لرز کے رہ گیا۔ مُریدوں نے منّت سماجت کی اور زلزلہ تھم گیا۔

حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ ۱۲۲۶ھ میں واصل بحق ہوئے اور اپنے مسکن شاہدرہ شریف میں مدفون ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے اپنی حیات ہی کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دوران ایک ملتانی معمار سے جو خواب میں بابا شاہ کا اشارہ پاکر ملتان سے یہاں آیا تھا، مقبرہ تعمیر کروایا تھا۔ آپ کا مقبرہ شاہدرہ کی پرفضا پہاڑیوں کی آغوش میں ہے قریب ہی ایک پہاڑی نالہ بہتا ہے۔ مزار شریف کے عقب میں ایک مسجد شریف ہے، جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ادا ہوتی ہے۔ دائیں جانب مہمان خانے بنے ہوتے ہیں، جو زائرین کے طعام و قیام کے لئے وقف ہیں۔ سڑک سے اوپر زیارت شریف تک جانے کے لئے سنگ مرمر کی ایک پختہ سڑک تعمیر کی گئی ہے، جس کے درمیان سے نہر نکالی گئی ہے مزار شریف سے پہلے ایک میدان اور اس کے آگے ایک ہال بنا ہوا ہے۔ میدان کے تھوڑا دائیں جانب گودام ہے، جہاں لنگر کا اناج وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت بابا بادشاہ یہاں پر چلّہ کشی کرتے رہے۔ احاطہ درگاہ میں ایک سدا بہار درخت ہے، جس میں بارہ ۱۲ ماہ پھل لگے رہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس درخت کا بوٹا شاہ صاحب اپنے ہمراہ لائے تھے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کے لنگر خانے میں ایک گیلی لکڑی جل رہی تھی جس کا دھواں آپ کو ستا رہا تھا۔ آپ نے اسے چولہے سے نکال کر زمین میں پیوست کیا اور اور سدا بہار رہنے کا حکم دیا۔ تب سے یہ لکڑی سدا بہار درخت میں تبدیل ہوگئی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس درخت کے پھل کھانے سے بے اولاد صاحبِ اولاد بن جاتے ہیں۔

اس زیارت شریف پر لنگر خانے کا ایک فیاضانہ انتظام ہے جو شاید ہی یہاں ریاست کی کسی درگاہ میں ہو۔ یہ لنگر خانہ رات دن جاری رہتا ہے۔ عام ایّام میں لنگر خانے میں چار ہزار کے قریب مہمان ہوتے ہیں اور خاص موقعوں پر دس سے بارہ ۱۲ ہزار تک مہمان لنگر خانے سے کھانا کھاتے ہیں۔ لنگر خانے میں متعین ملازم بہت ہی خوش اخلاقی کے ساتھ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ اس زیارت گاہ پر سال بھر عقیدت مندوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ زیارت شریف کے اردگرد ہر وقت عقیدت مند لوگ درود، دعا اور ایصالِ ثواب کی دعائیں مانگتے ہیں اور اپنا ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں ملک کے اطراف واکناف سے عقیدتمند یہاں آکر روحانی اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ حضرت غلام شاہ بادشاہؒ کی دینی خدمات پر مزید تحقیق و جستجو کی ضرورت ہے جس کی ابھی تک بہت کمی رہی ہے۔

○ حضرت قُطبِ عالم المعروف پیر مٹھاؒ

حضرت قطب عالمؒ پندرہویں صدی عیسوی میں ایران سے آئے ہوئے ایک صاحبِ کرامت ولیٔ خدا بتائے جاتے ہیں جو عُرفِ عام میں پیر مٹھا کے لقب سے جانتے ہیں۔ آپ جموں شہر میں آخری عمر تک مقیم رہے۔ یہاں پر آپ نے اپنے ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ پیدا کیا اور اُن کو مائل بہ اسلام کیا۔ آپ کے بارے میں دو طرح کی روایات مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اپنے مُریدوں سے زیادہ تر شکر اور گُڑ قبول کرنا پسند کرتے تھے اور دوسرے یہ کہ آپ بہت خوش خلق اور شیریں بیان تھے جس کی بنا پر آپ کو پیر مٹھا کے لقب سے نوازا گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ جس محلہ میں سکونت پذیر رہے وہ اب بھی "محلہ پیر مٹھا" کے نام سے ہی مشہور ہے۔ یہاں کے تاریخی مواخذ حضرت قطب عالمؒ کی ولادت اور ابتدائی زندگی کے بارے میں زیادہ تر خاموش نظر آتے ہیں۔ لیکن کئی تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ایران کے شہر سبزوار سے تعلق رکھتے تھے اور پیر سبزواری کے نام سے بھی بسا اوقات یاد کئے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سبزوار سے آپ لاہور پہنچے اور وہاں کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد ۱۴۶۲ء میں جموں تشریف لائے۔ لاہور میں آپ کے ایک اور بھائی تھے جو فتح علی لاہوری کے نام سے مشہور ہوئے اور لاہور میں آپ کے مُریدوں کا ایک بڑا حلقہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت قطب عالم جموں تشریف لائے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تو آپ کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور آپ نے یہیں پر مستقل طور پر قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ یہاں پر آپ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے روحانی کمال کی بنا پر لوگوں میں شہرت پا گئے۔ آپ کے بھائی فتح علی لاہوری نے لاہور سے آکر آپ کو واپس لے جانا چاہا۔ لیکن آپ جموں میں ہی مقیم رہنے پر بضد رہے۔ آخر کار دونوں کے درمیان ایک فیصلہ طے پایا کہ ایک شطرنج کی بازی کھیلی جائے اور جو بھی بازی جیت جائے گا، اس کی مرضی حاوی رہے گی۔ کہا جاتا ہے کہ بازی قطب عالم کے ہاتھ رہی۔ اس لئے آپ کے بھائی کو بھی جموں میں ہی رہنے کے لئے رضامند ہونا پڑا۔ بلکہ خاندان کے جو دوسرے لوگ لاہور میں تھے، اُن کو بھی جموں ہی لایا گیا۔

روایت ہے کہ آپ کے قیام کے دوران جموں کے راجہ عجائب دیو کی بیوی کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہوگئی اور اس کے پینے کے لئے بہشتیوں (آب رسانوں) کے ذریعے پیر کھوہ کے کنویں سے پانی منگوایا جاتا تھا۔ یہ کنواں محل سے دور کچھ فاصلے پر تھا اور بہشتیوں کو پانی لیکر پیر مٹھا کی جھونپڑی کے سامنے سے گذرنا پڑتا تھا۔ پیر بابا کو بھی راجہ کی بیماری کا علم ہوگیا۔ جب ایک بہشتی کنویں سے پانی کا گھڑا لاکر بابا کے سامنے سے گزرا تو بابا نے اُس کے پانی کے گھڑے کو ہاتھ سے چھولیا۔ بہشتی چھوت چھات کا قائل تھا۔ اُس نے پانی جھٹ پھینک دیا اور دوسرا گھڑا بھر کر لایا۔ بابا نے اس کو بھی چھولیا۔ کئی بار ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر کار بہشتی نے تنگ آکر بابا کا چھوا ہوا پانی ہی محل میں پہنچا دیا۔ راجہ کی بیوی نے یہ پانی پی لیا اور چند دنوں کے بعد ٹھیک ہوگئی۔ راجہ عجائب دیو اپنی بیوی کی تندرستی پر حیران ہوگیا۔ بہشتی نے پورا واقعہ سُنایا۔ راجہ نے محسوس کیا کہ یہ بابا کی ہی کرامت کا نتیجہ ہے کہ اُس کی بیوی تندرست ہوگئی اور وہ آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہوگیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہا جاتا ہے کہ بابا کی روحانی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں آکر اسلام قبول کرنے لگے۔ خاص کر یہاں کے بہشتیوں کا پورا خاندان بابا کا عقیدت مند ہو کر دامنِ اسلام میں آگیا۔ یہاں کے ہندوؤں میں غلط فہمیاں ہونے لگیں اور انہوں نے یہ بات راجہ تک پہنچائی۔ راجہ نے مشہور یوگی سِدھ غریب ناتھ کو بابا کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے کہا تاکہ وہ اپنے مشن کا پرچار نہ کر سکے۔ پیر مٹھا کو اس بات کا علم ہوا تو وہ خود ہی غریب ناتھ کے پاس گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی روحانی قوّت اور مقصدِ فکر کے بارے میں آگاہی حاصل کی، دونوں ایکدوسرے کا احترام کرنے لگے اور ایکدوسرے کے دوست ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار سدھ غریب ناتھ نے بابا کو دعوت دی۔ بابا وہاں پہنچے تو سدھ غریب ناتھ نے آپ کے بیٹھنے کے لئے شیر کی ایک کھال بچھادی۔ جونہی بابا اس پر بیٹھے تو سدھ غریب نے اپنی روحانی شکتی سے شیر کو زندہ کھڑا کر دیا تاکہ بابا ڈر جائیں۔ لیکن بابا بھی کچھ کم نہ تھے۔ آپ نے اپنی روحانی قوّت سے شیر کو گھوڑے کی طرح قابو کر لیا اور اس پر سوار رہے۔ بعد میں دونوں ایک دوسرے کی روحانی قوّت کے معترف ہو گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار لوگوں نے سِدھ غریب ناتھ کو ہوا میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔ بابا کے مُریدوں نے یہ بات بابا تک پہنچائی اور سِدھ غریب کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ بابا نے سُنتے ہی اپنا کھڑاؤں ہوا میں اُچھالا اور وہ بھی پرندے کی طرح ہوا میں اُڑنے لگا۔

حضرت قطب عالم پیر مٹھاؒ کا سال وصال ۱۴۷۶ء بتایا جاتا ہے۔ آپ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا مزار شریف جموں شہر کے ایک کونے پر واقع ہے۔ وہیں آپ کے بڑے بھائی فتح علی بھی مدفون ہیں۔ محرّم کے ایّام میں آپ کے مزار پر خصوصی تقریب منائی جاتی ہے۔ دسؔ محرّم کو یہاں سے علم نکالے جاتے ہیں جو کربلا تک جاتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں۔ آپ کے عقیدتمندوں میں صرف اہلِ تشیعہ ہی نہیں بلکہ سُنّی بھی ہیں۔

○ پیر بابا بڈھن علی شاہؒ

جموں شہر سے دس کلومیٹر دور، ستواری کے مقام پر ہوائی اڈّے کے احاطہ کے اندر پیر بڈھن علی شاہؒ کے نام کا ایک مزار شریف موجود ہے، جس کو پیرانِ پیر فرید وحید عماد الملک حضرت بابا بڈھن علی شاہ کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ مقامی لوگ اس زیارت کو بہت مُتبرک مانتے ہیں۔ یہ زیارت "پیر بابا" کے نام سے بھی معروف ہے۔

پیر بابا بڈھن علی شاہؒ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں یہاں کے تاریخی تذکروں میں محض اشاراتی حوالوں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں معلومات کا بیشتر مواد لوک روایات کی صورت میں ہی موجود ہے۔

آپ کا اصلی نام شمس الدّین بتایا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ آپ نے پانچ سو سال کی عمر پائی تھی، مگر آپ نے جو زمانہ پایا اس میں اتنی طویل عمر کے لوگ نہیں رہے ہیں۔ اسلئے اصحاب رائے اس بات سے متفق نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ طویل العُمری کی بناء پر ہی آپ کو "بڈھن شاہ" کے لقب سے نوازا گیا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ کی بھوؤں کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب آپ کسی سے بات کرتے تو اپنے ہاتھ سے اُنہیں اوپر اُٹھایا کرتے۔ اس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے بہت لمبی عمر پائی ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ لاہور شہر سے تقریباً چھیالیس ۴۶ کلومیٹر دور تلونڈی کے مقام پر پیدا ہوئے تھے جو سکھ مذہب کے بانی گورو نانک دیو جی کا بھی جائے پیدائش ہے اور یہ جگہ اب ننکانہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ گورو نانک دیو جی آپ کے ہم عصر بتائے جاتے ہیں اور آپ کے اور ان کے درمیان گہرے روابط اور مراسم کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

جموں میں آپ کی آمد اور مزار شریف کے بارے میں جو روایات مذکور ہیں ان میں خاصا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اختلاف پایا جاتا ہے۔ کئی اصحاب کا کہنا ہے کہ آپ پندرہویں صدی عیسوی میں جموں آئے ۔ جبکہ کچھ صاحب الرائے گیارہویں صدی کو ہی جموں میں آپ کی آمد کا زمانہ قرار دیتے ہیں

آپ بہت ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ بکریاں پالنا آپ کا شغل تھا اور آپ صرف بکری کا دُودھ پیتے تھے اور ساری عمر سبزی خورر ہے۔ آپ کے کشف وکمالات میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ اپنی بکریوں کو کُھلا چھوڑ دیتے تھے اور شیر اُن کی رکھوالی کا کام کیا کرتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک بار گورو نانک جی پیر بابا سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ پیر بابا نے گورو نانک جی سے فرمایا کہ ہمارے شیر بکریاں چرانے گئے ہیں، کہیں واپس آکر آپ کو اذیت نہ پہنچائیں۔ گورو نانک جی نے جواب دیا کہ جب شیر آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تو ہمارے ساتھ بھی نہیں کریں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیر جنگل سے بکریوں کے ہمراہ آگیا اور گورو نانک جی کے آگے جُھک گیا۔ پیر بابا نے حکم دیا کہ بکریوں کا دودھ گورو مہاراج کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ بکریوں سے دودھ دوہ کر ایک کورے برتن میں گورو جی کو پیش کیا گیا۔ گورو نانک نے دودھ نہیں پیا بلکہ یہ وعدہ دیا کہ وہ چھٹی پادشاہی میں یہ دودھ پئیں گے اور تب تک یہ دودھ اپنے پاس بطور امانت رکھنے کے لئے کہہ دیا۔ پیر بابا نے کہا کہ یہ لمبا وقفہ ہے اور اگر میں اتنی دیر تک جیا بھی تو آپ کی اس وقت کیا نشانی ہوگی۔ گورو جی نے جواب دیا کہ میں آپ کا دایاں انگوٹھا پکڑ لوں گا۔ روایت ہے کہ چھٹی پادشاہی میں شری ہرگوبند سنگھ جی بابا کی خدمت میں پہنچے اور اپنی امانت طلب کی۔ بابا نے ثبوت طلب کیا تو گورو جی نے آپ کا انگوٹھا پکڑ لیا اور وعدہ یاد دلایا۔ اس وقت پیر بابا کافی بوڑھے ہو چکے تھے آپ نے گورو جی کو اصلی روپ میں آنے کو کہا تو گورو جی اصلی روپ میں آئے اور دودھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا وہ پیالہ نوش کیا، جو ابھی تک تر و تازہ تھا۔ اس روایت پر یقین کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے، اِس سے قطع نظر یہ بات اِس سے ضرور اخذ ہوتی ہے کہ پیر بابا نے کافی لمبی عمر پائی تھی اور گورو نانک جی کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات رہے ہیں۔ خواجہ عبدالغنی گونی کا کہنا ہے

"پیر بڈھن بابا علی شاہؒ عرب کے اُن اوّلین مبلّغین میں سے تھے
جو براعظم ہندوستان سب سے پہلے تبلیغ کے لئے تشریف لائے۔ آپ
بچپن ہی سے مذہبی، متقی، پرہیز گار اور بلند کردار کے مالک تھے۔ وغیر وغیرہ"

یہ تذکرہ اُنہوں نے میسور میں واقع بابا بڈھن کی پہاڑیوں اور تاریخ دکن کے حوالے سے قلمبند کیا ہے، جس سے پیر بابا کے بارے میں مصدقہ معلومات اخذ کرنے میں قدرے رہنمائی کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ حوالہ فی الحال من وعن تسلیم کرنا کافی نہیں ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پیر بابا کا اصل مزار کرت پور میں واقع ہے، جہاں آپ کے مقبرے کے نزدیک ہی شیر اور بکری کی قبریں بھی ہیں، جنہیں بابا کے ارشاد کے مطابق وہاں دفن کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں آپ کے مُرید کرت پور سے آپ کے مزار کی مٹی جموں لائے اور ستواری کے مقام پر اس مٹی کو دفن کر کے پیر بابا کے نام کا مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ ایک ایسے ولیٔ خدا کے بارے میں مفصّل حالات کی جانکاری کا نہ ہونا دراصل ہماری تحقیق کی سُست کوشی کا نتیجہ ہے، جس کے بارے میں سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ محض روایات کا سہارا لینا ہی کافی نہیں ہے۔

ستواری میں آپ کی یہ زیارت گاہ پہلے کچی مٹی سے بنائی گئی تھی اور بعد میں اسے پختہ کیا گیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کے اوپر کئی بار چھت ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن چھت ہر بار گرتی رہی، جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ آپ نے اپنے مقبرہ کے اوپر چھت ڈالنا قبول نہ کیا۔ آپ کی اس زیارت گاہ کے اوپر سے جب جہاز پرواز کرتے ہیں تو ایک طرف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیارت کے عین اوپر سے پرواز کرنا خلاف ادب خیال کرتے ہیں۔ یہ بھی عقیدہ رہا ہے کہ جو جہاز اس درگاہ کے سیدھے اوپر سے گزر جاتا ہے اُس کو کسی نہ کسی خرابی کا سامنا ہو جاتا ہے۔ چند برس پہلے جب ہوائی اڈے کے رن وے کو بنایا جا رہا تھا تو اس کی زد میں زیارت کا ایک کونہ بھی آ گیا۔ لیکن بعد میں لوگوں نے احتجاج کیا اور اس حصّے کو چھوڑ دیا گیا۔

اسوج کے پہلے ہفتہ میں اس بزرگ کی یاد میں ہر سال یہاں ایک عُرس منایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یہاں کے ہندو بھی اِس عُرس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی سال کے سال یہاں عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہتا ہے خاص کر جمعرات کو۔ آپ کے عقیدت مندوں میں ہندو مسلمان ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی شامل ہیں۔

○ حضرت پیر روشن ولی شاہؒ

جموں شہر کے گُمٹ گیٹ کے آخری کونے پر حضرت پیر روشن ولی شاہؒ کے نام کا ایک مزار شریف موجود ہے جس کو زیارت گاہ روشن ولی شاہؒ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مستطیل نما کا یہ مقبرہ ایک چبوترے پر بنایا گیا ہے جو کافی لمبا ہے۔ اس کے سرہانے کی جانب چھوٹے چھوٹے چراغ دان بنے ہوئے ہیں، جن میں تقریباً ہر رات کو چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔ مقبرہ بغیر کسی چھت کے ہے جس کے اردگرد ایک دیوار کا احاطہ تعمیر کیا گیا ہے۔ بائیں جانب ایک چھوٹی سی مسجد شریف ہے اور احاطہ کے باہر کچھ زمین بوس قبور بھی ہیں، جن کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔

حضرت پیر روشن شاہ ولیؒ کا ذکر یہاں کے بیشتر تواریخی تذکروں میں پایا جاتا ہے جن میں گلاب نامہ راج درشنی اور ڈوگر دیش جیسی تالیفات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ عربی اور فارسی مخطوطات میں بھی آپ کے حوالے ملتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام جلال الدّین جمال

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نُورانی بتایا جاتا ہے۔ لیکن آپ اصلی نام کے بجائے پیر روشن شاہ ولیؒ کے نام سے مشہور ہیں اور آج بھی اسی نام سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کو پیر نوگزی (یعنی نوگز لمبا) کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ نام آپ کے مزار کی غیر معمولی لمبائی کے پیشِ نظر دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے چار بھائی تھے اور آپ سبھوں میں سب سے زیادہ دراز قد تھے۔

مندرجہ بالا تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت پیر روشن ولی کئی سو سال قبل جموں میں راجہ سرپلا دھر کے دورِ حکومت میں تشریف لائے۔ آپ نے راجہ سرپلا دھر کی خدمت میں ایک عربی نسل کا گھوڑا پیش کیا اور راجہ کو عرب اور دیگر ممالک میں اشاعتِ اسلام کے بارے میں بتا دیا اور یہ بھی یقین دلایا کہ مسلم فاتحین کے ذریعے جموں پر حملہ نہیں ہوگا۔ راجہ آپ کی گفتگو سن کر خوش ہوا اور آپ کو جموں میں قیام کرنے کے لئے اجازت دی اور سہولیات بھی فراہم کر دیں۔ اس کے علاوہ آپ کا پیش کیا ہوا گھوڑا بھی قبول کر لیا۔

کئی محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ مکہ معظمہ سے تشریف لائے تھے اور ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے تھے اور آپ کو صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور آپ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ[۱۲] مریدوں کے سلسلے سے تعلق رکھتے تھے جبکہ ڈاکٹر ظہرہ خاتون کا خیال ہے کہ آپ ۱۲۴۳ء میں جموں تشریف لائے ہیں۔ ان کا خیال اس قیاس پر مبنی ہے کہ محمد بن قاسم کے فتح سندھ سے پہلے مسلمان مبلّغوں یا صوفیاء نے ہندوستان کا رُخ نہیں کیا تھا۔ مندرجہ بالا نظریات میں پائے جانے والے اختلاف کے پیشِ نظر کوئی حتمی رائے تو قائم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اگر آپ کے یہاں سرپلا دھر کے دورِ حکومت میں تشریف آوری کو صحیح مان لیا جائے تو پھر آپ کی یہاں آمد کا زمانہ ساتویں صدی خلاف قیاس نہیں ہو سکتا۔

یہاں کے لوگوں کو اس بزرگ دین کے ساتھ والہانہ عقیدت ہے۔ روایت ہے کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ نے راجہ سرپلادھر سے یہ کہا تھا کہ مشکل کے وقت آپ یا آپ کے جانشین مزار پر چراغ جلایا کریں تو وہ مشکل حل ہو جایا کرے گی۔ یہ عقیدہ ابھی تک بدستور ہے۔ لوگ ہر جمعرات کو یہاں پر چراغاں کرتے ہیں جس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی شامل ہیں۔ آپ کے وصال سے متعلق روایت بھی خاصی دلچسپ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ گمٹ کے مقام پر پہنچ کر لیٹ گئے اور اپنے جسم کے اوپر ایک چادر اوڑھ لی۔ جب آپ کے معتقدین نے دیکھا کہ آپ کافی عرصہ سے حرکت نہیں کر رہے ہیں تو انہوں نے چادر ہٹا کر دیکھا تو آپ اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے تھے۔ یہ خبر راجہ سرپلادھر تک پہنچی تو وہ فوراً یہاں پر پہنچے اور اسی جگہ پر آپ کا مزار تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ پہلے یہ مزار مٹی اور پتھروں سے بنا ہوا تھا۔ بعد ازاں مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دورِ حکومت میں اسے پختہ تعمیر کیا گیا۔

۱۸ دسمبر کو ہر سال آپ کے مزار پر آپ کی شانِ عقیدت میں ایک شاندار عُرس منایا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ صدیوں سے چلی آئی اِس بزرگِ دین کے ساتھ لوگوں کی والہانہ عقیدت آپ کی روحانی عظمت کی دلیل ہے۔ لیکن آپ کی حیاتِ بابرکت اور دینی خدمات کے بارے میں تحقیقی گوشے اب بھی تشنہ طلب ہیں۔

○ حضرت بابا جیون شاہؒ

جموں شہر کے شہیدی چوک سے بائیں جانب چند قدم آگے چل کر بابا جیون شاہؒ نامی بزرگِ دین کا روضہ شریف موجود ہے۔ آپ ایک مست نگاہ اور پابندِ شریعت ولی اللہ گزرے ہیں، جنہوں نے اپنے روحانی کمال کی بدولت یہاں پر اپنے ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ پیدا کیا اور اُن کو دینِ اسلام کا مطیع بنا دیا۔

حضرت بابا جیون شاہؒ سیالکوٹ (پاکستان) کے ضلع چیرار میں پیدا ہوئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تھے۔ آپ کے والد کا نام گاما بتایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اوائل عمر سے ہی تنہا پسند تھے۔ دس برس کی عمر میں آپ پر روحانی کیفیات کا عالم طاری ہونے لگا اور آپ سیالکوٹ سے اکھنور (جموں) کی طرف چل دیے اور یہاں پر گوشہ نشین ہو کر چلہ کشی کرنے لگے۔ اس دوران آپ کے ساتھ کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے لوگ آپ کی روحانیت کے قائل ہو گئے اور آپ کے معتقد بن گئے۔ اکھنور سے آپ جموں چلے آئے جہاں آپ کی ایک بھتیجی ریشمی بی بی رہا کرتی تھیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر آج آپ کا روضہ شریف ہے۔ آپ نے اپنی بھتیجی کے پاس قیام کیا اور تا دمِ آخر اسی جگہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ یہ محلہ بھی اب بابا جیون شاہ محلہ کے ہی نام سے جانا جاتا ہے۔

بابا جیون شاہ کی کرامت کے بارے میں کئی واقعات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار شاہ صاحب کسی مُرید کے گھر جا رہے تھے جو دریائے توی کے پار تھا۔ آپ کے ہمراہ آپ کی بھتیجی ریشمی بی بی کے نو عمر پوتے محمد شریف بھی تھے۔ جب شاہ صاحب دریا کے بیچ میں پہنچے اور پیچھے مُڑ کر دیکھا تو محمد شریف کو ابھی کنارے پر ہی کھڑا پایا۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا اور دریا کو عبور کرنے سے ڈر رہا تھا۔ شاہ صاحبؒ واپس لوٹے اور محمد شریف کا ہاتھ پکڑ کر اُس کو دریا کے پار لے گئے۔ محمد شریف نے بعد میں گھر آکر بیان کیا کہ جب وہ دریا پار کرنے لگے تو دریا کا پانی شاہ صاحب کے گھٹنوں سے بھی بہت نیچے رہا۔ اس واقعہ سے آپ کی کرامات کا انکشاف ہونے لگا۔ اسی طرح سے کچھ عرصہ کے بعد شاہ صاحب کی کرامت کا ایک اور واقعہ پیش آیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز شاہ صاحب نے تمام کپڑے اُتار پھینکے اور اپنے تکیہ کے صحن میں موجود ایک درخت کے ساتھ لیٹ گئے اور درخت کے تنے کو بازوؤں میں تھام کر زور زور سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چلّانے لگے۔ "بچاؤ! بچاؤ! نہیں تو یہ جہاز ڈوب جائے گا۔" اور تھوڑی دیر درخت سے الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا بہت تھکے ہوئے تھے اور کہنے لگے۔ لاؤ اب سونے کے کڑے اور اسی کے ساتھ حالتِ ہوش میں آگئے اور کپڑے پہن کر اپنے تکیہ پر بیٹھ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہی ایک تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں سونے کے پانچ کڑے پیش کئے لیکن شاہ صاحب بہت برہم ہو گئے اور چلانے لگے۔ "ہمارا وعدہ پورا کرو"۔ تب تاجر نے کچھ نقدی رقم بھی پیش کی اور شاہ صاحب کا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بعد میں جب تاجر سے پوچھا گیا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ تو اس نے یہ احوال بتایا کہ وہ سمندری جہاز میں اپنا مال لے جا رہا تھا کہ اچانک سمندر میں طغیانی آگئی اور اس کو ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے دل ہی میں یہ نیت باندھ لی کہ اگر آج کی بار اس کا مال سلامت رہا تو وہ کچھ نقدی رقم اور سونے کے کڑے بابا جیون شاہ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کرے گا۔ قدرت خداوندی سے اُس کا جہاز کنارے کی طرف لگ گیا اور اُس کا مال بچ گیا۔ نیز اُس نے یہ بھی کہا کہ اس کو جہاز میں کسی آدمی کا سایہ گھومتا ہوا نظر آیا۔ مال فروخت کرتے ہی وہ بابا جیون شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاجر حیران ہو کر رہ گیا جب شاہ صاحب نے اصرار کیا کہ ہمارا وعدہ پورا کرو۔ کیونکہ تاجر نے ابھی تک صرف سونے کے کڑے آپ کو پیش کئے تھے۔ جبکہ اُس نے نقدی رقم دینے کا بھی وعدہ کیا تھا۔ بہرحال تاجر اپنی بھول پر شرمندہ ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ ایک عارفِ مست نگہ تھے۔ اکثر چوغا پہنا کرتے تھے اور کبھی کبھی سارے کپڑے اتار پھینک دیتے تھے اور آپ پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ کھانا کھانے کے زیادہ دلدادہ نہ تھے۔ اکثر چائے نوشی کرتے تھے اور زیادہ تر بھیڑ بکریوں کے پائے (کھروڑے) پکا کر کھاتے تھے۔ بیشتر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ کے مُریدوں کا ایک بڑا حلقہ تھا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور ان کے بھائی امر سنگھ بھی آپکے کافی عقیدتمند بتائے جاتے ہیں۔ مہاراجہ نے آپ کے اخراجات کے لئے باضابطہ وظیفہ مقرّر کر رکھا تھا اور کئی بار آپ کو راج محل میں کافی عزّت و احترام کے ساتھ بھی دعوت دی گئی۔ ایک دعوت کے موقع پر مہاراجہ نے آپ کی خدمت میں ایک کشمیری شال اور چاندی کا بنایا ہوا حقّہ بھی پیش کیا۔ وہ قطعہ اراضی جہاں پر آپ کی زیارت گاہ ہے، آپ کے ایک خاص مُرید اللہ دِتہ بانہالی نے وقف کر دیا ہے۔ اللہ دِتہ ایک صاحبِ ثروت اور اچھے کاروباری آدمی تھے اور بابا جیون شاہ عقیدت مند۔ اللہ دِتہ بانہالی کے پوتے غلام رسول شاہین کا کہنا ہے کہ چوہدری اللہ دتہ اپنی آمدنی کا ایک چوتھائی حصّہ تاحیات بابا جیون شاہ کی نذر کرتے رہے اور ہر سال وہ اس رقم سے آپ کی زیارت گاہ پر چڑھاوا چڑھاتے تھے اور خیرات وغیرہ کرتے تھے۔

بابا جیون شاہؒ ۱۱ پوہ ۱۹۷۶ء سمہ مطابق ۱۹۱۹ء کو رحلت فرما گئے۔ آپ کا مقبرہ ایک عمارت کی آغوش میں ہے، جس کے چاروں کونوں پر درمیانی درجے کے مینار کھڑے ہیں۔ آپ کے روضہ شریف کے دائیں بائیں آپ کے برادر زادہ گلاب الدین، ان کے بھتیجے محمد شریف اور ایک مرید بابا ولی شاہ کے مقبرے بھی موجود ہیں۔ اِس زیارت کے ساتھ ایک بیٹھک بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں پر بیٹھ کر شاہ صاحب اپنے مُریدوں کی تربیت و اصلاح کیا کرتے تھے۔ یہاں پر اب بھی آپ کے خاندان کے کچھ لوگ رہ رہے ہیں۔ بابا جیون شاہ کے ارادتمند آج بھی اِس زیارت گاہ پر چراغان کرتے رہتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔

○ حضرت میاں محمد ابراہیم بابا راہؒ

آپ کا اصلی نام میاں محمد ابراہیم تھا اور بابا راہؒ کے عرف سے جانے جاتے تھے۔ آپ کے والد میاں عالم دین پاکستان کے ایک گاؤں نوجال کے رہنے والے بتائے جاتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں۔ بابا راہ بچپن ہی سے روحانیت کی طرف مائل تھے۔ بتیس برس کی عمر میں آپ ایک درویش کامل جواہر شاہ کے حلقہ ارادت میں آگئے اور کچھ عرصہ اُن کی خدمت میں رہ کر اُنکے ارشاد کے مطابق جموں کے لئے عازم سفر ہوئے۔ یہاں پر آکر آپ ایک جنگل میں بیٹھ گئے اور یادِ الٰہی میں مصروف رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو یہاں آپ کے کشف وکمالات کا پتہ چلا اور آپ کی شہرت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ بہ نفسِ نفیس آپکی خدمت میں حاضری دینے لگا اور آپ کے نام پر کچھ اراضی وقف کرنے کے علاوہ آپ کے تکیہ تک ایک سڑک تعمیر کروائی۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے جھنی، جموں میں ایک انتہا پسند ہندو کو جو چاڑک خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور چھوت چھات کا زبردست عادی تھا، اپنے کمال بے تعصبی سے متاثر کر دیا۔ وہ بے اولاد تھا اور اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ بابا سے اولاد کے لئے دعا فرمانے کی استدعا کرے۔ لیکن اس نے دل میں یہ ٹھان لی کہ وہ بابا کے پاس جاکر اُس کے گھڑے کا پانی نہیں پیئے گا۔ دھوپ کی شدّت میں جب وہ گھر سے نکلا تو بابا کے پاس پہنچتے پہنچتے اس کو بہت پیاس لگی تھی۔ ابھی وہ چند قدم کے فاصلے پر ہی تھا کہ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اچانک اُس نے ایک جگہ سے پانی پھوٹتا ہوا پایا۔ وہ فوراً اس جگہ پر پہنچا اور پیاس بُجھائی۔ اس کے بعد جب وہ بابا کے پاس حاضر ہوا تو بابا نے پہلی بات یہی کہی کہ پانی خدا کا دیا ہوا ہے۔ اس میں چھوت چھات کرنا گُناہ ہے۔ آپ نے جو پانی پی لیا وہ ہمارے ہی گھڑے کا پانی ہے۔ کٹر بنتھی شرمندہ ہوا۔ جب وہ واپس چلا گیا تو اس جگہ سے پانی غائب ہو چکا تھا، جہاں اُس نے کچھ دیر پہلے پانی پیا تھا۔ کہا جاتا ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ آپ کے حلقہ ارادت میں آکر آپ کا بے حد معتقد بن گیا۔ میاں بیوی نے لدھیانہ جاکر دو بھینسیں خریدیں اور بابا کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بابا ابراہیم جسمانی طور پر ایک ناتواں قسم کے بزرگ تھے۔ عام طور پر سفید پنجابی لباس اور سفید پگڑی پہنتے تھے اور جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ بابا نے یہ وصیّت کی تھی کہ آپ کی قبر پختہ نہ بنائی جائے۔ لیکن بعد میں آپ کے مُرید اور خلیفہ لدھا نے اِس قبر کو پختہ بنوالیا۔ آپ بیسویں صدی کے پہلے یا دوسرے عشرے میں انتقال کر گئے۔ آپ کا روضہ شریف باہو رکھ فارسٹ کے احاطہ میں موجود ہے اور اِس کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ یہاں جون اور جولائی کے دوران ہر سال آپ کی یاد میں ایک عُرس منایا جاتا ہے۔

○ پنج پیرؒ

رام نگر کے علاقہ میں دریائے توی کے کنارے ایک زیارت گاہ ہے، جس کو پنج پیر کی زیارت گاہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس زیارت گاہ کو پانچ بزرگوں کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ کچھ اصحاب کا کہنا ہے کہ یہ پانچ بھائی تھے، جو رام نگر کے گھنے جنگلوں میں محوِ عبادت رہے ہیں۔ بعد ازاں مختلف اطراف کی طرف چلدیئے۔ ایک بھائی کلکتہ چلا گیا اور وہیں پر انتقال کر گیا، دوسرے کا انتقال باسوتھی میں ہوا۔ تیسرا راجوری اور چوتھا پارمنڈل میں انتقال کر گیا۔ ان بھائیوں کے نام تو نہیں بتائے گئے ہیں۔ البتہ روایت ہے کہ اِن کے بڑے بھائی نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو خواب میں درشن دیے اور راجہ کو یہ تنبیہہ کی کہ وہ آپ کی جانب رات کو پاؤں کر کے سوتا ہے، ساتھ ہی ایک جگہ کی نشاندہی بھی کی اور وہاں پر کُھدائی کرنے کا اشارہ بھی دیا۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ نے دوسرے ہی روز اُس جگہ کی کُھدائی کروائی اور کُھدائی کرتے وقت وہاں سے حیرت انگیز طور پر ایک چھوٹا اور پانچ نقارے ملے۔ بادشاہ نے اس جگہ پر ایک زیارت تعمیر کرائی اور الف شاہ کو اس جگہ کا متولی بنا دیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

○ حضرت پیر شہنشاہ ولیؒ

حضرت پیر شہنشاہ ولی کے حالاتِ زندگی پوری طرح سے تو دستیاب نہیں ہیں لیکن روایت ہے کہ یہ بزرگ تقریباً ساڑھے سات سو سال قبل یہاں تشریف لائے تھے اور تبلیغ دین کا کام کیا تھا۔ آپ کے نام پر جموں کے استاد محلہ میں ایک زیارت شریف موجود ہے جس کی تعمیر اُن کے ایک عقیدت مند ایک پٹھان دواساز غوث محمد نے کی ہے۔ جو مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے وقت میں اپنے کارہائے نمایاں کے طفیل اُستاد غوث کا لقب پا چکا تھا اور ایک نیک سیرت بزرگ کی حیثیت سے یہاں مشہور رہا ہے۔ زیارت گاہ کا یہ قطعہ اراضی مہاراجہ نے ہی وقف کر دیا ہے۔ ۱۴ر کو اس بزرگ کی یاد میں ہر سال عرس منایا جاتا ہے۔

○ حضرت پیر محبّت علی شاہؒ

جموں کے محلہ جولاکاہ میں پیر محبّت علی شاہ کے نام کا ایک مزار شریف موجود ہے۔ مشہور ہے کہ یہ بزرگ دین کافی عرصہ تک محوِ عبادت رہے اور بعد میں یہیں پر رحلت فرما کر سپردِ خاک کئے گئے۔ روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص، جو کافی بھوکا تھا، آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا تاکہ آپ کی روحانی قوّت کی آزمائش کرے۔ لیکن اس کے بیٹھتے ہی شاہ صاحب نے کوئی تقاضہ کئے بغیر دو خالی اینٹوں کو جوڑ لیا اور اس پر ایک برتن چڑھا لیا اور اس شخص سے اصرار کرنے لگے کہ آپ بھوکے ہیں اور کیا کھانا پسند کریں گے۔ شخص مذکور نے پلاؤ کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ پیر صاحب نے اس کے سامنے چولہے سے برتن اُتارا اور اس میں پلاؤ تیار تھا ـــــ اس بزرگ کی تعظیم میں آج بھی یہاں چراغاں کیا جاتا ہے۔

○ حضرت غریب شاہؒ

سانبہ (جموں) میں حضرت غریب شاہؒ کے نام پر اس ولیٔ خدا کا مقبرہ موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ایک صوفی طریقت ولیٔ خدا تھے اور عرصہ دراز تک یہاں عبادت و ریاضت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنے کے بعد واصل بحق ہو گئے۔ آپ اپنی حیات کے دوران لوگوں کو رشد و ہدایات کی تلقین کرتے رہے اور غریب لوگوں کی پوشیدہ طور پر معاونت کرتے۔ ان کے معتقدین میں زیادہ تر ہندو شامل ہیں، جو آج بھی ان کے مقبرہ پر چراغاں کرتے ہیں اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ اس بزرگ کے تفصیلی حالات گوشۂ گمنامی میں ہیں، جنکی بازیافت کی ضرورت ہے۔

○ حضرت سیّد پادشاہؒ

حضرت سیّد پادشاہ المعروف سعید صاحبؒ ایک ولیٔ باکمال بتائے جاتے ہیں جو تبلیغِ دین کی غرض سے وادیٔ کشمیر کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد بھدرواہ تشریف لائے اور یہاں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ بھدرواہ کے قلعہ میں آپ کے نام کی ایک زیارت شریف موجود ہے۔ آپ کے ہاں تین اولاد ہوئے۔ حضرت سیّد احمدؒ، حضرت سیّد غیاث الدّینؒ اور حضرت سیّد یوسفؒ۔

حضرت سیّد غیاث الدّین اپنے والد سے تربیت حاصل کرنے کے بعد علاقہ بھیسہ کے دور افتادہ پہاڑی علاقے میں دینی خدمات کے لئے چلے گئے اور بعد ازاں وہیں مدفون ہوئے۔ حضرت سیّد احمد کے بھی تین فرزند ہوئے۔ سیّد سراج الدّین، سیّد مبارکؒ اور سیّد غلام صاحبؒ۔ سید سراج الدّین نے قصبہ بھدرواہ میں دینی درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا اور بعد میں پچاسی (۸۵) برس کی عمر میں یہیں پر انتقال کر گئے اور بھدرواہ کے محلہ قلعہ میں مدفون ہوئے۔

○ حضرت سیّد شاہ ابوسکندر علی قاریؒ

حضرت سیّد شاہ المعروف گندر صاحب سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے ایک ولی خدا گزرے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سخی شاہ محمد فاضل خانیاری

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے ملتا ہوا بتایا جاتا ہے۔ آپ تبلیغِ دین کی خاطر بھدرواہ اور کشتواڑ کے علاقوں میں گھومتے رہے اور آخر کار ۲۳ صفر ۱۲۷۳ھ کو بھدرواہ میں انتقال کر گئے اور محلہ سکندر آباد میں مدفون ہوئے۔ جہاں پر آپ کے نام کی ایک خانقاہ تعمیر کی گئی۔ اس خانقاہ میں حضرت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی ردائے مبارک، حضرت سیدنا ابوبکرؓ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے موئے مبارک بھی رکھے گئے ہیں، جن کی زیارت یہاں پر آپ کے عرس کے موقعہ پر کرائی جاتی ہے۔ بھدرواہ میں ہی حضرت سائیں صدیقؒ، حضرت موچھی مروڑؒ اور حضرت پتھر نورؒ جیسے اولیاء حضرات کے مراقد بھی موجود ہیں۔

○ حضرت علی مردانؒ

جموں میں دریائے توی کے کنارے یونیورسٹی کیمپس کے متصل آپ کے نام پر ایک زیارت گاہ موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ایک صوفی طریقت ولی تھے اور کافی عرصہ تک جموں کے گرد و نواح میں مختلف مقامات پر عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ بعد ازاں آپ کے مُریدوں نے آپ کی رحلت کے بعد آپ کو یہاں دفن کیا اور آپ کا مقبرہ تعمیر کیا۔

○ پیر لکھداتا صاحبؒ

آپ کا اصلی نام سیّد سُلطان بتایا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ناگپہ کے مقام پر روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ پہلے وزیر آباد اور اس کے بعد دھرانکل تشریف لے گئے۔ آپ ملتان میں گورو نانک دیو جی سے بھی ملاقی ہوئے۔ جموں شہر میں لکھداتا بازار میں آپ کے نام کی زیارت گاہ موجود ہے اور اس کے متصل ایک مسجد بھی ہے۔ کئی محققین کا یہ بھی خیال ہے کہ آپ جموں آئے ہی نہیں بلکہ سلطانیہ سلسلہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے لوگوں نے آپ کے نام پر جموں میں ایک زیارت گاہ تعمیر کرلی۔ اس بزرگ کے نام پر جموں کے اس بازار کا نام بھی لکھدا تا بازار رکھا گیا۔

صوبہ جموں میں بہت سے ایسے مقامات بھی ہیں جہاں کی زیارت گاہوں میں اولیائے کرام کے تبرکات رکھے گئے ہیں۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ کراوہ بانہال میں ایک زیارت گاہ ہے جہاں پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے موئے مقدّس، امام الاعظم حضرت ابوحنیفہؒ کا کلاہِ مبارک اور حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اوراد فتحیہ کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ اسی طرح سے پونچھ میں بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے موئے مقدّس رکھے گئے ہیں جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے عوام میں ان حضرات کے بارے میں کس قدر عقیدت واحترام پایا جاتا ہے۔

متذکرہ بالا اولیاء کرام کے علاوہ یہاں کے بہت سے علاقوں میں اور بھی بہت سارے اولیاء کرام کے نام ملتے ہیں، جنکے نام پر یہاں کئی زیارت گاہیں تعمیر کی گئی ہیں اور ان کے مقابر موجود ہیں، لیکن اِن کے بارے میں مُستند معلومات میسر نہیں ہیں۔ ان حضرات میں حضرات شاہ عالمؒ (دیوگول)، حضرت لالہ بابہ صاحبؒ، حضرت حبیب شاہؒ (چنلو بانہال)، حضرت محمود صاحبؒ ڈولیگام (بانہال) وغیرہ حضرات کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات ہیں، جہاں کئی بزرگوں کے نام سُنے جاتے ہیں۔ یہ بھی ستم ظریفی ہی ہے کہ اولیاء کرام کے بارے میں زیادہ تر معلومات لوک روایات پر مبنی ہیں اور اِن حضرات کو ان کی علمی اور دینی خدمات کے تناظر میں پیش کرنے کے بجائے زیادہ تر اِن کی کرامات کو ہی اُبھارا گیا ہے۔ اس لئے اِن حضرات کی خدمات کی بازیافت کے لئے حقائق تک رسائی حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

Printed at : J.K. Offset Printers, 315, Jama Masjid, Delhi-110006
Phones : 3279852, 3267633, Fax : 011-3237241